ماھنامہ

انصاراللہ

ربوہ

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

صد سالہ جشن تشکر نمبر

مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء



احمدیہ صد سالہ جشن تشکر ۱۸۸۹ تا ۱۹۸۹

صدرِ محترم کا پیغامِ تہنیت

آج سے ایک صدی قبل اللہ تعالیٰ کی منشاء اور رضا کے تحت اُسی کے ہاتھوں سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ آج ایک صدی گزرنے پر یہ تعداد خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک کروڑ سے بھی کہیں اُوپر نکل گئی اور نقشۂ زمین کے ۱۲۰ ممالک میں احمدیت کا پودا اپنی بہار دکھا رہا ہے۔

پس آج حمد اور شکر کا دن ہے۔ آئیں ہم سب مل کر سجدۂ شکر بجا لائیں اور اُس کی حمد کے نئے نئے گیت الاپیں، اور آج تجدید عہد اور نئے عزم کا بھی دن ہے کہ اے ہمارے قادر خدا ہم انتہائی بے کسوں اور کمزوروں کو توفیق دے کہ اِس نئی صدی میں اُبھرنے والے تمام تقاضوں کو پُورا کرنے والے ہوں اور تیری رضا کی خاطر تیرے حضور پہلے سے بڑھ کر قربانیاں پیش کرنے والے ہوں۔

آج کے عظیم الشان دن کی نسبت سے خاکسار تمام قارئینِ کرام کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے اور دُعا کرتا ہے کہ یہ نئی صدی جماعت کے ہر فرد کے لئے بے شمار برکتوں کی حامل اور بیشمار الٰہی بشارتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے آئے ؀

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء

صد سالہ جشنِ تشکّر نمبر

جلد نمبر ۳۰
شمارہ نمبر ۳، ۴

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

شرح چندہ
پاکستان ــــ تیس ۳۰ روپے سالانہ
قیمت پرچہ ھٰذا: ۲۵ روپے

اس شمارہ میں

حصّہ انگریزی

القرآن الکریم

قَالَ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَزَّ اِسْمُہٗ

۱۔ ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ (صف : ۱۰)

(اللہ) وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیانِ (باطلہ) پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

تفسیر قرطبی میں ہے :" ذٰلِکَ اِذَا نَزَلَ عِیْسٰی لَمْ یَکُنْ فِی الْاَرْضِ دِیْنٌ اِلَّا الْاِسْلَامُ" (قرطبی جلد ۱۸ صٓ ۸۶)

کہ دینِ حق کا غلبہ حضرت مسیح کے نزول کے وقت ہوگا اور اس زمانے میں ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اسلام کے سوا اور کوئی مذہب دنیا میں نہیں ہوگا۔

پھر تفسیر قمی میں آیت کی تشریح یوں کی گئی ہے :۔ وَھُوَالْاِمَامُ الَّذِیْ یُظْھِرُہُ اللّٰہُ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ فَیَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا وَھٰذَا مِمَّا ذَکَرْنَا اَنَّ تَاْوِیْلَہٗ بَعْدَ تَنْزِیْلِہٖ۔ (تفسیر قمی جلد ۲ صٓ ۳۱)

کہ دینِ حق کا تمام ادیان پر غلبہ امام آخر الزمان کے ذریعہ ہوگا پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے معمور کر دے گا جبکہ اس سے پہلے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی اور شریعتِ حقہ کے نفاذ کی یہ حقیقت اس کے نزول کے بعد ہی عملی جامہ پہنے گی۔

۲۔ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (جمعہ : ۴)

اور ان میں سے ایک گروہ آخرین کا ہے جو ابھی ان سے ملا نہیں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر قرطبی میں اس آیت کی تشریح میں امام بخاری و مسلم کی یہ حدیث درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ سورۃ جمعہ نازل ہوئی جب آپؐ نے تلاوت فرمائی " وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ " تو ایک آدمی نے حضورؐ سے دریافت کیا حضور! یہ کون لوگ ہیں ؟ اور یہ دو تین دفعہ سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم میں حضرت سلمان فارسی بھی تشریف رکھتے تھے پس آپؐ نے حضرت سلمان فارسی پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور ارشاد فرمایا لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ ھٰؤُلَاءِ کہ اگر ایمان ثریا پر بھی اُٹھ گیا تب بھی ابناءِ فارس میں سے اسے ضرور واپس لائیں گے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۸ صٓ ۹۳)

بعض روایات میں رَجُلٌ مِّنْ فَارِسٍ آیا ہے۔

حضورؐ کی خدمت میں سوال یہ کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ حضورؐ نے جواب میں ایک مامور کی بعثت کا ارشاد فرمایا اور اوپر والی آیت سے وہ عقدہ بھی حل ہوگیا کہ وہ امام آخر الزمان ہے۔

الحدیث

قَالَ مُحَمَّدٌ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۱۔ علامہ عبدالغفور صاحب اپنی کتاب النّجم الثاقب میں امام مہدی کے بارہ میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں :-

"عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ یَمَانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَّمِائَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَۃً یَبْعَثُ اللّٰہُ الْمَھْدِیَّ۔" (النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

حذیفہ بن یمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ۱۲۴۰ھ گذر جائے گا تو اللہ تعالیٰ امام مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔

۲۔ دارقطنی میں امام مہدی کے ظہور کی نشانی کے بارہ میں یہ حدیث درج ہے :-

"اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ۔" (دارقطنی جلد اول صفحہ ۱۸۸)

ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جب سے زمین و آسمان کی تخلیق ہوئی وہ کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوئیں کہ رمضان میں چاند گرہن اپنے گرہن والی راتوں میں سے پہلی رات اور سورج گرہن اپنی تواریخ میں سے درمیانی دن واقع ہوگا۔

سو یہ پیشگوئی واقعتاً مشرقی ممالک میں ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ھ کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ھ کو سورج گرہن کے وقوع سے پوری ہوئی۔

حضرت غلام فرید چاچڑاں شریف[1] لکھتے ہیں :-

"ہرگاہ خسوفِ قمر و کسوفِ شمس بتاریخ ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہژدہ صد و نود و چہار عیسوی واقع شدہ است و آں بتاریخ سیزدہم رمضان کہ اول شب از شبہائے خسوف است بوقوع آمدہ و کسوف درمیانہ روز از روزہا کسوفِ شمس واقع گشتہ است۔" (اشاراتِ فریدی جلد سوم صفحہ ۷۰)

کہ چونکہ ماہِ اپریل ۱۸۹۴ء کی چھٹی تاریخ کو خسوفِ قمر اور کسوفِ شمس واقع ہو گیا ہے اور یہ بمطابق ۱۳ رمضان ہے کہ جو چاند گرہن کی راتوں سے پہلی رات ہے واقع ہوا اور سورج گرہن اپنی گرہن والی راتوں میں سے درمیانی رات واقع ہوا۔

---

[1] حضرت بابا غلام فرید چاچڑاں شریف ایک متبحر عالم اور سجادہ نشین تھے۔ بہاولپور کے علاقہ میں ان کے مریدوں کی کثرت ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں حضرت اقدس کی صداقت کا اقرار کیا تھا۔

تبرکات

عکس تحریرات حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

محبی عزیزی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مبلغ [illegible] رسالہ [illegible] عین ضرورت کے وقت پہنچے

جزاکم اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر بخشے اور اپنی محبت میں ترقیات بخشے

آمین ثم آمین۔ اس وقت میں کوشش کر رہا ہوں کہ [illegible] اور [illegible]

کوئی رسالہ تالیف کروں تا وہ انگریزی میں ترجمہ ہو کر ان ملکوں میں تقسیم کیا جاوے

[illegible] رسالہ شہادت القرآن [illegible]

انشاء اللہ القدیر [illegible] تیار ہو جاوے گا [illegible]

[illegible] حالات [illegible]

خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۵ اپریل ۹۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی

مجبّی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ

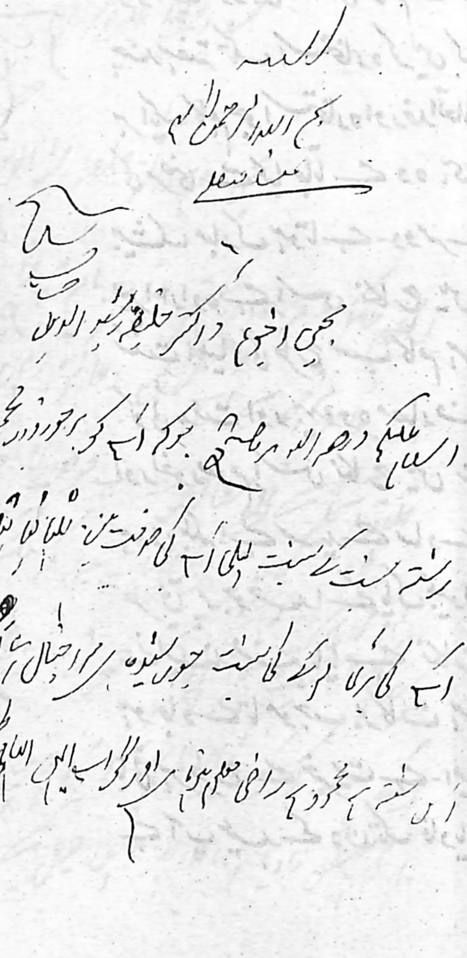
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مبلغ (پانچصد روپیہ) مرسلہ آں محب مجھ کو عین ضرورت کے وقت میں پہونچے۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر بخشے اور اپنی محبّت میں ترقیات بخشے۔ آمین ثم آمین۔ اِس وقت مَیں کوشش کر رہا ہوں کہ یورپ اور جاپان کے لئے کوئی رسالہ تالیف کروں تا وہ انگریزی میں ترجمہ ہو کر ان ملکوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اللہ جلّ شانہٗ اِس رسالہ کو پورا کرے۔ رسالہ منن الرحمٰن بھی ہنوز بیچ میں پڑا ہے امید ہے انشاء اللہ القدیر وہ بھی تمام ہو جائے گا۔ سول ملٹری کا حملہ محض بیہودہ ہے اس کی رَدّ لکھنا کچھ ضرورت نہیں۔ اپنے حالات خیریت آیات سے ہمیشہ مسرور الوقت فرماتے رہیں۔ والسّلام

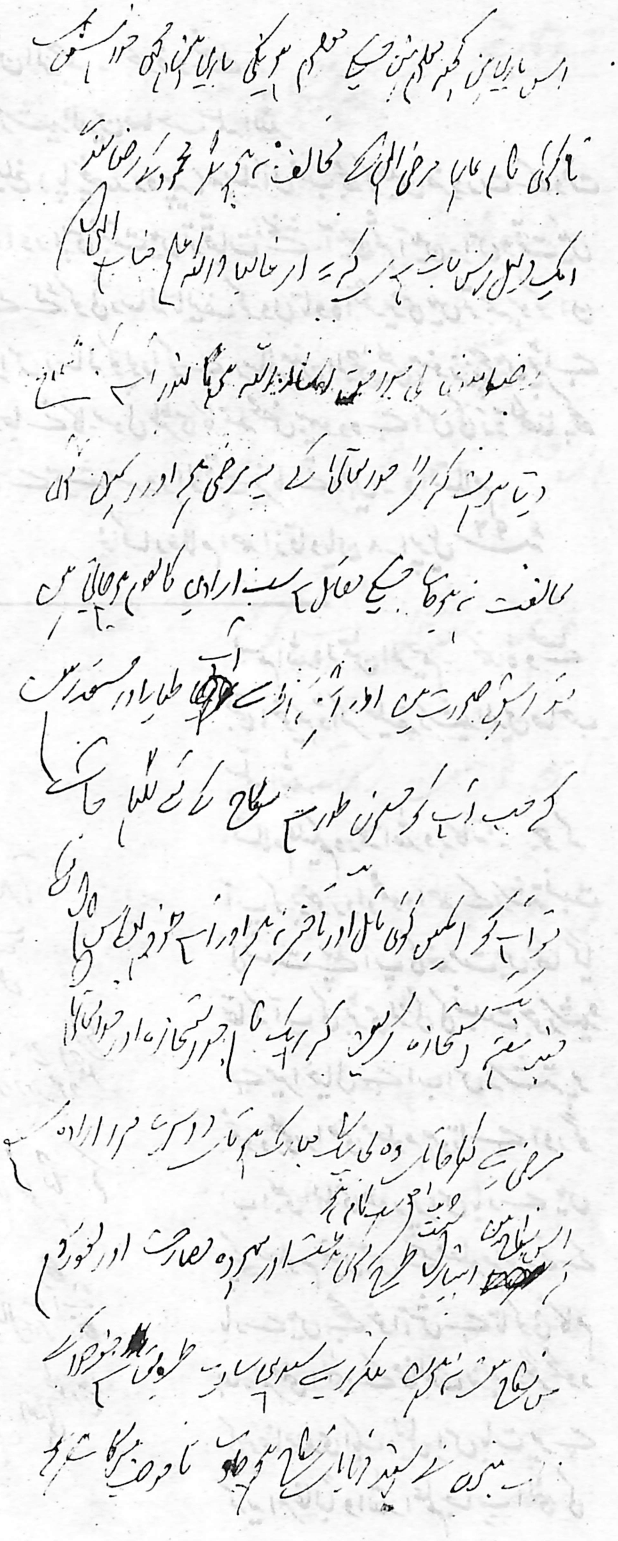
خاکسار غلام احمد از قادیان ۸۔ اپریل ۹۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی

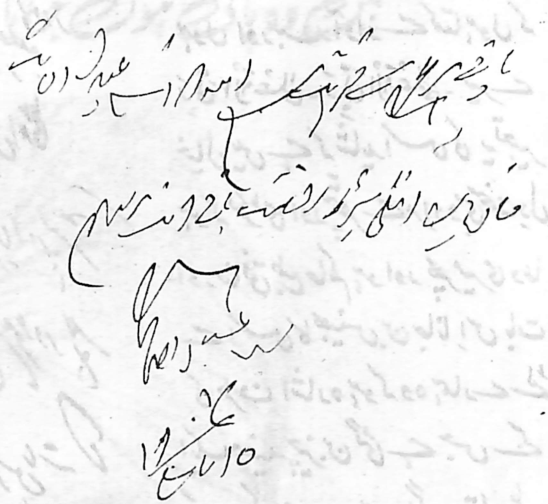
مجبّی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلّمہ اللہ۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جو کہ آپ کو برخوردار محمود احمد کے رشتہ نسبت کی نسبت پہلے آپ کی خدمت میں لکھا گیا تھا کہ آپ کی بڑی لڑکی کی نسبت جو رشیدہ ہے میرا خیال ہے اب اس رشتہ پر محمود بھی راضی معلوم ہوتا ہے اور گو اب ابھی الہامی طور پر اس بارے میں کچھ معلوم نہیں جس کے معلوم ہونے کے بارے میں مجھے خواہش ہے تا کوئی کام ہمارا مرضی الٰہی کے مخالف نہ ہو۔ مگر محمود کی رضامندی ایک دلیل اِس بات پر ہے کہ یہ امر غالباً واللہ اعلم جنابِ الٰہی کی





رضامندی کے موافق انشاء اللہ ہوگا لہٰذا آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ کی یہ مرضی ہو اور اس میں کوئی ممانعت نہ ہو جائے جس کے مقابل پر سب ارادے کالعدم ہو جاتے ہیں، تو اس صورت میں اور اس شرط سے آپ طیار اور مستعد رہیں کہ جب آپ کو مسنون طور پر نکاح کے لئے لکھا جائے تو آپ کو اس میں کوئی تأمل اور تاخیر نہ ہو اور آپ خود بھی اس کام کے لئے چند ہفتہ تک استخارہ کر لیں کہ ہر ایک کام جو استخارہ اور خدا تعالیٰ کی مرضی سے کیا جاتا ہے وہ ہی بیشک مبارک ہوتا ہے۔ دوسرے میرا ارادہ ہے اس نکاح میں سنّتِ انبیاء کی طرح سب کام ہو کوئی بدعت اور بیہودہ مصارف اور لغو رسوم اس نکاح میں نہ ہوں بلکہ ایسے سیدھے سادے طریق پر جو خدا کے پاک نبیوں نے پسند فرمایا ہے نکاح ہو جاوے تا موجبِ برکات ہو۔ باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔ امید ہے آپ عید کے دن تک قادیان

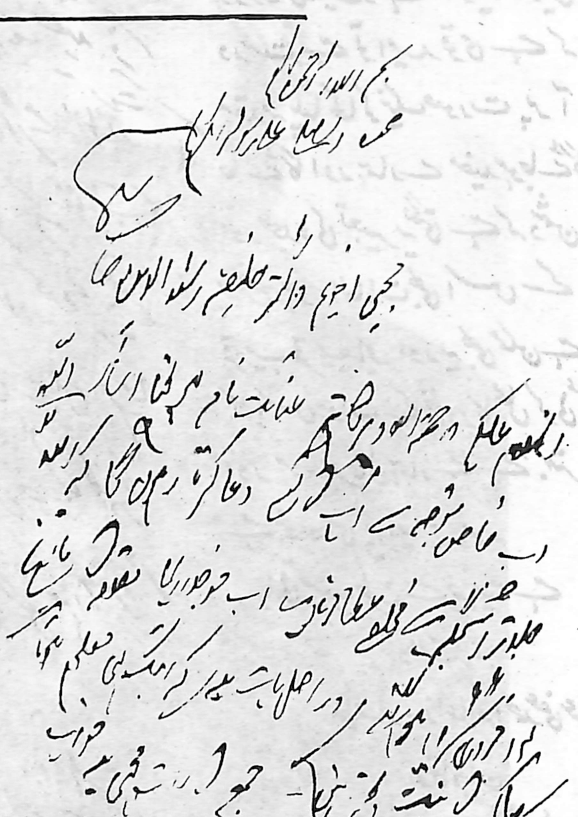


آئیں گے بشرط رخصت ۔ باقی خیریت ۔

والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

۱۵ ر مارچ سنہ ۱۹۰۱ء

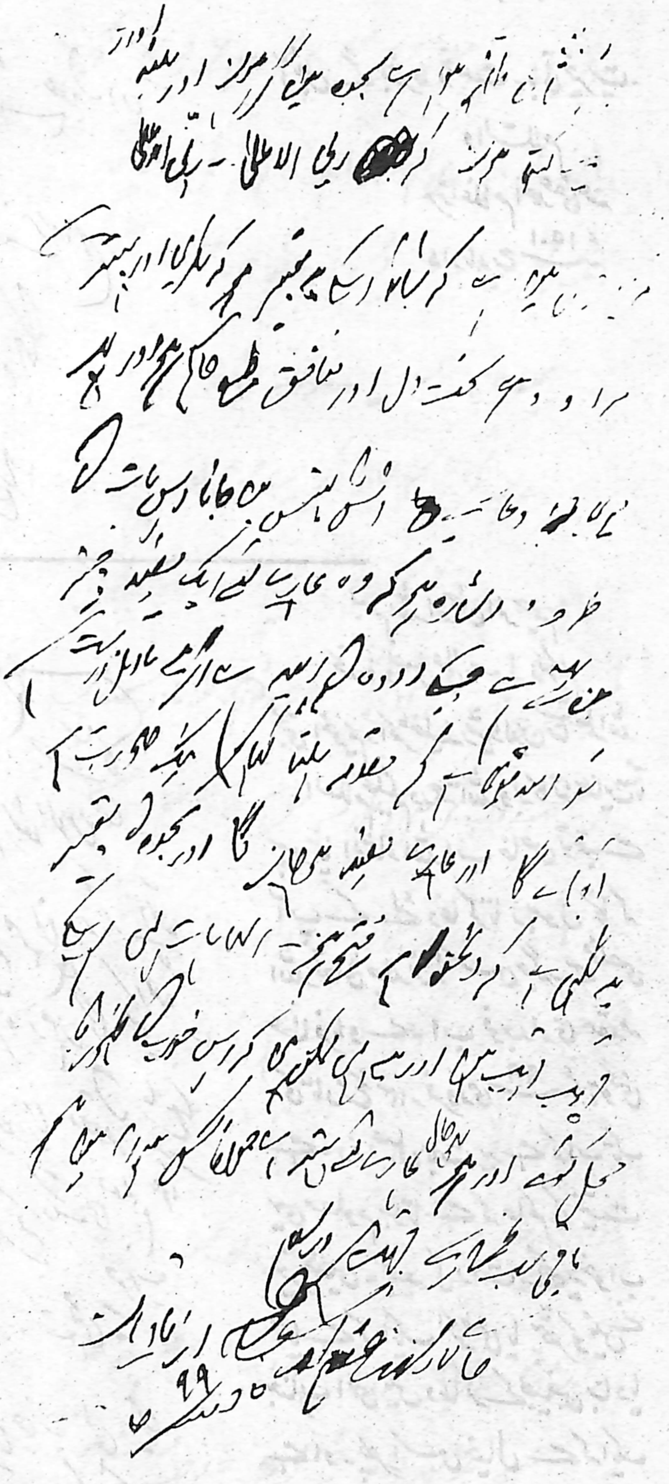


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ عنایت نامہ پہونچا ۔ انشاء اللہ اب خاص توجہ سے آپ کے لئے دعا کرتا رہوں گا کہ اللہ تعالیٰ جلد تر اُس جگہ سے مخلصی عطا فرماوے ۔ اب فوجداری مقدمہ کی تاریخ ۱۴ ر فروری سنہ ۹۹ء ہوگئی ہے ۔ دراصل بات یہ ہے کہ اب تک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کی نیت بخیر نہیں ۔ جمعہ کی رات مجھے یہ خواب آیا ہے کہ ایک لکڑی یا پتھر کو مَیں نے جنابِ الٰہی میں دعا کر کے بھینس بنا دیا ہے اور پھر اِس خیال سے کہ ایک بڑا نشان ظاہر ہوا ہے سجدہ میں گرا



ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ رَبِّیَ الْاَعْلٰی - رَبِّیَ الْاَعْلٰی - میرے خیال میں ہے کہ شاید اس کی یہ تعبیر ہو کہ لکڑی اور پتّھر سے مراد وہی سخت دِل اور منافق طبع حاکم ہو اور پھر میری دعا سے اس کا بھینس بن جانا اِس بات کی طرف اشارہ ہو کہ وہ ہمارے لئے ایک مفید چیز بن گئی ہے جس کے دُودھ کی امید ہے۔ اگر یہ تاویل درست ہے تو امید قوی ہے کہ مقدمہ پلٹا کھا کر نیک صورت پر آ جائے گا اور ہمارے مفید ہو جائے گا اور سجدہ کی تعبیر یہ لکھی ہے کہ دشمن پر فتح ہو۔ الہامات بھی اس کے قریب قریب ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اِس خواب کے ظہور کا محل کوئی اَور ہو۔ بہر حال ہمارے لئے بہتر ہے خواہ کسی پیرایہ میں ہو۔

باقی سب طرح سے خیریت ہے

والسّلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

از قادیان

۵ ر فروری ۹۹ء

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر



حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی المسیح الموعود

سیّدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ

کا

احمدیہ صد سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر

رُوح پرور پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

ملکِ ہند میں مشرقی پنجاب کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں آج سے ایک سو سال پہلے ایک عجیب ماجرا گزرا، جسے آئندہ بنی نوع انسان کے لئے ایک عظیم عہد آفریں واقعہ بننا تھا۔ وہاں ایک ایسا مذہبی راہنما مبعوث ہوا جس نے خدا کے اِذن سے دورِ آخر میں ظاہر ہونے والے آسمانی مصلح ہونے کا دعویٰ کیا۔ یوں تو دُنیا میں ایسے سینکڑوں دعویدار پیدا ہوئے اور آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے لیکن اس کے دعویٰ میں ایک ایسی بات تھی جو سب سے الگ اور سب سے عجیب تھی۔ اس نے ایک ایسا دعویٰ کیا جس نے ایک نئے انداز میں اقوامِ عالم کے اتحاد کی بناء ڈالی اور توحیدِ باری تعالیٰ کی ایک ایسی تفسیر کی جس نے دَورِ آخر میں ظاہر ہونے والے متفرق مصلحین کے پراگندہ تصوّر کو وحدت کا جامہ پہنایا۔

وہ انقلاب آفریں اعلان کیا تھا جس نے اِس دَور کی مذہبی دُنیا میں ایک ہیجان برپا کر دیا اور جس کا ارتعاش زمین کے کناروں تک محسوس کیا گیا۔ یہ وہ دَور تھا جسے ہم بالعموم دَورِ انتظار

کہہ سکتے ہیں۔ تمام دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے پیروکار کیا یہودی اور کیا عیسائی، کیا مسلمان اور کیا ہندو، کیا بدھ اور کیا زرتشتی اور کیا کنفیوشس کے ماننے والے۔ سبھی اپنے اپنے مذہب کی راہ پر آخری زمانہ کے موعود مصلح کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ یہود کو بھی ایک مسیح کی انتظار تھی جس نے دَورِ آخر میں ظاہر ہونا تھا اور عیسائیوں کو بھی ایک مسیح کی آمد کا انتظار تھا۔ مسلمان بھی ایک موعود مسیح کی آمد کے منتظر تھے اور ایک مہدئ معہود کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ہندو کرشن کی آمدِ ثانی کے منتظر اور بدھ مت کے ماننے والے بُدھا کے نئے رُوپ میں ظاہر ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ ہر مذہب میں ایسی قطعی اور واضح پیشگوئیاں موجود تھیں کہ آخری زمانے میں سچائی کے عالمگیر غلبہ کی خاطر خدا تعالیٰ کسی مصلح کو ضرور بھیجے گا لیکن مشکل یہ تھی کہ ہر مذہب اس ظاہر ہونے والے مصلح کو الگ الگ ناموں سے یاد کر رہا تھا۔

بانئ جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے یہ راز سمجھایا کہ مختلف مذاہب میں جو مختلف ناموں سے آخری موعودِ عالم کی پیشگوئیاں ملتی ہیں اگرچہ وہ سب بنیادی طور پر درست ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ خدائے واحد و یگانہ نے ہر مذہب میں الگ الگ مصلح بھیجنا تھا بلکہ مراد یہ تھی کہ ایک ہی مذہب میں جسے خدا تعالیٰ اپنے جلوۂ توحید کے لئے اختیار فرماتا، ایک ایسے موعودِ عالم کو مبعوث فرمانا تھا جو تمام مذاہب کے موعود مصلحین کی بھی نمائندگی کرتا تا بنی آدم کو ایک عالمی وحدت کی لڑی میں پرو کر توحیدِ خالق کا ایک رُوح پرور نظارہ توحیدِ خلق کے آئینہ میں دکھایا جاوے۔

آپ نے اِذنِ الٰہی کے تابع یہ اعلان کیا کہ وہ مذہب اسلام ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنی توحید کے عالمگیر جلوہ کے لئے اختیار فرمایا ہے اور محمدِ عربی احمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم وہ آخری صاحبِ قانون رسول ہیں جو سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور جن کی غلامی میں وہ مصلحِ عالم پیدا ہونا تھا جس کا مختلف ناموں کے ساتھ مختلف لبادوں میں مختلف مذاہب میں ذکر ملتا ہے۔

بہت عجیب یہ دعویٰ تھا اور وہ یکا و تنہاء آواز جو ہندوستان کی ایک چھوٹی سی گمنام بستی سے بلند ہوئی تھی بظاہر کوئی ایسی اہمیت نہ رکھتی تھی کہ قابلِ توجہ اور قابلِ پذیرائی سمجھی جاتی لیکن تعجب ہے کہ دُنیا نے اس آواز کی طرف بڑی سنجیدگی سے توجہ کی اور جہاں آپ کی تائید میں دُنیا کے مختلف ممالک سے بعض آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں وہاں

مخالفت کا بھی ایک ایسا شور برپا ہؤا کہ جس کی نظیر انسانی تاریخ میں شاذ شاذ ملتی ہے اور ایسے "تاریخ ساز ادوار کی یاد دلاتی ہے جب خدا تعالیٰ اپنی نمائندگی میں اپنے بعض کمزور بندوں کو پیغامِ حق کے لئے کھڑا کرتا ہے اور باوجود اِس کے کہ تمام دُنیوی طاقتیں ان کی مخالف ہو جاتی ہیں پھر بھی وہ ان کی پُشت پناہی کرتا۔ ہر لحظہ ان کی حفاظت کے سامان فرماتا اور قدم بقدم ان کی کمزوری کو طاقت میں تبدیل فرماتا چلا جاتا ہے۔ پس یہی معاملہ اس دعویدار اور اس کی جماعت کے ساتھ کیا گیا۔

دُنیا نے آپ کی مخالفت کو انتہاء تک پہنچا دیا۔ آپ کے خلاف کُفرو الحاد کے فتاوٰی صادر کئے گئے۔ جھوٹے مقدموں میں ملوّث کیا گیا۔ قتل کے منصوبے باندھے گئے۔ آپ کے متبعین کو ہر لحاظ سے ستایا گیا۔ ان کی مذہبی آزادی کو پائمال کیا گیا اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ ان کے نفوس و اموال کو مباح قرار دے کر ان کو واجب القتل ٹھہرایا گیا۔ ظالمانہ طور پر وہ شہید کئے گئے۔ اذیّت ناک جسمانی سزائیں دی گئیں۔ دکانیں لُوٹی گئیں۔ تجارتیں برباد کر دی گئیں اور گھر جلا دیئے گئے حتّٰی کہ بارہا بیوت الذکر بھی منہدم کر دی گئیں۔ غرضیکہ مخالفت کا ہر وہ ذریعہ اختیار کیا گیا جس کا مقصد آپ کے پیغام اور آپ کی جماعت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا تھا لیکن دشمنی اور عناد کا یہ طوفان اس آواز کو دبا نہ سکا اور مخالفت کی ہر لہر سے جماعتِ احمدیہ پہلے سے قوی تر اور بلند تر ہو کر اُبھری۔

پس جماعت کے قیام سے لے کر ایک سَو سال تک بِلا شُبہ اِس نحیف اور کمزور جماعت کو قادر و توانا خدا کی تائید اور پُشت پناہی حاصل تھی اور ہر لمحہ اس کا دستِ قدرت اس کی حفاظت فرما رہا تھا۔

اِن بے شمار فضلوں اور پیہم نوازشات پر اپنے مُحسن خدا کا ذکر بلند کرنے اور اظہارِ تشکّر کی خاطر جماعتِ احمدیہ ۱۹۸۹ء کا سال صد سالہ جشنِ تشکّر کے طور پر منا رہی ہے۔

اِس مبارک موقعہ پر بڑے خلوص اور عجز کے ساتھ مَیں اپنے تمام انسان بھائیوں کو جماعتِ احمدیہ میں شمولیّت کی دعوت دیتا ہوں اور عالم الغیب والشّھادۃ خدا کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ یہ ایک سچّی اور مخلص جماعت ہے جو اسلام کو دینِ حق تسلیم کرتی ہے اور ایمان رکھتی ہے کہ آج بنی نوع انسان کی نجات اسلام ہی کے دامن سے وابستہ ہے۔ اسلام تمام بنی آدم کو وحدت اور امن کا پیغام دیتا ہے اور اپنی اشاعت کے لئے کسی قسم کے جبر و تشدّد کے

ذرائع کو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور انسانی آزادئ ضمیر کا علمبردار ہے۔ اسلام انسان کو ہوائے نفس کی غلامی سے نجات بخشتا ہے اور ایک سادہ مگر انتہائی ترقی یافتہ نظام عطا کرتا ہے جو اس کے تمام اقتصادی، تمدّنی اور معاشرتی مسائل کا مؤثر حل اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسلام ایک ایسا سیاسی نظریہ دُنیا کو عطا کرتا ہے جس میں جھوٹ اور فریب دہی کی کوئی گنجائش نہیں اور ایسے کامل عدل کی تعلیم دیتا ہے جو انفرادی، قومی اور گروہی مصالح سے بالاتر ہے اور دوست دشمن کے حقوق کو مساوی میزان سے تولتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ ایمان رکھتی ہے کہ یہی دین ہے جو صلاحیّت رکھتا ہے کہ آج تمام اقوامِ عالَم کو ایک ہاتھ پر جمع کرے اور توحید کی لڑی میں پرو دے۔ پس مَیں اِس اہم اور مبارک موقعہ پر بحیثیّتِ امام جماعتِ احمدیہ عالمگیر رُوئے زمین پر بسنے والے اپنے تمام انسان بھائیوں کو اسی دینِ امن اور دینِ توحید کی طرف دل کی گہرائی اور پُرخلوص جذبۂ اخوّت کے ساتھ بُلاتا ہوں۔ ہرچند کہ احمدیت بادیُ النّظر میں ابھی ایک ایسی قوّت کے طور پر نہیں اُبھری جو ایک عالمی انقلاب برپا کرنے کی قدرت رکھتی ہو لیکن ہر صاحبِ بصیرت یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ گزشتہ ایک سَو سال میں شدید مخالفتوں کے باوجود اِس جماعت کی حیرت انگیز عالمی ترقّی کوئی ایسا معمولی واقعہ نہیں جسے نظر انداز کیا جا سکے۔

اِس عرصہ میں جماعتِ احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دُنیا کے ۱۲۰ ممالک میں قائم اور مستحکم ہو چکی ہے اور اس کی ترقّی کی رفتار لحظہ بہ لحظہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی جا رہی ہے اور اِس جماعت کے حق میں وہ سب کچھ رُونما ہو رہا ہے جس کا ایک سَو سال پہلے انسانی تخمینوں کے لحاظ سے کوئی تصوّر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پس یقیناً وہ خدا کی ہی آواز تھی جس نے اِس جماعت کے مستقبل کے بارہ میں بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کو اِن الفاظ میں خبر دی :-

> "مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچّائی ظاہر کر دے گا۔"
>
> ....."مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

اِنہی الٰہی بشارات سے روشنی اور قوّت پا کر بانیٔ سِلسلہ احمدیہ نے بنی نوع

انسان کو یہ عظیم خبر دی کہ :-

"قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشّان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اَور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اَور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دُنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی رُوح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہؤا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اِس مُشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر ایک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں، عنقریب دیکھ لے گا کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔"

(ازالۂ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

سعید بخت ہے وہ انسان جو آسمانی آواز پر کان دھرے اور خدا کے قائم کردہ امام کی دعوت پر لبّیک کہنے کی سعادت پائے۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

اداریہ

خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

اصلاحِ خلق اور اقدارِ اخلاقی و رُوحانی کو رفعت سے ہمکنار کرنے کے لئے خدائے عزّوجلّ کی آغازِ تخلیق سے یہ سُنّتِ مُستمرہ ہے کہ وہ مامورین کو مبعوث فرماتا ہے تا انسان اپنے خالقِ حقیقی سے زندہ تعلق پیدا کرے اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی بجا آوری میں مستعدی پیدا کرے اور رعنائیاں دکھائے اور یہ بھی تقدیرِ ازلی ہے کہ ہر مامور کی بعثت پر مخالفت کا طوفان اُٹھا۔ بُغض و عناد کی تلاطم خیز موجیں اُبھریں اور کبر و نخوت کی سیاہ گھٹائیں بلند ہوئیں۔ گویا مذہبی تاریخ اِس امر پر گواہ ہے کہ یہ دونوں قسم کے گروہ لازم و ملزوم رہے ہیں۔ ہر مامور کے متبعین کا گروہ قرآنی محاورہ کے مطابق ہمیشہ اقلیت میں رہا ہے" قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ" اور اس کے مقابل پر یہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہے کہ معاندین نے ہمیشہ ان کو هٰذِهِ شِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ قرار دیتے ہوئے اکثریت کا نعرہ لگایا ہے لیکن ہر دفعہ خدا تعالیٰ نے ان غریب، بے بس اور نہتوں کا دامن پکڑا اور انہیں مقابل پر آنے والی بڑی بڑی طاقتوں پر غالب کر دیا تا خدا تعالیٰ بتلائے کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

اس سُنّتِ الٰہی کا جو ردِّ عمل عام طور پر ظہور میں آتا ہے قرآن کریم نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ۔ (المومن آیت ۳۵)

اور اِس سے پہلے حضرت یوسفؑ دلائل کے ساتھ تمہارے پاس آچکا ہے مگر تم جو کچھ وہ تمہارے پاس لایا تھا اُس کے بارہ میں شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گیا تو تم نے (مایوسی سے) کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا۔ اسی طرح (اللہ تعالیٰ) ہر حد سے گزرنے والے اور شُبہ میں مُبتلا رہنے والے

کو گمراہ قرار دیتا ہے۔

گویا حضرت یوسف علیہ السّلام کے بعد بھی یہ عقیدہ پیدا ہؤا کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اسی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی اس عقیدے نے دامن پھیلائے جیسے قرآن کریم میں ہے:۔

وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا۔ (الجنّ آیت ۸)

تمام مفسّرین کے نزدیک سورۃ جنّ جس میں یہ آیت نازل ہوئی ہیں جنّ سے مراد نصیبین کے یہودی تھے اور ھُمْ کی ضمیر انہیں کی طرف راجع ہے کہ وہ جنّ (یہودی) بھی یقین رکھتے تھے جس طرح تم یقین رکھتے ہو کہ اللہ کسی کو نبی بنا کر مبعوث نہیں کرے گا۔ گویا اے رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ جس طرح تمہارا یہ گمان تھا کہ اب خدا تعالیٰ کسی کو مبعوث نہیں کرے گا ویسے ہی رِجَالٌ مِّنَ الْجِنِّ کا عقیدہ تھا۔ یہاں فعل ماضی استعمال ہؤا ہے اور ایمان لانے سے پہلے کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے لیکن اب آنے والے پر ایمان لانے سے ان کا یہ خیال باطل ہو گیا اور مزعومہ ختمِ نبوّت کی تشریح غلط ثابت ہو گئی۔

مذہبی دُنیا کے لئے قرآن کریم محک اور کسوٹی ہے۔ قرآن کریم کی بسم اللہ سے لے کر والنّاس تک ایک آیت بھی ایسی نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مذہب کے احیائے نو کو کسی مامور سے وابستہ نہ کیا ہو ہر زمانہ میں مخالفین کی طرف سے آباء و اجداد کے مذہب کے صحیح ہونے کا راگ الاپا گیا۔ کانفرنسوں، تدبیروں اور طاقت سے مامور کے مقابل پر اپنے روایاتی مذہب کو اُبھارنے کی کوشش کی گئی لیکن ہؤا وہی جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔

اُمّتِ محمدیہ میں بھی حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مامور کی بشارت عطا فرمائی جس کے ہاتھ پر شریعتِ حقّہ کا نفاذ مقدّر تھا کیونکہ یہی ایک طریق ازل سے فرق ہائے متفرقہ کو وحدت کی لڑی میں پرونے کا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک صدی قبل تک اس موعود کا شدّت سے انتظار تھا۔ خوف طوالت کے باعث چند جامع مانع اقتباس ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تفہیماتِ الٰہیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ جَلَّ جَلَالُهٗ اَنَّ الْقِيَامَةَ قَدِ اقْتَرَبَتْ وَالْمَهْدِیُّ تَهَيَّأَ لِلْخُرُوْجِ"

کہ مجھے میرے ربّ ذوالجلال نے خبر دی ہے کہ قیامت قریب ہے اور امام مہدی ظاہر ہونیوالا ہے۔

۲۔ خواجہ حسن نظامی مشہور صوفی سجادہ نشین درگاہ نظام الدین اولیاء لکھتے ہیں:۔

"ممالکِ اسلامیہ کے سفر میں جتنے مشائخ اور علماء سے ملاقات ہوئی مَیں نے ان کو امام مہدی

کا بڑی بے تابی سے منتظر پایا۔ شیخ سنوسی کے ایک خلیفہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اسی ۱۳۳۰ھ میں امام ممدوح ظاہر ہوں گے۔"

(اخبار اہلحدیث جنوری ۱۹۱۲ء)

۳۔ شیعہ صاحبان بھی بڑی بے تابی سے منتظر تھے اور ہیں:-

"بیا اے امام صداقت شعار　۔　کہ بگذشت حد از غم انتظار"

(الصراط السوی حصہ اوّل ص ۳۶۳)

کہ اے امام صداقت شعار آجا کہ میں انتظار کے غم میں حد سے گذر گیا ہوں۔

چنانچہ امام مہدی کے لئے ایک زمانہ منتظر تھا۔ ایک عالم اُس کے ظہور کے لئے بے تاب تھا۔ فطرت کی آواز اس کو پکار رہی تھی۔ ایسے شدید انتظار کے جلو میں نوشتۂ الٰہی کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مسیح موعود اور موعود اقوام عالم ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اس موعود کے صدق یا کذب کی بحث اُٹھائے بغیر صرف ضرورتِ زمانہ، الٰہی بشارات اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ایک وجود کو ضرور مبعوث ہونا تھا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت　۔　مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

سُنّتِ اوّلیں کے مطابق ایک گروہِ قلیل نے اپنے زُعم میں زمانے کی پکار کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسبِ بشارات وقت پر جواب سمجھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو سچّا سمجھتے ہوئے اس موعود کو بصدقِ دل و جان قبول کر لیا۔ بزعمِ دگر غلط صحیح لیکن ان کی منتظر نگاہوں کو قرار مل گیا۔ متلاشی رُوحوں کو منزل مِل گئی۔ زمانے کی قیادت کو زمانے کا امام آگیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے لفظ لفظ کو تعبیر مل گئی۔

کیا یہ گروہ خوش نصیب ہے یا اس کے مقابل پر وہ گروہِ کثیر! جس نے عالمی شدّتِ انتظار کو وزن دیئے بغیر اس موعود کو ماننے کی بجائے اس کے خلاف مخالفت کا بازار گرم کر دیا۔ معقولیت کا انداز تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ:-

۱۔ اس موعود کی بعثت کو تسلیم کرتے یا کسی اور مدعی کے وجود کو ثابت کرتے کیونکہ فطرت اور زمانے کی آواز کو خدا تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔

۲۔ شدّتِ انتظار کی کیفیت فکر کے سانچے میں ڈھلتی اور سچے مدّعی کے ظہور کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے خصوصاً اس سیاق میں ان پر لازم تھا کہ اس مدّعی نے تحدّی کی ہے کہ اے مخالفین!

۱۸۔ شریف دوتسا صاحب۔ البانیہ۔ تاریخ شہادت ۱۹۴۶ء

۱۹۔ مصری شہید ان کا نام معلوم نہیں۔

۲۰۔ ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کوئٹہ " ۱۹/اگست ۱۹۴۸ء

تاریخ شہادت اندازاً ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء

۲۱۔ جابد JAID صاحب۔ جماعت چوکناونگ CUKANGKAWUNG مغربی جاوا انڈونیشیا

۲۲۔ سورا SURA صاحب " "

۲۳۔ سائری SAERI " " "

۲۴۔ حاجی حسن HJ. HASAN صاحب " "

۲۵۔ راڈین صالح R. SALEH " " "

۲۶۔ دہلان DAHLAN " " "

۲۷۔ سانوسی SANUSI " " "

۲۸۔ اومو OMO " " "

۲۹۔ تحیان TAHYAN " " "

۳۰۔ شہرومی SAHROMI " " "

۳۱۔ سوما SOMA " جماعت چیانڈام CIANDAM

۳۲۔ جملی JUMLI " " "

۳۳۔ سرمان SARMAN " " "

۳۴۔ اوسون USON " " "

۳۵۔ ایڈوٹ IDOT صاحبہ " "

۳۶۔ اونیہ UNIAH " " "

۳۷۔ صاحبزادہ محمد اکرم خان درانی۔ چارسدہ۔ تاریخ شہادت ۱۰/جنوری ۱۹۵۰ء

۳۸۔ ماسٹر غلام محمد صاحب۔ اوکاڑہ " یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء

۳۹۔ چوہدری بدرالدین " لدھیانوی راولپنڈی " ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۰ء

۴۰۔ چوہدری عبد الغفور " مانسہرہ " ۱۲/ستمبر ۱۹۵۰ء

۴۱۔ عبداللطیف عمر ۷ سال ابن چوہدری عبدالغفور صاحب تاریخ شہادت ۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ء

۴۲۔ چوہدری محمد حسین صاحب گمبٹ ۔خیرپور تاریخ شہادت ۲۲ فروری ۱۹۵۲ء

۴۳۔ ماسٹر منظور احمد 〃 مدرس باغبانپورہ لاہور 〃 ۵ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۴۔ محمد شفیع 〃 مغلپورہ 〃 〃 ۶ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۵۔ جمال احمد 〃 بھاٹی گیٹ 〃 〃 ۶ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۶۔ مرزا کریم بیگ 〃 فلیمنگ روڈ 〃 〃 ۶ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۷۔ ایک احمدی عطار 〃 گندہ انجن 〃 〃 ۸ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۸۔ حوالدار عبدالغفور 〃 ولد الٰہی بخش صاحب 〃 〃 〃

۴۹۔ داؤد جان 〃 افغانستان 〃 فروری ۱۹۵۶ء

۵۰۔ حاجی فضل محمد خان 〃 گاؤں نزد بیواڑ کوتل افغانستان 〃 ۱۹۵۷ء

۵۱۔ محمد احمد 〃 رہ سبز کابل 〃 〃 ۲۹ جون ۱۹۵۷ء

۵۲۔ مولوی عبدالحق 〃 نور کرونڈی خیرپور سندھ 〃 ۱۲ ستمبر ۱۹۶۶ء

۵۳۔ رشید احمد 〃 بٹ تھرپارکر 〃 〃 ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء

۵۴۔ چوہدری شوکت حیات صاحب حافظ آباد 〃 یکم جون ۱۹۷۴ء

۵۵۔ محمد افضل کھوکھر 〃 دہلی کلاتھ ہاؤس گوجرانوالہ 〃 〃

۵۶۔ محمد اشرف کھوکھر صاحب ولد محمد افضل کھوکھر 〃 〃 〃

۵۷۔ سعید احمد خان 〃 〃 〃 〃 〃

۵۸۔ منظور احمد خان خسر محترم سعید احمد خان 〃 〃 〃

۵۹۔ محمود احمد خان ابن منظور احمد خان 〃 〃 〃

۶۰۔ قریشی احمد علی صاحب 〃 〃 〃

۶۱۔ بشیر احمد صاحب ابن مہردین 〃 〃 〃

۶۲۔ منیر احمد 〃 کنگنی والا 〃 〃 ۲ جون ۱۹۷۴ء

۶۳۔ غلام قادر 〃 〃 〃 〃

۶۴۔ عنایت اللہ 〃 〃 〃 〃

۶۵۔ محمد رمضان 〃 کوہلووال 〃 〃 ۴ جون ۱۹۷۴ء

تم اور پھر تمہاری نسلیں اور پھر نسلوں کی نسلیں دعائیں کرتے کرتے تھک جائیں گی لیکن تم کسی کو آسمان سے نازل ہوتا نہیں دیکھو گے۔ اس تحدّی کے کذب کے ثبوت کے لئے خدا تعالیٰ کی غیرت کا بھی تقاضا تھا کہ ایسا شخص جو مجھ پر افتراء کر رہا ہے اس نے یہ تحدّی کی ہے تو میں ضرور سچے مسلمانوں کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اس کی کذب بیانی ثابت کروں اور سچے مدّعی کو بھیجوں۔

لیکن اِن دونوں پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے یکسر مُنہ پھیر لیا۔ آنکھیں بدل گئیں اور ایک نئے عقیدہ نے جنم لیا کہ اب نبی یا مجدّد تو کیا کوئی مصلح بھی دُنیا میں نہیں آسکتا اور اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھے تو وہ دائرۂ دینِ حق سے خارج ہے۔

اب جہاں تک عقیدے کا تعلق ہے تو مسلمانوں اور بزرگانِ سلف کی اکثریت خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام کی آمد پر ایمان لاتی ہے نیز خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحاءِ اُمّت نے آخری زمانہ میں ایک مامور کی پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ اِسی طرح اُمّتِ محمدیہ بزرگانِ سلف حضرت امام باقرؒ، حضرت امام جعفرؒ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ، حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ وغیرہم کو ہادی اور مصلح یقین کرتی ہے۔ اب اُوپر والی تشریح کی رُو سے دو ہی نتیجے نکلتے ہیں:-

۱۔ یا تو مذکورہ بالا تمام بزرگان نعوذ باللہ ہادی اور مصلح نہیں تھے کیونکہ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں آئے یا آئیں گے۔

۲۔ یا اگر مذکورہ بالا سب بزرگان بفضلہ تعالیٰ ہادی اور مصلح تھے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ وضعی قوانین جن پر فخر کیا جاتا ہے اور اُسے کارنامہ سمجھ کر اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے اُن کی رُو سے سب تائید کرنے والے مسلمان کس دائرے میں آتے ہیں؟ فَاعْتَبِرُوْا یَاۤ اُولِی الْاَبْصَارِ۔

اب جبکہ کسی مصلح کی آمد متوقع نہیں تو دینِ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کیسے ہو؟ مایوسی اور قنوطیت زدہ ماحول اِس کا حل یہ نکالتا ہے کہ کوئی مردِ مومن ہمارے اندر سے بیدار ہوگا اور وہ بحیثیتِ مجموعی ترقی کر کے نشأۃِ ثانیہ کے علمبردار بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نظریے نے بھی طِفل تسلّی کا کام دیا اور بے شمار لوگ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اُٹھے اور اپنے آپ کو مردِ مومن ثابت کرنے کی کوشش کی۔ طاقت، حکومت، ہر قسم کے ذرائع، مشائخ کانفرنسیں، سب مکتبۂ فکر کے علماء کے تعاون کی یقین دہانیوں اور ماحول سازگار ہونے کے باوجود بھی صرف زبانی جمع خرچ رہا بلکہ بقول پریس دینِ حق کو مزید نقصان پہنچایا اور اپنی ذات

کے لئے استعمال کیا۔ اور نہ صرف خود ڈوبے بلکہ دوسروں کو بھی لے ڈوبے بقول شخصے ع

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

دراصل یہ ساری کاوشیں اکارت اِس لئے ہو رہی ہیں کہ وہ تخریبی سوچ کا نتیجہ ہیں اور اب ان کے نزدیک اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اسلام اور قرآن کریم کی اشاعت کی بجائے صرف اس مامور اور اس کے متّبعین پر ظلم و تشدّد پر موقوف ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اِس زمانے کی شدید خواہش پر اصلاحِ احوال کے لئے مبعوث فرمایا تھا اور جس کے حصّہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو بلند کرنے اور قرآن کریم کے انوار پھیلانے کی سعادت عملی طور پر آ رہی ہے۔

اب خدا تعالیٰ کے حضور دو قسم کے گروہ اور اُن کے اعمال ہیں۔ ایک طرف اکثریت ہے، طاقت ہے، ذرائع ہیں اور وہ ہر ممکن حربے استعمال کر کے اسلام کو نافذ کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ اسلام کی محبت میں احمدیوں کو بڑی روک سمجھتے ہوئے مٹا دینا چاہتے ہیں اور ظلم و ستم کا کوئی وار ایسا نہیں جو ان پر آزمایا نہ جاتا ہو۔ خدمت اسلام میں احمدیوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنا، ان کے مکانوں کو جلانا، اُن کے اموال کو چھیننا، اُن کے آدمیوں کو قتل کرنا، ان کی خوشیوں میں روکاوٹیں ڈالنا اور ناواجب پابندیاں لگانا خدا کے حضور نذرانے ہیں۔

قطع نظر اس کے کہ خود بانیٔ اسلام حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کا اُسوہ کیا ہے اور مذہبی تاریخ میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی نبی یا اُس کے متّبعین نے ظلم و ستم روا رکھا ہو خواہ ان میں کتنا ہی جوشِ غیرت کیوں نہ ہو بلکہ انبیاء کرام اور اُن کے متّبعین ہمیشہ مظلومیّت کی نشانی رہے ہیں اور یہی مظلومیّت اُن کے لئے خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کو جذب کرتی ہے۔

بہر حال اگر خدا تعالیٰ کی مرضی اس طریقِ کار میں شامل ہوتی اور اس خدمتِ اسلام کو پسند کرتی تو کیوں بار بار ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑتا ہے۔ جو بھی دعوٰی لے کر اُٹھتا ہے وہ غضب کا نشانہ بن جاتا ہے بعد میں آنیوالا تاریخ سے سبق نہیں سیکھتا وہ سمجھتا ہے شاید یہ حربہ مجھ سے پہلوں نے نہیں آزمایا اور وہ ظلم و ستم کے نئے راستے تلاش کرتا ہے کچھ دنوں کے بعد اس کا بھی وہی انجام ہو جاتا ہے۔ ہر آنے والا اپنی طاقت کے نشے میں یہ نہیں سوچتا کہ خدا تعالیٰ کو تو ان کے انداز پسند آنے چاہئیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی محبّت میں اس کے پیارے دین کی اشاعت کی خاطر کام کر رہا ہے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قہری تجلّی ان کو بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔

قرآن کریم نے فرمایا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کہ کیوں قرآن کریم پر غور نہیں کرتے تو اس کا

کیا مطلب ہے ؟ کیا یہ یُونہی حکم ہی تھا اور اُس کے لئے مثال پیش کر کے آزمائش کرنا مقصود نہ تھا کہ انبیاء کی جماعتوں کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے ۔ اگر خدا تعالیٰ کی رضا اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنی ہے تو اس کیلئے مقربین کا گروہ نمونہ ہے اور محبّت وغیرت کے جس قدر بھی شدید جذبات ہوں ہر حال میں سیرتِ انبیاء کا دامن نہیں چھوڑنا ۔ کیسے نبی کی ایک نحیف وبیکس آواز ہوتی ہے جس کو آغاز سے ہی دبانے کی پُوری کوشش کی جاتی ہے لیکن وہ آہستہ آہستہ تکالیف وابتلاء کے پہاڑ جو دراصل اس آواز میں کمی کرنے کے لئے راستے میں آتے ہیں کو عبور کرتی ہے اور اپنی گونج میں اضافہ کرتی چلی جاتی ہے اور یہاں تک کہ پورے عالم کے سازوں پر اس کی ترنگ بجنے لگتی ہے ۔ سوچو توسہی ! کیا یہی حال اُس آواز کا نہیں جو قادیان کی بستی سے بلند ہوئی ۔ آخر وہ کونسی ادا ہے جو اس کی خدا کو پسند ہے کہ احمدیوں کو قتل کیا جاتا ہے تو ان کے نفوس میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے ۔ ان کے گھر جلائے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے اموال میں برکت پر برکت دیتا ہے ۔ ان کو جلاوطن کر کے بے بس اور نہتا کرنے کی کوشش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے غیر متناہی ترقیات کے دروازے کھول دیتا ہے ۔

وہ ایمان جو سینوں میں گڑا ہو کیسے نکل سکتا ہے ۔ وہ کلمہ جو خون میں رچا بسا ہو کیسے سلب کیا جا سکتا ہے ۔ اور وہ درخت جو سارے عالم پر محیط ہو کیسے اکھاڑا جا سکتا ہے ۔

اب یہ دونوں نظارے چشمِ فلک دیکھ رہی ہے ۔ ایک محبّت میں کلمہ کو مٹاتے ہیں اور نوچتے ہیں تو دوسری محبّت میں کلمہ کو حرزِ جان بنا کر اپنے سینوں سے لگاتے ہیں اور اُس کے لئے جانیں دے رہے ہیں ۔ ایک محبّت میں عبادت گاہوں کو مسمار کرتے ہیں تو دوسرے محبّت میں تثلیث اور دہریت کے ظلمت کدوں میں نئی عبادت گاہیں تعمیر کرتے ہیں ۔ ایک محبّت میں قتل کرتے ، اموال لُوٹتے اور گالیاں دیتے ہیں تو دوسرے محبّت میں اُن کے لئے دعائیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہیں ۔ ایک محبّت میں احمدیوں پر ناواجب پابندیاں لگاتے ہیں اور فساد کر کے انسانی حقوق کو غصب کرتے ہیں دوسرے محبّت میں ان پابندیوں کو قبول کرتے اور امن کا پیغام بن کر صبر و شکر کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔

اب دونوں فریق کی محبّت کا معاملہ خدا تعالیٰ کے حضور ہے وہی جانتا ہے کہ اپنے دعویٰ میں کون صادق ہے اور کون کاذب ! اور اِس کا اظہار وہ اپنی تائیدات سے کرتا ہے اور اپنے فضلوں سے اپنے مقربین کو ممتاز کرتا ہے اور اس کے مقابل پہ ہر طاقت کو ناکام کرتے ہوئے نمایاں ترقی عطا فرماتا ہے ۔

احمدیت کی سَو سالہ تاریخ کیا ان فضلوں کو سمیٹنے والی نہیں ہے ۔ اِس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو :-

○ کم وبیش ۱۲۰ ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کلمہ طیّبہ کا وِرد کرنے والے اور رسولِ کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی محبت میں مر مٹنے والے پیدا ہو چکے ہیں۔

— کم و بیش ۵۰ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع ہو چکے ہیں یا اشاعت پذیر ہیں۔

— ۱۱۷ زبانوں میں قرآن کریم، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوبے ہوئے کلام کا مخصوص حصہ تراجم ہو کر کئی سینوں کو منوّر کرنے کا سبب بن رہا ہے۔

— نو صد سے اُوپر بیوت الذکر کی تعمیر ہو چکی ہے جہاں سے خدائے ذوالجلال کی وحدانیت کا اعلان ہوتا ہے۔

— برّاعظم افریقہ میں احمدیت ہسپتالوں اور سکولوں کے ذریعہ انسانیت کی خدمت کر رہی ہے جس پر وہاں کی حکومتیں ممنونیت کے جذبات سے لبریز ہیں۔

— تمام دُنیا میں سیرۃ النبیؐ کے جلسے منعقد کر کے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دیپ جلائے جا رہے ہیں اور ان کی شان اور عظمت کو دلوں میں سجانے کے پروگرام ترتیب دیئے جا رہے ہیں۔
لاکھوں تثلیث کے پرستار، دہریہ اور دیگر مذاہب کے پیروکار حلقہ بگوشِ احمدیت ہو کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود بھیجتے ہیں۔

— تمام عالم میں احمدیت ہی ایک جزیرہ ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے عبادت، دعاؤں، تضرّع اور ابتہال کے معیار کو قائم رکھے ہوئے ہے اور اپنے خدا سے زندہ تعلق قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔

— غرباء کے لئے بیوت الحمد منصوبہ کے تحت سَو مکانات کی تعمیر جس میں سے ۸۰ خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو چکے ہیں۔

کیا خدا تعالیٰ کا اِس غریب اور بیکس جماعت کے ساتھ باوجود ہر طرح کی لگاتار سخت ترین مخالفت کے اِتنے پیار کا سلوک تیرے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی نہیں۔ کیا اِس کو تباہ کرنے کے لئے پے در پے حملوں کے باوجود اس کی نمایاں ترقی ایسی نہیں کہ تیرے سوچ کے دھارے کو تبدیل کر دے۔ اپنے سارے منصوبوں کی ناکامی کے بعد کیا اب بھی کسی کا انتظار ہے۔ اور وہ اب آکر بھی کیا کرے گا کہ مینارۃ المسیح سے پھوٹی ہوئی روشنی نے ہر ملک کے ظلمت کدہ میں عرفانِ الٰہی اور عشقِ محمدیؐ کی قندیل روشن کر دی ہے۔ ع

ہوش کر اے دیدۂ عبرت نگاہ!

امام الکلام

خداتعالیٰ کا ایک خالص گروہ

"یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمیٔ طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دُنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ .... خداتعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقّی دینا چاہا ہے تا دُنیا میں محبتِ الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی رُوح سے قوّت دے گا اور انہیں گندی زلیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے، اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اُونچی جگہ رکھا جاتا ہے دُنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اِس سِلسلہ کے کامل متبعین کو ہریک قِسم کی برکت میں دوسرے سِلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اُس ربِّ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہریک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فَالْحَمْدُ لَهٗ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا۔ اَسْلَمْنَا لَهٗ۔ هُوَ مَوْلٰنَا فِی الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸)

کلام الامام

قطعی اور یقینی بات

"خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور مسیح موعود ..... کے فیض سے ہمارے لئے یہ کتاب کھول دی ہے اور اس میں سے نئے سے نئے علوم ہم پر کھولے جاتے ہیں۔ دُنیا کا کوئی علم نہیں جو (ــــ) کے خلاف آواز اُٹھاتا ہو اور اس کا جواب خدا تعالیٰ مجھے قرآن کریم سے ہی نہ سمجھا دیتا ہو۔ ہمارے ذریعہ سے پھر قرآنی حکومت کا جھنڈا اُونچا کیا جارہا ہے اور خدا تعالیٰ کے کلاموں اور الہاموں سے یقین اور ایمان حاصل کرتے ہوئے ہم دُنیا کے سامنے پھر قرآنی فضیلت کو پیش کر رہے ہیں۔ دُنیا خواہ کتنا ہی زور لگائے۔ مخالفت میں کتنی ہی بڑھ جائے۔ گو دُنیا کے ذرائع ہماری نسبت کروڑوں کروڑ گُنے زیادہ ہیں لیکن یہ ایک قطعی اور یقینی بات ہے کہ سُورج ٹل سکتا ہے۔ ستارے اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں۔ زمین اپنی حرکت سے رُک سکتی ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور (ــــ) کی فتح میں اب کوئی شخص روک نہیں بن سکتا۔ قرآن کی حکومت دوبارہ قائم کی جائے گی پھر دُنیا اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بُتوں یا انسانوں کی پُوجا کو چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے گی اور باوجود اس کے کہ دُنیا کی حالت اس قرآنی تعلیم کو قبول کرنے کے خلاف ہے (ــــ) کی حکومت پھر قائم کر دی جائے گی ایسی طرح کہ پھر اس کی جڑوں کا ہلانا انسان کے لئے ناممکن ہو جائے گا۔ اس شیطان کے برباد کردہ دُنیا کے جنگل میں خدا نے پھر ایک بیج بویا ہے۔ مَیں ایک ہوشیار کرنے والے کی صورت میں دُنیا کو ہوشیار کرتا ہوں کہ یہ بیج بڑھے گا، ترقی کرے گا، پھیلے گا اور پھلے گا اور وہ رُوحیں جو بلند پروازی کا اشتیاق رکھتی ہیں، جن کے دلوں کے مخفی گوشوں میں خدا تعالیٰ کے ساتھ ملنے کی تڑپ ہے وہ ایک دن اپنی مادی خوابوں سے بیدار ہوں گی اور بیتاب ہو کر اس درخت کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے لئے دوڑیں گی تب اس دُنیا کے فساد دُور ہو جائیں گے۔ اس کی تکلیفیں مٹا دی جائیں گی۔ خدا تعالیٰ کی بادشاہت پھر اس دُنیا میں قائم کر دی جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبّت انسان کے لئے سب سے قیمتی متاع قرار پائے گی۔"

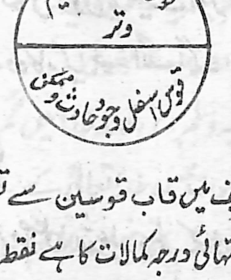
(دیباچہ تفسیر القرآن مؤلفہ حضرت مصلح موعود صفحہ ۳۲۴)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قیام توحید کے لئے عظیم الشان جدوجہد

محترم عبدالسمیع خان صاحب اُستاد جامعہ احمدیہ

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی پھر نزدیک ہوًا (یعنی اللہ تعالیٰ سے) پھر نیچے کی طرف اُترا (یعنی مخلوق کی طرف تبلیغِ احکام کے لئے نزول کیا) پس اسی جہت سے کہ وہ اُوپر کی طرف صعود کرکے انتہائی درجہ قُربِ تام کو پہنچا اور اس میں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا اور پھر نیچے کی طرف اس نے نزول کیا اور اس میں اور خلق میں کوئی حجاب نہ رہا۔ یعنی چونکہ وہ اپنے صعود اور نزول میں اتم و اکمل ہوًا اور کمالاتِ انتہائیہ تک پہنچ گیا اِس لئے دو قوسوں کے بیچ میں یعنی وتر کی جگہ میں جو قطر دائرہ ہے اتم اور اکمل طور پر اس کا مقام ہوًا بلکہ وہ قوس الوہیّت اور قوس عبودیت کی طرف اس سے بھی زیادہ تر جو خیال و گمان و قیاس میں نہیں آسکتا نزدیک ہوًا مثلاً صورت ان دو قوسوں کی یہ ہے



وہی خط جو قطر دائرہ ہے جس کو قرآن شریف میں قاب قوسین سے تعبیر کیا ہے.... وہ ذات مفیض اور مستفیض میں بطور برزخ واقع ہے کہ جو اپنے اخص کمال میں جو انتہائی درجہ کمالات کا ہے نقطہ مرکز دائرہ سے جو وتر قوس کا درمیانی نقطہ ہے مشابہت رکھتا ہے یہی نقطہ تمام کمالات انسانِ کامل کا دل ہے جو قوس الوہیّت و عبودیت کی طرف بخطوط مساویہ نسبت رکھتا ہے.... یہی نقطہ درمیانی ہے جس کو اصطلاحات اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفےٰ نام رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقل اوّل کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔" (سُرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶ تا ۲۲۲)

امام حاکم نے اپنی کتاب "مستدرک" میں حضرت عمر بن الخطاب کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عظیم الشان حدیث درج کی ہے کہ "حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی تخلیق اور الٰہی نفخِ روح کے بعد عرش کی جانب نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے عرش کے کنگروں پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے پاک کلمات نقش کر رکھے ہیں"[1]

یہ واقعہ ساری تاریخِ نبوّت کا خلاصہ اور مرکزی نقطہ ہے۔ اِس کائنات کی بنیادی حقیقت لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ میں بیان کی گئی ہے جو ہزارہا مظہر انبیاء کے سینوں سے ہوتی ہوئی محمدؐ رسول اللہ کے زمانے میں اپنے کمال کو پہنچنا مقدّر تھی اور آسمانوں پر خدا کا یہی فیصلہ تھا کہ جو کام تمام انبیاء اپنی انفرادی حیثیت میں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مل کر بھی نہ کرسکتے تھے وہ اس ایک ذات کے ہاتھوں رونما ہوگا اور اس کی یہ محیّر العقول کامیابی بذاتِ خود اس کے فردِ وحید اور توحیدِ باری تعالیٰ کے مظہرِ اتم ہونے کی ایک زندہ اور ناقابلِ تردید دلیل ہوگی۔

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جائے اور کُل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کرسکتے تھے ان میں وہ دِل اور قوّت نہ تھی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ معاذ اللہ نبیوں کی سُوءِ ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا میں نبیوں کی عزّت و حرمت کرنا اپنے ایمان کا جُزوِ اعظم سمجھتا ہوں لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے ایمان کا جُزوِ اعظم اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی کریم صلعم نے وہ کام کیا جو نہ الگ الگ اور نہ مِل جُل کر کسی سے ہوسکتا تھا"[2]

صرف تئیس سالوں میں

یہاں انسانی عقل سوچتی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قیامِ توحید کی تکمیل کا یہ دور سینکڑوں

---

[1] مستدرک حاکم کتاب التاریخ باب استغفار آدم بحق محمدؐ جلد ۲ صفحہ ۶۱۵۔ حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

[2] الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۲ ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۷۴

نہیں تو بیسیوں سالوں تک تو ضرور پھیلا ہوگا مگر یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہ عرصہ صرف تئیس سالوں پر مشتمل ہے۔

اِس عرصہ میں انسانیت نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالاری میں کثرت سے وحدت اور شرک سے توحید کی طرف جو قدم اُٹھائے ان کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے یُوں لگتا ہے کہ وقت ٹھہر گیا تھا اور انسان کے قدم وقت کی رفتار سے آگے بڑھ گئے تھے یہ بڑا ہی عجیب منظر ہے۔ آنحضرتؐ کی بعثت سے معًا پہلے اور دمِ واپسیں کی دُنیا پر یکجائی نظر دوڑائیں تو انسانیت اپنی زندگی کا سب سے اہم اور سب سے مشکل سفر طے کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ دو مختلف دُنیائیں ہیں جن کے مابین بُعد المشرقین ہے۔ جن کے درمیان سوائے انسان ہونے کے کوئی قدرِ مشترک نہیں۔ ایک طرف اسفل سافلین کی کیفیت ہے اور دوسری طرف احسنِ تقویم کا آسمانی تاج ہے۔ ایک طرف ظلمتوں کا ڈیرہ ہے اور دوسری طرف نور کا ایک سیلاب ہے۔ ایک طرف ہزار ہا بُتوں کی حاکمیت ہے اور دوسری طرف صرف خدائے واحد و یگانہ کی غلامی ہے۔ یہ ساری کایا پلٹ اس پیغامِ توحید کی مرہونِ منّت ہے جو محمد مصطفےٰؐ آسمان سے زمین پر لائے تھے۔ آپؐ کی جدّ و جہد کا نکتہ آغاز بھی توحید تھا اور اس کا حاصل بھی توحید۔ اس بیج کے ایک تناور درخت ہونے اور اس ذرّۂ بے مقدار کے ثریّا بننے کے عمل کا نام حیاتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

مظہرِ اتم الوہیّت

ربِّ قدیر نے آپؐ کو دِل موہ لینے والے حُسن اور غالب آنے والے کردار سے مزیّن کیا تھا جو قیامِ توحید کے لئے اساسی ہتھیار کا کام دیتا تھا۔ آپؐ کو حق تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات کا کامل عرفان بخشا۔ آپؐ نے اتنے قریب سے وہ حُسنِ بے پایاں دیکھا کہ الوہیّت کے بحرِ اعظم میں وہ ذرّۂ بشریّت گُم ہوگیا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بقول

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس قدر خدا میں گُم اور محو ہوگئے تھے کہ آپؐ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپؐ کی موت محض خدا تعالیٰ کے لئے ہوگئی تھی اور آپؐ کے وجود میں نفس، مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا اور آپؐ کی رُوح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گِری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرّہ آمیزش نہیں رہی تھی۔"[1]

---

[1] ریویو آف ریلیجنز جلد اوّل ص۱۷۸

اسی مضمون کو آپ اپنے فارسی کلام میں یوں بیان فرماتے ہیں ؎

شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم
آنچناں از خود جُدا شُد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمالِ اتحاد
پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم [1]

یعنی احمدؐ کی شان کو سوائے خداوندِ کریم کے کون جان سکتا ہے۔ وہ اپنی خودی سے اِس طرح الگ ہو گیا کہ میم درمیان سے گِر گیا۔

وہ اپنے معشوق میں اس طرح محو ہو گیا کہ کمالِ اتحاد کی وجہ سے اس کی صورت بالکل ربِّ رحیم کی صورت بن گئی ہے۔

اِسی لئے آپ سب سے بڑے مؤحد اور صفاتِ باری تعالیٰ کے مظہرِ اتم تھے۔ منفرد اور یگانہ، یکتا وتنہا، بے مثال اور بے نظیر جس کے ساتھ معراج میں ساتویں آسمان سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک کے سفر میں کوئی دوسرا شریک نہ تھا۔ آپؐ وہاں پہنچے جہاں جلوۂ توحید کے سوا اَور کچھ نہ تھا سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"سو جبکہ نفس پاک محمدی اپنے شدّتِ قُرب اور نہایت درجہ صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے الوہیّت سے نزدیک تر ہؤا تو اس ناپیدا کنار دریا میں جا پڑا اور الوہیّت کے بحرِ اعظم میں ذرّہ بشریّت گُم ہو گیا اور یہ بڑھنا نہ مستحدث اور جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہؤا تھا اور ظلّی اور مستعار طور پر اس بات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریریں اس کو مظہرِ اتم الوہیّت قرار دیں اور آئینہ حق نما اس کو ٹھہراویں۔" [2]

یہی خالص اور کامل آسمانی توحید تھی جو آپ نے پوری قوّت اور زور کے ساتھ اِس زمین پر قائم کی۔

دلربا داستان

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قیامِ توحید کی یہ دلرُبا اور سحر آفریں داستان غارِ حرا سے لے کر غارِ ثور تک، مسجدِ حرام سے مسجدِ نبوی تک، شعب ابی طالب سے حنین کے گھمبیر میدانوں تک، جنگِ

---

[1] توضیح مرام صفحہ ۲۳

[2] سُرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷

بدر سے جنگِ تبوک تک اور ازواجِ مطہرات کے حجروں سے لے کر شاہانِ عالم کے درباروں تک پھیلی ہوئی ہے اور اس کا حرف حرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کو سلام کرتے ہوئے گزرتا ہے۔

ربِ جلیل کے اس پہلوان کو اپنے مولیٰ اور اس کی توحید سے جو محبت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے مشہور عیسائی مستشرق ڈاکٹر سپرنگر لکھتا ہے:-

”نبیٔ عربی کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصوّر غالب رہتا تھا۔ اس کو نکلتے ہوئے آفتاب اور برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا دستِ قدرت نظر آتا تھا۔ رعد اور طیور کے نغمات میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی اور سنسان جنگلوں اور پُرانے شہروں کے کھنڈروں میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے۔“[1]

توحید کی تعلیم

یہ وہ یگانہ اور منفرد وجود تھا جو خدا کا سب سے بڑا مقرب تھا جس پر روح القدس کامل ترین تجلّی کے ساتھ نازل ہوا اور خدا نے اپنا پُرزور، ہیبت ناک اور وجد آفرین کلام اس کے ہمراہ کیا جس کے ہر مضمون کی انگلی توحید کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

سیّدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

”سب کتابوں کا مغز قرآن شریف ہے اور قرآن شریف کا مغز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔“[2]

تمام الہامی صحیفوں میں قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس نے اللہ کا اسم ذات بیان کیا ہے یہ پاک نام قرآن میں ۲۷۰۰ سے زیادہ مرتبہ آیا ہے۔ گویا قرآن کی قریباً ہر دوسری آیت میں اللہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ اخلاص کے متعلق تو حضرت اقدس نے بڑی تحدی سے فرمایا ہے کہ:-

> ”رؤف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پکارے گئے ہیں اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات اور تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ اتم الوہیّت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا تھا۔“

”جس قدر سورۂ اخلاص کی ایک سطر میں مضمونِ توحید بھرا ہوا ہے وہ تمام توریت بلکہ ساری

---

[1] بحوالہ برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول ص۲۹ [2] رجسٹر روایات نمبر ۳ ص۱۱۹

بائیبل میں نہیں پایا جاتا اور اگر ہے تو کوئی عیسائی ہمارے سامنے پیش کرے۔"[۱]

قرآن کریم نے صحفِ سماوی کے متبعین کو ان کی کتب سے نقلی دلائل مہیا کئے۔ مشرکین کو ان کے بتوں کی بے بسی اور کم مائیگی کی طرف توجہ دلا کر توحید کا قائل کیا۔

اہلِ نظر کو زمین و آسمان اور دنیا و مافیہا پر غور کرنے کی دعوت کی۔ صاحبان فکر و دانش کو فطرت کی گواہی پیش کی اور انفسی اور آفاقی نشانوں کی طرف بلایا اور ہر قسم کے فساد سے مبرّا ہونے کا نشان پیش کیا۔

ماضی کی تاریخ کے اوراق کھول کھول کر دنیا کے سامنے رکھے اور دکھایا کہ توحید کے فرزند اپنی بے کسی اور بے چارگی کے باوجود ہمیشہ مشرکوں کی بے پناہ افواج پر غالب آتے رہے ہیں اور ان کا غلبہ اس اکیلے اور متصرّف بالارادہ خدا کی ہستی پر دلیل ہے۔ الغرض آپ نے ہر قوم، ہر ملّت اور ہر طبقہ تک یہ سرمدی پیغام پہنچایا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"آپ نے توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا۔ جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بگاڑ لی کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بد اعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیحؑ کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہوگئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا کیونکہ جیسا ان کے اعتقاد کے موافق حضرت عیسیٰؑ کو نہ خدا اور نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہوگئے کیونکہ ان کو بھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید ٹھہرائی گئی۔"[۲]

خدا کی واحدانیت کا یہ اعلان بم کا گولہ تھا جو عرب کے صحرا میں پھٹا اور ایک حشر برپا کر گیا۔ نفرتوں کی آندھی ہے جو ماحول کو تاریک کر کے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکلات و مصائب کے ہاون دستے میں پیس دینا چاہتی ہے مگر اس عاشقِ یارِ ازل کے ہونٹوں پر ایک غیر فانی مسکراہٹ ہے اور وہ ببانگِ دہل اعلان کرتا ہے "بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں

---

[۱] براہین احمدیہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۳ حاشیہ در حاشیہ ۲ ؎

[۲] براہین احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷ ؎

یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اس کی راہ میں دُکھ اُٹھاؤں"۔[۱]

والہانہ شوقِ تبلیغ

چنانچہ کبھی آپ اس کو نوحؑ کی طرح خفیہ اور اعلانیہ تبلیغ کرتے ہوئے دیکھیں گے تو کبھی ابراہیمؑ کی طرح پُرزور دلائل کے ساتھ توحید کا قائل کرتے ہوئے۔ کبھی آپ اسے موسیٰؑ کی طرح جابر سلطانوں کو کلمۂ حق سناتے ہوئے دیکھیں گے اور کبھی خدا کی خاطر دُکھوں کی صلیب اُٹھا کر مقتل کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں گے۔ ایک چومکھی لڑائی ہے جو حضرت محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ساری دُنیا کے بُت پرستوں سے شروع کر چکے ہیں۔

اس رسول کو کوہِ صفا پر دیکھو وہ قریش کو زندگی کا پیغام دیتا ہے اور وہ اس کی موت کی تمنا کرتے ہیں[۲] اسے مکہ کی گلیوں میں دیکھو وہ انسانیت کے لئے بہاروں کا پیامی بن کر آیا ہے اور انہوں نے اس کی راہوں کو خارزاروں میں تبدیل کر دیا ہے[۳] اسے عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز کے بازاروں میں دیکھو وہ انسان کو خدا کے قریب کرنے کے لئے دیوانہ وار پھرتا ہے مگر اسے ہر طرف سے دھتکارا جاتا ہے[۴] اسے ایامِ حج میں لوگوں کے ایک ایک گروہ کے پاس جاتے ہوئے دیکھو وہ کہتا ہے قُوْلُوْٓا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا لوگو توحید کا اقرار کرو تو فلاح پاؤ گے۔ ابولہب جو اس کے تعاقب میں ہے وہ کہتا ہے لوگو اس کی بات نہ سُننا اور ساتھ ہی پتھر برساتا چلا جاتا ہے[۵] توحید کے اس جری شہزادے کو طائف کی وادیوں میں دیکھو وہ انہیں جہنم کا ایندھن بننے سے بچانا چاہتا ہے مگر ان پتھر دلوں نے اس معصوم کو پتھروں سے لہولہان کر دیا ہے۔[۶]

یہ واقعہ توحید کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی لگن اور شجاعت کا پتہ دیتا ہے۔ سر ولیم میور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"محمد کے سفرِ طائف میں عظمت اور شجاعت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ایک تنہا شخص جسے

۱؎ بحوالہ ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۸ ٭

۲؎ بخاری کتاب التفسیر باب وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ٭

۳؎ سیرۃ ابنِ ہشام ذکر بعض مالقی رسول اللہ من قومہ جلد اوّل صفحہ ۳۰۹، ۳۷۶ ٭

۴؎ شرح المواھب للزرقانی جلد اوّل ص۳۰۹ ٭

۵؎ تفسیر رُوح المعانی جلد ۳۰ ص۲۶۔ طبقات ابنِ سعد جلد اوّل ص۲۱۶ ٭

۶؎ طبقات ابنِ سعد جلد اوّل ص۲۱۲ باب ذِکْرُ خُرُوْجِ النَّبِیِّ اِلَی الطَّائِفِ ٭

اس کی قوم نے حقارت کی نظر سے دیکھا اور رَدّ کر دیا وہ خدا کی راہ میں دلیری کے ساتھ اپنے شہر سے نکلتا ہے اور جس طرح یونس بن متّیٰ نینوا کو گیا اسی طرح وہ ایک بُت پرست شہر میں جا کر ان کو توحید کی طرف بُلاتا اور توبہ کا وعظ کرتا ہے"۔[۱]

بُتوں کے پجاری تدبیر کے ترکش سے دھمکی اور تہدید کے آخری تیر بھی نکال لائے اور ابوطالب کے واسطے سے آپ کو انتہائی قدم اُٹھانے کی دھمکی دی تو آپؐ نے فرمایا یہی تو کام ہے جس کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں۔ اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو مَیں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے اور مَیں موت کے ڈر سے اظہارِ حق سے رُک نہیں سکتا۔

"خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی لا کر دے دیں تب بھی مَیں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا اور مَیں اپنے کام میں لگا رہوں گا حتّٰی کہ خدا اسے پورا کر دے یا مَیں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں"۔[۲]

سچ تو یہ ہے کہ وہ جو اپنی زندگی اور موت، اپنا مال اور اولاد، اپنی عزّت و آبرو سب کچھ اپنے ربّ کے نام کر کے اس کی رضا کی جنّتیں خرید چکا ہو وہ ان دھمکیوں سے کیسے ڈر سکتا ہے اور وہ جس کے دل میں توحید کا آفتاب چمک رہا ہو اور جس کی رُوح جمالِ الٰہی کی پُرنور کرنوں سے چندا صفت بن چکی ہو یہ ڈوبنے والے چاند اور سورج اس کے لئے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید سے سچّی محبّت کا یہ کتنا دلکش منظر ہے کہ غیر کے مُنہ سے بھی اس کا اقرار بہت پیارا لگتا ہے چنانچہ آپ اہلِ کتاب کو ہزارہا اختلافات کے باوجود ایک قدرِ مشترک کلمۂ توحید لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه پر اشتراک کی دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں آؤ اس بات پر صلح کر لیں کہ ہم خدائے واحد و یگانہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ایک دوسرے کو غیر اللہ معبود کا درجہ نہیں دیں گے۔

مگر جب وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے تو فرمایا تم جو چاہو کرو ہم تو اپنے خالق و مالک کے کامل فرمانبردار ہیں۔[۳]

۱؎ بحوالہ سیرۃ خاتم النّبیّین جلد اوّل صفحہ ۲۰۷؂

۲؎ سیرۃ ابنِ ہشام جلد اوّل صفحہ ۲۷۸؂

۳؎ سورۃ آلِ عمران آیت ۶۵؂

ستاروں کی کہکشاں

اس شمس روحانی نے اپنی مسلسل تمازت اور تابناکی سے ستاروں کی ایک کہکشاں تخلیق کی۔ انہوں نے توحید کے منادی کی آواز پر لبیک کہی۔ جان دے کر یہ دولت حاصل کرلی اور تمام وجود دے کر یہ لعل خرید لیا۔

پاکباز انسانوں کی یہ جماعت اب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ دیکھو وہ بھاری پتھروں کے نیچے اور جلتے ہوئے انگاروں کے اوپر، گلیوں میں گھسٹتے ہوئے اور سیف و سنان کی جھنکاروں میں بھی اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے ہیں۔ مجھے ایک طرف تو ابوجہل اور ابولہب اور امیہ کے وحشیانہ قہقہے سنائی دیتے ہیں اور دوسری طرف بلالؓ اور خبابؓ اور آلِ یاسر کی بے کسی اور بے چارگی نظر آتی ہے۔ سید سلیمان ندوی نے کیا خوب لکھا ہے:

> عیسائیت کو ایک سولی پر بہت ناز ہے مگر دیکھو کہ اسلام کے دامن میں کتنے مقتل، کتنی سولیاں اور کتنے مذبح خانے ہیں[1]

ظلمتوں کی ہجوم در ہجوم یلغاروں، خارزاروں اور تاریک اور ہیبت ناک جنگلوں سے راستہ بناتی ہوئی کلمۂ توحید کی شعاعیں اب حجاز کی حدود کو چیرتی ہوئی عرب کے کناروں تک پہنچ کر سعید روحوں کو کشاں کشاں درِ محمدی پر لئے آتی ہیں۔ آیئے اس درسگاہِ توحید کا مطالعہ کریں۔

یہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ ہیں جو مکہ کے قریشی طالب علم ہیں۔ یہ تہامہ کے غفار قبیلہ کے ابوذرؓ اور انیسؓ ہیں یہ قبیلہ ازد کے ضمادؓ بن ثعلبہ ہیں یہ خبابؓ بن ارت قبیلہ تمیم کے ہیں ـــــ

یہ قبیلہ دوس کے ابوہریرہؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ ہیں جو عرب کے جنوب میں یمن سے آئے ہیں۔ یہ قبیلہ عبدالقیس کے منقذؓ بن حبان اور منذرؓ بن عائذ ہیں جو عرب کے مشرق میں بحرین سے آئے ہیں۔ یہ ایران کے سلمان فارسیؓ ہیں۔ یہ ترکی کے صہیب رومیؓ ہیں۔ یہ عراق کے حضرت عداسؓ ہیں اور یہ حبشہ کے حضرت بلالؓ ہیں۔

یہ اہلِ کتاب کے مشہور عالم عبداللہ بن سلام اور کعب الاحبار ہیں۔ یہ نصیبین کے پاک دل لوگ ہیں جو ایمان کی دولت پاکر اپنے علاقوں میں لٹا رہے ہیں۔ یہ پیغام اور آگے بڑھتا ہے اور بادشاہوں کے دلوں کو بھی فتح کرتا ہے۔ یہ حبشہ کا بادشاہ اصحمہ نجاشی ہے یہ حدود شام معان کا رئیس فروہ ہے۔ یہ حمیر کا رئیس ذوالکلاع ہے یہ قبیلہ ہمدان کا رئیس عامر بن شہر ہے۔ یہ یمن کا رئیس مرکبود ہے یہ عبید اور جعفر ہیں جو عمان کے

---

[1] خطباتِ مدراس صفحہ ۱۱۱

رئیس ہیں۔

وحدتِ اقوام

مگر دیکھو کہ مؤحدوں کے بادشاہ کے اس دربار میں یہ تمام صاحبِ جبروت اور باعظمت بادشاہ بے خانماں اور کم مایہ غلاموں اور لونڈلوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ امیرو غریب، شاہ و گدا اور آقا و غلام ایک ہی صف میں کھڑے ہیں اور ایک خدا کے سامنے اپنے سر جُھکا رہے ہیں۔ کیا یہ زمین پر توحید کا ایک عجیب منظر نہیں ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ظہور محمد مصطفٰےؐ سے پہلے دُنیا بے شمار بُتوں کے سامنے سرنگوں تھی۔ پتھر سے لے کر خواہشاتِ نفس تک کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو آدمی نے بُت نہ بنا لیا ہو اور ان بُتوں کے پجاری انسانیت کو ان کی بھینٹ چڑھانے میں برابر مصروف تھے مگر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بُتوں کو برباد کر دیا اور انسانیت کو بچا لیا۔ آپ نے صرف مٹی اور پتھر کے بُت نہیں توڑے بلکہ نفس پرستی کے سارے بُت بھی توڑ دیئے۔ آپ نے حِرص و ہوا اور ظلم و تعدّی کے مہیب بُت توڑے رنگ و نسل کے بُت توڑے قوم و ملّت کے بُت توڑے اور عرب و عجم کے جُھوٹے فخر و مباہات کے سارے بُت پاش پاش کر دیئے ہیں اور خدائے واحد کے تمام نام لیواؤں کو رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ کی عملی تفسیر بنا دیا انہیں وحدت کی لڑی میں پرو کر جسدِ واحد بنا دیا۔

رشکِ جنّت

مَیں آپ کو مدینۃ النّبی میں محبت کی لہروں پر سفر کرنے والے گوشت کے اس ٹکڑے کی داستان سناتا ہوں جو بطور تحفہ سات گھروں میں پہنچا مگر ہر ایک گھر نے شدید ضرورت کے باوجود اپنے ہمسایہ کو ترجیح دی اور بالآخر وہ تحفہ وہیں پہنچ گیا جہاں سے چلا تھا۔[1]

اور کیا آپ کو ان نو صحابہؓ کا واقعہ معلوم نہیں جن میں سے ہر ایک نے جان کنی کے عالم میں بھی اپنی پیاس پر بھائی کی ضرورت کو ترجیح دی۔ ایک ایک کر کے سب نے اپنی جان مولیٰ کے سپرد کر دی مگر وحدت کے اس چشمے کی لاج رکھ لی۔[2]

یہ سچی توحید ایک طرف تو امن و آشتی کی شبنم کے ساتھ اور اخوّت کے پھلوں اور پھولوں سے زمین کو رشکِ جنّت بنا رہی تھی اور دوسری طرف اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ کے تحت خدا کے اِذن سے ان ظالموں کو سزا

---

[1] کنز العمال جلد ۳ صـ۱۷۶ باب الھدیۃ [2] بحوالہ تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۰

دی جا رہی تھی جو مذہبی آزادی اور توحید کے قیام کے خلاف ناواجب اور ناروا حربے اختیار کر رہے تھے۔

یہ توحید کی برقی قوت تھی جس نے ان کمزوروں اور نہتوں کے اندر وہ عظیم الشان آگ بھر دی تھی جو ممولوں کو شہبازسے لڑا دیا کرتی ہے۔ اسی میں بدر یوم الفرقان بھی ہے جس نے کفر و شرک کی جڑیں کاٹ دیں[۱]۔ مشرکین مکہ کے گھر گھر میں ایک ماتم برپا کر دیا[۲]۔ اسی میں خیبر کے وہ سنگین قلعے بھی ہیں جنہیں اللہ اکبر کے نعروں کی گونج میں مغلوب کیا گیا[۳]۔

> وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ایک جلالی منزل

اس سحر آفرین داستان کی ایک بہت ہی جلالی اور دلکش منزل فتح مکہ کا وہ مبارک دن بھی ہے جب فاتح عالم دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں خانہ کعبہ میں پہنچے اور خدا کے اس گھر کو بتوں سے پاک کیا[۴]۔ آج حجرِ اسود کے دل کی وہ مراد بر آئی تھی جس کی خاطر وہ آسمان سے زمین پر بھیجا گیا تھا۔ آج کعبہ کی دیواروں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی وہ آواز سنی[۵] جس کی وہ صدیوں سے منتظر تھیں۔

خدا کی قسم!

اگر کائنات کا مقصود محمد مصطفیٰؐ تھا تو محمد مصطفیٰؐ کا مقصود توحید کا قیام تھا جس کی گواہی وادیٔ بطحا کا

۱۔ سورۃ انفال آیت ۸ ۲۔ سیرت ابنِ ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۹۱

۳۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر۔

۴۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح و باب این ذکر النبی الرایہ یوم الفتح،
سیرت ابنِ ہشام جلد ۴ صفحہ ۵۹ باب سقوط اصنام الکعبۃ۔

۵۔ سیرت ابنِ ہشام جلد ۴ صفحہ ۵۶ باب سبب اسلام عتاب۔

ذرہ ذرہ دے رہا ہے ـــــ جس کی گواہی ہندہ یہ کہہ کر دے رہی ہے کہ ہمارے ۳۶۰ خداؤں نے شکست کھائی اور محمد مصطفےٰؐ کا ایک خدا کامیاب ہوا۔[1]

اس کی گواہی وہ ہزاروں روحیں دے رہی ہیں جنہیں شرک کی ایک طویل رات کے بعد توحید کی روشن صبح دکھائی دے رہی ہے اور وہ گروہ در گروہ اور فوج در فوج خدائے واحد کے غلاموں میں شامل ہو رہے ہیں۔[2]

دیکھو کہ وہ توحید جسے اس زمین پر ایک اِنچ جگہ بھی میسّر نہ تھی وہ لاکھوں سینوں پر نقش ہو چکی ہے۔ یہ شمعِ نور ۲۷۴ مربع میل یومیہ کے حساب سے پھیلتی ہوئی حجۃ الوداع کے زمانہ تک ۱۰ لاکھ مربع میل پر بسنے والے انسانوں کو منوّر کر چکی ہے۔[3]

اور اس کی تپش روم اور ایران کی حکومتیں، چین اور ترکستان کی سرزمین، افریقہ کے تپتے ہوئے صحرا یورپ کے کلیسا اور ہندوستان کے بُتکدے بھی محسوس کرنے لگے ہیں۔

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بُتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوُا آپ کے دَم سے اس کا قیام
عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَام

نپولین بونا پارٹ اِس انقلاب کا نظارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ پندرہ سال کے عرصہ میں لوگوں کی کثیر تعداد نے جُھوٹے دیوتاؤں کی پرستش سے توبہ کر لی مٹی کی بنی ہوئی دیویاں مٹی میں ملا دی گئیں۔ بُت خانوں میں رکھی مُورتیوں کو توڑ دیا گیا۔ یہ حیرت انگیز کارنامہ تھا آنحضرتؐ کی تعلیم کا ـــــ اور یہ سب کچھ صرف پندرہ سال کے عرصہ میں ہوا جبکہ ۱۵۰۰ سال میں بھی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اپنی اُمتوں کو صحیح راہ پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے تھے۔[4]

۱۔ خطباتِ محمود جلد اوّل ص ۳۵۳۔
۲۔ سیرۃ ابنِ ہشام جلد ۳ ص ۲۰۵ باب انقیادِ العرب واسلامھم۔
۳۔ عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص ۷۔
۴۔ بحوالہ محمد رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں ص ۳۷۔

ع اس کا ظہور ظہور خدا کا، دکھلایا یوں نور خدا کا
بُت کدہ ہائے لات و منات پہ طاری کر دیا عالم ہُو کا
توڑ دیا ظلمات کا گھیرا دُور کیا ایک ایک اندھیرا
جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا
گاڑ دیا توحید کا پرچم
صلی اللہ علیہ وسلم [1]

غیرتِ توحید

توحید کا یہ شہزادہ اپنی ذات میں بڑا وسیع القلب بڑا بے نیاز ہے مگر خدا کی بڑی غیرت رکھتا ہے اور اس کے نام پر شیرِ ببر کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے ۔۔۔۔

حضرت عائشہؓ گواہی دیتی ہیں ۔۔۔ مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ بِهَا۔[2]

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی قائم کردہ کسی چیز کی حُرمت پامال کی جاتی تو پھر محض خدا کی خاطر انتقام لیتے تھے ۔۔۔۔

تاریخ بتاتی ہے کہ دُنیا کے اس سب سے پاکباز اور معصوم انسان پر ہر قسم کا گند اُچھالا گیا۔ ہر ذلیل بات اس کی طرف منسوب کی گئی مگر وہ چُپ رہا۔ اُحد کے میدان میں دشمنوں نے اپنی عارضی اور بے حقیقت فتح پر ناز کرتے ہوئے نعرے لگائے۔ آنحضرتؐ اور آپؐ کے قریبی ساتھیوں کی موت کا جھوٹا اعلان کر کے خوشیاں منائیں مگر حضورؐ نے صحابہؓ کو جذبات پر قابو رکھنے اور خاموش رہنے کا ارشاد فرمایا لیکن جب ابوسفیان نے خدائے واحد کے مقابل پر اُعْلُ هُبَل کا نعرہ بلند کیا تو حضورؐ کے دل میں ایک حشر برپا ہو گیا اور صحابہؓ سے فرمایا اس کو جواب دو "اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلّ" "اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلّ"۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جو عظمت اور جلال کا مالک ہو۔ اس نے کہا لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہو اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم خدا ہمارا مددگار ہے ہم کسی اور کی مدد نہیں چاہتے مگر یاد رکھو کہ تمہاری مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔[3]

---

[1] کلامِ طاہر صفحہ ۱۵۔ [2] صحیح بخاری کتاب الادب باب یسّروا ولا تعسّروا۔

[3] بخاری کتاب الجہاد۔ مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب۔

کڑے اصول

اسی غیرتِ توحید نے ذاتِ مصطفیٰ ؐ کے لئے احتیاط کے سب سے کڑے اصول قائم کئے کیونکہ گزشتہ انبیاء کی طرح آپ ؐ کے عظیم الشان منصب کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں ممکن تھا کہ نافہم آپ ؐ کی ذات کو شرک کا منبع بنا لیتے۔

مگر آنحضرت ؐ اپنے عاجز بندہ ہونے میں ہی خوشی اور فخر محسوس کرتے تھے اور ہر موقع پہ جہاں جذبات آپ ؐ کی بڑائی کی طرف لے جاتے ہوں اسے خدا کی طرف منتقل کر دیتے تھے اپنی زندگی کی بلکہ تاریخِ مذہب کی سب سے بڑی فتح کے موقعہ پر جب آپ ؐ کی عظمت کے نعرے لگ سکتے تھے آپ ؐ اس حال میں مکہ میں داخل ہوئے کہ آپ ؐ کا سر جھکتے جھکتے اونٹ کے کجاوے سے جا لگا اور سوائے خدا کی عظمت اور کبریائی کے وہاں اور کوئی نعرہ نہ لگا۔[۱]

شرک میں گرفتار قومیں نئی نئی توحید میں داخل ہوئیں تو ایک شخص نے آ کر کہا شاہانِ فارس اور روم کو ان کی رعایا سجدہ کرتی ہے کیا ہم آپ ؐ کو سجدہ نہ کریں؟ فرمایا کہ سجدہ اللہ کے سوا اور کسی کے لئے روا نہیں۔[۲] سجدہ تو درکنار آپ ؐ کو تو مشرکوں سے مشابہت رکھنے والی تعظیم بھی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ صحابہؓ سے فرمایا "لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ" میرے لئے اِس طرح نہ کھڑے ہوا کرو جس طرح عجمی کھڑے ہوتے ہیں۔[۳]

ایک دفعہ آپ ؐ بیمار تھے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے بیٹھ گئے صحابہؓ پیچھے کھڑے تھے انہیں اشارہ کیا کہ تم بھی بیٹھ جاؤ ایسا نہ ہو کہ یہ بات میری خاص تعظیم خیال کی جاوے۔[۴]

توحید کا یہ سبق آپ ؐ جرعہ جرعہ اور گھونٹ گھونٹ کر کے پلا رہے تھے ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے آنحضرت ؐ کے سامنے کہا کہ ماشاء اللہ وماشئت یعنی فلاں معاملہ میں اسی طرح ہو گا جس طرح خدا تعالیٰ چاہے گا یا آپ ؐ چاہیں گے۔ آپ ؐ نے فرمایا اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا کیا تُو نے مجھے خدا کا شریک بنایا ہے یوں کہو کہ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ یعنی وہی ہو گا جو خدائے واحد و یگانہ چاہے گا۔[۵] ایک شخص آپ ؐ کی خدمت میں حاضر

۱۔ مستدرک حاکم جلد ۴ صـ۳۱۷، سیرۃ ابنِ ہشام جلد ۴ صـ۴۸۔

۲۔ بحوالہ فصل الخطاب جلد اوّل صـ۱۸۱۔

۳۔ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلك۔

۴۔ صحیح بخاری کتاب الاذان باب انّما جعل الامام لیؤتمّ به، فصل الخطاب جلد اوّل صـ۱۸۱۔

۵۔ تفسیر ابنِ کثیر جلد اوّل صـ۹۹۔

ہؤا تو آپؐ کی عظمت وجبروت اور خداداد رُعب وجلال کی وجہ سے اس کے کندھے کانپ رہے تھے۔ آپ کی باریک بین نظر نے اسے بھی توحید کے خلاف سمجھا اور فرمایا مجھ سے مت ڈرو میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سُوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔[1]

بشریت کا اظہار

قرآن کریم میں آپؐ کی زبان سے یہ اعلان کیا گیا ہے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰـھُکُمْ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ[2] ـــــ میں صرف تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (فرق صرف یہ ہے کہ) میری طرف یہ وحی نازل کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی (حقیقی) معبود ہے ـــــ

اِس مضمون کو آپؐ بار بار کھول کر بیان کرتے تھے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ۔[3] یعنی میں تمہاری طرح کا ہی ایک انسان ہوں اور اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو۔ پھر فرمایا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْیَاکُمْ[4] تم اپنے دنیاوی معاملات کا علم مجھ سے زیادہ رکھتے ہو۔

آپ روحانی علوم کا دعویٰ رکھتے تھے اور نبوّت کے منصب میں آئندہ خبریں دینا ایک لازمی اور ضروری امر ہے مگر جب اس میں بھی ایک دفعہ بعض عورتوں نے مبالغہ کرتے ہوئے کہا ـــــ وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَافِیْ غَدٍ ـــ یعنی ہم میں ایک رسول ہے جو کل ہونے والی باتیں جانتا ہے تو حضورؐ نے ان کلمات میں بھی شرک کی بُو محسوس کی ان کو فوراً ٹوکا اور فرمایا ایسی باتیں مت کہو جو خلافِ واقعہ ہیں۔[5]

جنگ کے تیرہ وتار لمحوں میں بھی جب گردنیں کٹ رہی ہوتی تھیں اور سینے چھلنی ہو رہے ہوتے تھے اس وقت بھی آپؐ کے دل و دماغ پر قیامِ توحید ہی کا فرض مستولی ہوتا تھا۔ حنین کی تاریک گھاٹی میں جب آپؐ غیر معمولی اور ناقابلِ بیان شجاعت کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ　　اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ[6]

۱۔ شفاء عیاض جلد اوّل صفحہ ۸۲ باب تواضعہ۔　　۲۔ سورۃ الکھف آیت ۱۱۱

۳۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ۔

۴۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ما قالہ۔

۵۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب شھود الملائکۃ بدرًا۔

۶۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ حنین۔

مَیں خدا کا سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں کہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤں مگر میرے اِس فعل کو میری کسی فوق البشر طاقت پر محمول نہ کر لینا۔ مجھے خدا نہ سمجھ لینا مَیں ایک انسان ہی ہوں اور عبد المطلب کی اولاد سے ہوں۔

آخری پیغام

آپؐ زندگی کے آخری لمحات میں بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا وِرد کر رہے تھے اور اپنی ڈوبتی ہوئی سانسوں سے بھی اُمّت کو یہی پیغام دے رہے تھے کہ میری قبر کو شرک کی آماجگاہ نہ بنا لینا جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کو انسان پرستی کا ذریعہ بنا لیا ہے مَیں تو صرف ایک بندہ اور اللہ کا رسول ہوں۔[1]

توحید کی اس فتح کو جو آپؐ کے ساتھ آسمان سے آئی تھی دائمی بنانے کے لئے آپؐ نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ محمّد رسول اللّٰہِ کے کلمات شامل کر دیئے اور ان کو دینِ متین کی بنیاد اور اساس قرار دیا۔[2]

آپ جانتے تھے کہ دُنیا خدا کے ماموروں کا مقام نہ سمجھ کر بگڑے ہوئے زمانوں میں انہیں معبود بنا بیٹھی۔ محمّدٌ رسول اللہ کے الفاظ کے ذریعہ آپ نے اپنی اُمّت کو ہمیشہ کے لئے اس خطرہ سے نجات دے دی۔

امام جماعتِ احمدیہ سیّدنا حضرت مولانا نور الدین اِس مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اِس کلمہ کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا جُملہ اِس لئے لگایا کہ آپ جانتے تھے کہ زمانہ گزشتہ میں جو ہادی دُنیا کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً آئے ایک زمانہ گزرنے کے بعد ان کو معبود بنا لیا گیا۔ اس گند سے دُنیا کو بچانے کے لئے آپؐ نے اس حصّہ کو رکھا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ ایک عبد سمجھیں اور آئندہ چونکہ اس اُمّت میں ولی ہوں گے اِس لئے انہیں بھی کوئی معبود قرار نہ دے لے۔"[3]

پختہ سبق

ساقیٔ کوثر کے ہاتھوں توحید کا بپتسمہ لینے والوں نے یہ سبق خوب ذہن نشین کیا کہ محمّدؐ رسول اللہ قبلہ نہیں قبلہ نما ہیں۔ مقصود بالذات نہیں رہبرِ کامل ہیں۔ منزل نہیں وسیلہ ہیں۔

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب مرض النّبی و شفاء عیاض جلد اول صلا باب تواضعہ۔

[2] صحیح بخاری کتاب الایمان باب دعاؤکم ایمانکم۔ [3] مرقاۃ الیقین صلا۔

ذرا قریب ہو کر ابوبکرؓ کی زبان سے حجرۂ رسول میں گونجنے والا یہ اعلان سُنو کہ

مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ۔[1]

یعنی جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ آپ فوت ہو چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یقین رکھے کہ اللہ زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

یہ اعلان آنحضرتؐ سمیت ہر دوسرے فرد کی غیر طبعی اور مُشرکانہ زندگی کی موت اور خدائے حیّ و قیوم کے لافانی اور ازلی و ابدی ہونے کا غیر مشروط اعلان ہے۔ حضور اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اُمّت سے یہ تاریخی سوال کیا تھا کہ — اَلَاھَلْ بَلَّغْتُ[2] اور آج آپ کی قوم اس کا ناقابلِ تردید عملی ثبوت مہیّا کر رہی تھی۔ یہی وہ آسمانی بادشاہت تھی جس کی مسیح علیہ السلام دیوانہ وار منادی کرتے رہے تھے۔ بنی اسرائیل نے تو موسیٰؑ کی چالیس روزہ غیر حاضری میں بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ مگر محمدؐ عربی کے غلاموں نے آپؐ کی مستقل جدائی پر بھی توحید پر پنجہ مارا اور اسے ہر گز نہ چھوڑا۔

> ایک رات اس عاجز نے اِس کثرت سے درُود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطّر ہو گیا۔ اس رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آبِ زلال کی شکل پر نُور کی مشکیں اِس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تُو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں صلّی اللہ علیہ وسلم۔

سرورِ کائناتؐ نے کس شان اور یقین سے فرمایا تھا اللہ اللہ اصحابی[3] میری طرح میرے صحابہؓ میں بھی تمہیں خدا ہی نظر آئے گا اور خدا کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ

روح او در گفتنِ قولِ بلیٰ اوّل کسے
آدمِ توحید و پیش از آدمش پیوند یار

---

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النّبی۔

[2] صحیح بخاری کتاب المغازی باب حجّۃ الوداع۔

[3] جامع ترمذی ابواب المناقب باب فضل من بایع تحت الشجرۃ۔

ہیچ کس از خبثِ شرک در جہانِ بُت آگہ نشد
ایں خبر شد جانِ احمد را کہ بود از عشق زار
منّتِ اُو بر ہمہ سُرخ و سیاہے ثابت است
آنکہ بہرِ نوعِ انسان کرد جانِ خود نثار [۱]

یعنی قولِ بلیٰ کہنے میں اس کی رُوح سب سے اوّل نمبر پر ہے وہ توحید کا آدم ہے اور آدم سے پہلے ہی محبوبِ ازلی سے اس کا تعلق تھا دُنیا میں کوئی بھی شرک کی نجاست اور بُتوں کی گندگی سے آگاہ نہ تھا صرف احمد کے دِل کو یہ آگاہی ہوئی جو محبّتِ الٰہی سے چُور تھا۔ پس تمام گوری اور کالی قوموں پر اس کا احسان ثابت ہے جس نے نوعِ انسانی کے لئے اپنی جان قربان کر دی ——

حضرت بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

" ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہارِ سچائی کے لئے ایک مجدّدِ اعظم تھے جو گُم گشتہ سچائی کو دوبارہ دُنیا میں لائے اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دُنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اُتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا۔" [۲]

حقیقی آدم

پس بِلا شُبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیّت قائم کرنے کے لحاظ سے آدمِ ثانی بلکہ حقیقی آدم تھے اور اپنی فتحِ نمایاں کی اَبدی یادگار کے طور پر کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو پیچھے چھوڑا ——

آپ نے اس کلمہ کو اذان اور نماز کا حِصّہ بنایا جس کے طفیل ایک طرف پُر شوکت عُبادوں سے بلند و بالا آواز میں توحید کا یہ نعرہ گُونجتا ہے اور دوسری طرف ہلکی آواز میں دِل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جاتا ہے اور زمین کی دَوری گردش کی وجہ سے اس زمین پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آتا جب اس کی بلندیوں اور پستیوں میں خدا کی توحید کا یہ درس جاری نہ ہو یہی وجہ ہے کہ دُنیا کی ہر ایک قوم توحید سے دُور اور مہجور ہو گئی مگر دینِ حنیف

---

[۱] آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۴ [۲] لیکچر سیالکوٹ ص۶

میں چشمۂ توحید جاری رہا۔ اسی نیّرِ توحید نے صدیوں کے بعد بھی اپنی طاقتور شعاعوں سے دیگر مذاہب میں توحید کی انقلابی تحریکوں کو جنم دیا ــــــ

اِسی لئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"آج صفحۂ دُنیا میں وہ شئے کہ جس کا نام توحید ہے بجُز اُمّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اَور کسی فرقے میں نہیں پائی جاتی اور بجُز قرآن شریف کے اَور کسی کتاب میں نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑہا مخلوقات کو وحدانیّتِ الٰہی پر قائم کرتی ہو اور کمالِ تعظیم سے اس سچّے خدا کی طرف رہبر ہو ہر ایک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خدا بنا لیا مگر مسلمانوں کا خدا وہی ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدّل اور اپنی صفتوں میں ایسا ہی ہے جو پہلے تھا۔" [۱]

ایک ہندو لالہ بِشن داس یہ نظّارہ دیکھ کر پکار اُٹھتے ہیں :۔

" آپ نے وحدانیت کا ننھا سا بیج عرب کے ریگستان میں ایسا بویا اور بجائے پانی کے اپنے خونِ جگر سے ایسا سینچا کہ آج وہ اتنا بڑا درخت ہو گیا ہے کہ اس کی شاخیں چار دانگِ عالم میں پھیل گئی ہیں اور کروڑہا روحیں اس کے سایہ میں بیٹھ کر ایک سچّے خدا کی سچّی عبادت کا نہایت ہی لذیذ پھل کھا رہی ہیں۔" [۲]

منارۂ نور

پس لاریب یہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے انسان کو ایک گہری تاریکی میں پایا اور اسے روشنی بخشی۔ آپؐ اُس وقت آئے جب انسان اپنے ربّ سے نا آشنا تھا اور سینکڑوں اور ہزاروں بُتوں کے سامنے اس کی جبین سجدہ ریز رہتی تھی۔ وہ اَدنیٰ اَدنیٰ مظاہرِ قدرت کی پرستش کرتا تھا اور ہر وہ چیز جس کے ادراک سے قاصر رہتا اسے دیوتاؤں اور معبودوں کا درجہ دے دیتا تھا۔ اس کے ارادے محدود اور مقاصد کوتاہ تھے کیونکہ بے جان یا ناچیز مخلوق کی خوشنودی اس کی امیدوں اور تمنّاؤں کی آخری اور سب سے اُونچی چھلانگ تھی۔ انسان سینکڑوں بُت تو اپنے سینہ و دل میں سجائے پھرتا تھا اور شیطانی اور طاغوتی طاقتیں اسے اپنا غلام بنائے ہوئی تھیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس ظلمت کدہ میں منارۂ نور اور سچّی آزادی کے نقیب بن کر آئے۔ آپؐ نے انسان کو ہر قسم کے بُتوں کی غلامی سے چھڑایا اور اسے اس خدائے واحد و یگانہ کا پتہ دیا جو قادر، حیّ و قیّوم اور خالقِ الکل ہے

---

[۱] براہینِ احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ [۲] بحوالہ برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول صفحہ ۲۸

اور اپنی صفات میں ازلی، ابدی اور غیر متغیر ہے۔ وہ دُکھ اُٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے[۱] جو تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور تمام رذائل سے منزہ ہے اور اس کی ذات اور صفات میں کوئی بھی شریک نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

آپؐ نے سچی توحید کو قائم کیا اور خدائے لم یزل ولایزال تک پہنچنے اور اس سے ملنے کی ساری راہیں اور ساری منزلیں طے کر کے انسان کے لئے غیر محدود انعامات کے دروازے کھول دئے جن پر گامزن ہو کر لاکھوں انسان اپنے مولیٰ کے دربار تک جا پہنچے اور سُرخرو ہوئے۔ خدا نے ان کی خاطر کئی دُنیائیں تہ وبالا کر دیں اور کئی دُنیاؤں کو نئی زندگی عطا کی۔

جدّوجُہد جاری ہے

لیکن قیامِ توحید کی خاطر روحِ مصطفویؐ کی جدّوجُہد جاری ہے اور اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ تمام ابنائے آدم اپنے آسمانی واحد خدا کو پہچان کر زمین پر اُمّتِ واحدہ نہیں بن جاتے۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری جسم پر تو موت آچکی ہے مگر اسے یقین کرنا چاہیئے کہ آپؐ کی روحانی زندگی پر فنا کا ہاتھ نہیں چل سکتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آقاؐ کے حضور کتنی سچی بات عرض کی تھی

وَاللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ[۲]

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپؐ پر ہرگز دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ آپؐ اپنی قوّتِ قدسیہ اور روحانی فرزندوں کے ذریعہ زندہ رہیں گے اور زندگیاں عطا کرتے رہیں گے۔ آپؐ کی روحانی توجّہ خلفاءِ راشدین اور مجدّدینِ اُمّت اور اولیاء اللہ کا رُوپ دھار کر توحید کی منادی کرتی رہی اور کر رہی ہے اور ہر نئے چڑھنے والے دن میں توحید کا یہ پیغام نئے علاقے نئی سرزمینیں اور نئے دل فتح کر رہا ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ الہامی نوشتوں کے مطابق یہ صدائے توحید شش جہات میں غالب آئے گی اور ہر دوسری آواز کو خاموش کر دیا جائے گا۔

سُنو سُنو کہ یہ بشارت دل ونظر میں کیا رَس گھول رہی ہے:

"آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جُھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے..... وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں مُلکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی

(باقی صفحہ ۶۸ پر)

---

۱ ماخوذ از کشتی نوح صفحہ ۱۰　　۲ صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ

وکلّ العلمِ فی القرآنِ لٰکن
تقاصرَ عنہُ افہامُ الرجالِ

جماعتِ احمدیّہ اور خدمتِ قرآن

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(محترمہ خواجہ ایاز احمد صاحب اُستاد جامعہ احمدیہ)

"قرآن کریم دس قسم کے نظامِ مُفردات پر مشتمل ہے:

(۱) ایسے مفردات کا نظام جن میں بیانِ وجودِ باری اور دلائلِ وجودِ باری ..... کا بیان ہے۔

(۲) ان مفردات کا نظام جو توحیدِ باری اور دلائلِ توحیدِ باری پر مشتمل ہے۔

(۳) ان مفردات کا نظام جن میں صفات اور افعال اور اعمال اور عادات اور کیفیّاتِ روحانیہ یا نفسانیہ بیان کی گئی ہیں۔

(۴) ان مفردات کا نظام جو وصایا اور تعلیم اَخلاق اور عقائد اور حقوق اللہ اور حقوق العباد اور علومِ حکمیہ اور حدود اور احکام اور اوامر و نواہی اور حقائق و معارف کے رنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل ہدایتیں ہیں۔

(۵) ان مفردات کا نظام ..... کہ نجاتِ حقیقی کیا شئی ہے اور اس کے حصول کے لئے حقیقی وسائل اور ذرائع کیا کیا ہیں۔

(۶) ان مفردات کا نظام ..... کہ اسلام کیا شئی ہے اور کفر اور شرک کیا شئی ہے۔

(۷) ایسے مفردات کا نظام جو مخالفین کے تمام عقائدِ باطلہ کو رَدّ کرتے ہیں۔

(۸) ایسے مفردات کا نظام جو انذار و تبشیر اور وعد اور وعید اور عالمِ معاد کے بیان کے رنگ میں ہیں۔

(۹) ایسے مفردات کا نظام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح اور پاک صفات اور آنجناب کی پاک زندگی کے اعلیٰ نمونہ پر مشتمل ہے۔

(۱۰) ایسے مفردات کا نظام جو قرآن کریم کے صفات اور تاثیرات اور اس کے ذاتی خواص کو بیان کرتے ہیں۔"

(منن الرحمٰن صفحہ ۲۵، ۲۶)

قرآنِ مجید خدا تعالیٰ کی اکمل، عالمگیر اور آخری کتاب ہے۔ صرف اسی نے اپنے کامل اور آفاقی ہونے کا دعویٰ معہ ثبوت پیش کیا ہے۔ فرمایا:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

اور وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا۔

نیز یہ دائمی صداقتیں رکھنے والی اور تا قیامت محفوظ کتاب ہے۔ فرمایا:-

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ۔

اور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

اِس کتاب یعنی قرآن مجید کا آخری، اکمل اور عالمگیر ہونا متقاضی ہے اور اس کا تا قیامت محفوظ اور قابلِ عمل ہونا اِس بات کو مستلزم ہے کہ کُل بنی نوع انسان تک خدا تعالیٰ کا یہ کامل دستورِ فطرت پہنچے۔ اسکے دو ضروری مرحلے یا دو حصے تھے۔ پہلا تو یہ کہ اسے عملی تفسیر اور تعامل کے ذریعہ مستحکم کیا جائے اور دوسرا یہ کہ تمام اکنافِ عالم تک ہر ایک کے محاورہ میں یہ دستورِ فطرت ہر قوم، ہر شخص تک پہنچ جائے۔ خدا تعالیٰ کی خاص مشیت اور حکمت کے ماتحت صاحبِ قرآن حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں قرآن کی عملی تفسیر تو اُسوہ حسنہ کی شکل میں دُنیا کو مل گئی اور تعاملِ صحابہؓ نے اسے مستحکم بھی کر دیا مگر کَآفَّةً لِّلنَّاسِ کی منزل کا حصول آپؐ ہی کے روحانی فرزند، بروزِ کامل اور "اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ" میں آپ ہی کے ظہورِ ثانی کے دَور کے لئے مقدّر کر دیا گیا تھا۔

خدا تعالیٰ نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ کی نوید کے ساتھ یہ خبر بھی دی تھی کہ:-

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔

اِس کی وضاحت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باعلامِ الٰہی یُوں فرمائی تھی کہ:-

یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی فِیْهِ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَ لَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔ (ترمذی ابواب العلم)

اور اس طوفانِ ضلالت کے لئے امید کی شمع لَوْ کَانَ الْقُرْاٰنُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ کی صورت میں جلائی گئی۔ جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ کی مصداق ہے اور قرآن مجید کو جو دُنیا سے اُٹھ گیا تھا ثریا ستارے سے واپس زمین پر لانے کے لئے اسی کو مامور

کیا گیا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کی انہی خدمات کا جائزہ لینا اِس مضمون میں مقصود ہے۔ اِس خدمت کی ابتداء قریباً ۱۸۷۰ء سے اس وقت سے ہوتی ہے جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے دینِ حق کے "سیعود غریباً" ہوجانے کے بعد خدا تعالیٰ کی دی ہوئی غیرت اور توفیق سے تن تنہا دفاعِ دینِ حق کا بیڑہ اُٹھایا اور گویا یہ کہ دینِ حق شکست خوردہ ہونے کے بعد دَم توڑتا نظر آتا تھا اور گویا یہ کہ آپ کے زبردست قوّتِ استدلال براہینِ قاطعہ اور دلائلِ ساطعہ سے یہ ایک عظیم الشّان قوّت بن کر عالَم میں اُبھرا۔

اِس خدمت کو واضح کرنے کے لئے اس زمانے کی صورتِ حال، مذہبی پس منظر اور مذہب سے لگاؤ کی کیفیّت بیان کرنا ضروری ہے۔

مذہبی پس منظر

تاریخِ مذاہب میں اُنیسویں صدی کا آخر اور بیسویں صدی کا آغاز خصوصی اہمیّت کا حامل ہے۔ یہ وہ دَور ہے جبکہ تمام رُوئے زمین پر ایک طرف بڑے بڑے مذاہب کے درمیان گہری سنجیدگی اور انہماک کے ساتھ نظریاتی جنگ لڑی جا رہی تھی اور دوسری طرف احیائے علوم اور تہذیبِ نَو کے نتیجہ میں مذہبی و غیر مذہبی نظریات باہم دگر بڑی شدّت کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔

مذہبی مقابلہ میں عیسائیت، اسلام اور ہندومت کا مجادلہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ ان تینوں مذاہب کی باہمی جنگ کے لئے ہندوستان ہی بہترین اکھاڑہ ثابت ہوسکتا تھا کیونکہ ہندومت یہاں کا قدیم مذہب تھا۔ اسلام یہاں فاتحانہ شان میں داخل ہوا تھا اور صدیوں یہ مذہب حکمران رہا تھا اور ان کے زوال کے بعد عیسائیت کو سیاسی غلبہ دُنیا بھر میں حاصل ہو چکا تھا یا ہو رہا تھا۔ اٹھارھویں صدی کے نصفِ آخر سے سرزمینِ ہند میں ان تینوں مذاہب کے درمیان وسیع پیمانے پر نظریاتی جنگیں لڑی گئیں اور یہ سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں اب تک قائم ہے۔

کاسرِ صلیب کا ظہور

صلیب کے غلبہ اور آریہ سماج کے تابڑ توڑ حملوں کی یہ وہ گھٹا ٹوپ رات تھی جس میں صبحِ امید کی ایک کرن بھی دکھائی نہ دیتی تھی تب یہی شبِ ظلمت لیلۃ القدر بن گئی۔ تب رحمتِ ایزدی نے مسلمانوں کی حالتِ زار پر نظرِ کرم کی۔ دینِ حق کے احیائے نَو اور اقامتِ شریعت کی ایک عظیم الشّان تحریک منصّۂ شہود پر آئی یعنی مطلعِ عالَم پر احمدیت کا روشن سُورج طلوع ہوا۔ تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفوس اور تعلیمِ کتاب و حکمت

کے لئے اوّلین کے بعد "اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ" میں بھی خدا کے وعدہ کے موافق خدا کا مامور مبعوث ہوا۔ جس کا کام "لَوْكَانَ الْقُرْاٰنُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ" تھا۔ یہ حکم وعدل یہ "امامکم منکم" قادیان کی گمنام بستی سے کھڑا ہونے والا وجود باجود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔

آپ نے قرآن کو جو فرسودہ قانون سمجھا جا رہا تھا اور ترقی یافتہ دَور کے تقاضے پُورے کرنے سے قاصر، دستور گردانا جا رہا تھا کی عظمتِ رفتہ کو از سرِ نَو زندہ کرتے ہوئے یہ نوید سُنائی :-

"تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے ..... قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔"
(کشتی نوح بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۹ صہ ۲۷)

اور دوسری طرف قرآن پر حملہ کرنے والوں کو بتایا :-

"دُنیا میں ایک قرآن ہی ہے جس نے خدا کی ذات اور صفات کو خدا کے اس قانونِ قدرت کے مطابق ظاہر فرمایا ہے جو خدا کے فعل سے دُنیا میں پایا جاتا ہے اور جو انسانی فطرت اور انسانی ضمیر میں منقوش تھے۔ عیسائی صاحبوں کا خدا صرف انجیل کے ورقوں میں محبوس ہے اور جس تک انجیل نہیں پہنچی وہ اس خدا سے بے خبر ہے، لیکن جس خدا کو قرآن پیش کرتا ہے اس سے کوئی ذوی العقول میں سے بے خبر نہیں۔ اِس لئے سچّا خدا وہی ہے جس کو قرآن نے پیش کیا ہے۔"
(چشمہ مسیحی بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صہ ۳۵۱ حاشیہ)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے دفاعِ شریعت کی قیادت سنبھالی تو قرآن کریم کی محبّت کا دَم بھرنے والے (لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّا اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ) کے اندھے غار میں گرے پڑے تھے اور شیطان ہر طرح سے لیس ہو کر اپنے پیادے اور سوار اور تمام سامانِ حرب سجا کر رحمٰن کے مقابلہ پر اپنی آخری فیصلہ کُن جنگ لڑنے کے لئے میدان میں کُود چکا تھا۔ آپ نے ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح ہر میدان

میں اسے شکست دی اور وہ دینِ حق جو شکست خوردہ نظر آتا تھا حملہ آور شیر کی طرح بن گیا۔ پہلے یورپ سے عیسائی منادہندوستان کو آتے تھے اب ہندوستان سے نہ صرف یورپ بلکہ دُنیا بھر میں قرآن کے منادی جاکر دلائل و براہین کی تلوار سے فتوحات کے جھنڈے گاڑ چکے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے وَمَنْ يَّسْتَرِقِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا اور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ فرما کر قرآنِ مجید کی معنوی اور لفظی ہر طرح کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ جماعتِ احمدیہ کی خدمتِ قرآن ان دونوں میدانوں میں جاری ہے۔ ایک صدی سے بھی رُبع صدی اُوپر ہونے کو آئی ہے کہ یہ خدمت مسلسل جاری ہے۔ اس کا میدان کارزار ایشیا سے یورپ تک اور افریقہ کے غیر معروف پسماندہ علاقوں سے لیکر امریکہ کے چکا چوند روشن شہروں تک وسیع ہے۔

اِس معنوی و لفظی خدمت کی ذیلی تقسیم یُوں کرسکتے ہیں:۔

معنوی خدمت

۱۔ الہام کے ذریعہ کلام اللہ کی صحیح تفسیر۔
۲۔ قرآنِ مجید اور صاحبِ قرآنؐ پر ہونے والے اعتراضات کا رَدّ۔
۳۔ اپنوں کے غلط عقائد کا رَدّ۔
۴۔ قرآنِ مجید کے ہر زمانہ میں زندہ اور قابلِ عمل کتاب ہونے کا ثبوت۔
۵۔ مُحکم و متشابہ اور ناسخ و منسوخ کی حقیقت۔
۶۔ قرآن کے اوّل تا آخر بار بط اور معجزانہ کلام ہونے کا ثبوت۔
۷۔ قرآن کے ہر حکم اور ہر واقعہ کے پُرحکمت ہونے کا ثبوت۔
۸۔ قرآن و حدیث کے صحیح مقام کی وضاحت۔
۹۔ دیگر کتبِ سماویہ کے مقابلہ میں قرآن کی افضلیّت کا ثبوت۔

لفظی خدمت

۱۔ قرآنِ مجید کی اشاعت اور دُنیا بھر میں تقسیم۔
۲۔ متعدد زبانوں میں تراجم۔

۳۔ ۱۱۷ زبانوں میں منتخب آیات کا ترجمہ۔

اب ہم باری باری ان خدمات کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر پہلو ایسا ہے کہ اس پر ضخیم کتاب مرتب کی جاسکتی ہے لیکن اس جگہ "مُشتے از خروارے" پر ہی اکتفاء کرنا ہوگا۔

۱۔ الہامِ الٰہی کے ذریعہ کلام اللہ کی صحیح تفسیر

عربی زبان اپنی ذات میں ایک وسیع المطالب زبان ہے۔ اور پھر خدا کا کلام ہو ـــــ تو بلا شبہ اس کا درست مفہوم اور مقصود اور صحیح تفسیر خدا تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے ہی ہو سکتی ہے کیونکہ بات کہنے والا ہی اپنے منشاء کو ہر دوسرے سے بہتر جانتا ہے۔ جماعتِ احمدیہ نے خدا داد علم سے قرآنِ مجید کے حقائق و معارف دُنیا کے سامنے رکھے۔ گویا قرآن کے رُخِ زیبا سے حقیقی معنی میں نقاب جماعتِ احمدیہ نے ہی اُٹھایا ہے۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ظہور کے وقت مسلمانوں اور ان کے بالمقابل غیر مذاہب کی جو حالت تھی بیان ہو چکی ہے۔ ایسے نازک دور میں آپ نے ابتداءً مضامین لکھنے شروع کئے جو مختلف اخبارات مثلاً بنگلور کا دس روزہ اخبار "منشورِ محمدی" اور امرتسر کا "سفیرِ ہند" وغیرہ میں چھپتے رہے۔ یہ سلسلہ ۱۸۷۰ء کے قریب شروع ہوا۔ آپ نے اپنی پہلی باقاعدہ تصنیف "براہینِ احمدیہ" شائع فرمائی۔ اس کتاب کا پورا نام ـــــ اَلْبَرَاهِيْنُ الْاَحْمَدِيَّةُ عَلٰى حَقِيْقَةِ كِتَابِ اللّٰهِ الْقُرْاٰنِ وَالنُّبُوَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ ـــــ رکھا اس کے پہلے دو حصے ۱۸۸۰ء میں، تیسرا حصہ ۱۸۸۲ء میں اور چوتھا حصہ ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔ اس میں آپ نے قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے، مکمل کتاب اور بے نظیر ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقتِ نبوت پر تین سو ناقابلِ تردید دلائل سے ثبوت دیا۔ تمام مخالفین کو دعوتِ مقابلہ دیتے ہوئے پیش کردہ دلائل کے ثلث، رُبع یا خمس دلائل پیش کرنے پر دس ہزار روپے کا انعام مقرر کیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے مذاہب کی دُنیا میں قیامت بپا ہوگئی۔ صفِ دشمناں میں تہلکہ مچ گیا۔ دن رات اعتراضات کرنے والے لرزہ براندام رہ گئے۔ اس کتاب نے ہر خاص و عام سے دادِ تحسین وصول کی اور ہر طبقہ نے سندِ قبولیت دی۔ اس زمانہ کے مشہور صحافی مولانا محمد شریف بنگلوری ایڈیٹر "منشورِ محمدی" نے اس کتاب پر یوں تبصرہ کیا:-

> "مدت سے ہماری آرزو تھی کہ علمائے اہلِ اسلام سے کوئی حضرت جن کو خدا نے دین کی تائید اور حمایت کی توفیق دی ہے کوئی ایسی کتاب تصنیف یا تالیف کریں جو زمانہ موجودہ کی حالت کے موافق ہو اور جس میں دلائلِ عقلیہ اور براہینِ نقلیہ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثبوتِ نبوت پر قائم ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ آرزو بھی بر آئی۔

یہ وہی کتاب ہے جس کی تصنیف یا تالیف کی مدت سے ہم کو آرزو تھی ..... بھائیو! کتاب براہین احمدیہ ثبوتِ قرآن و نبوت میں ایک ایسی بے نظیر کتاب ہے جس کا ثانی نہیں مصنف نے اسلام کو ایسی کوششوں اور دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ ہر منصف مزاج یہی سمجھے گا کہ قرآن کتاب اللہ اور نبوت پیغمبرِ آخر الزمان حق ہے ..... جو دلیل ہے بیّن ہے۔ جو برہان ہے روشن ہے۔ آئینۂ ایمان ہے۔ لبِّ لباب قرآن ہے ..... مسلمانوں کے لئے تقویتِ کتاب الجلیل ہے۔ اُمّ الکتاب کا ثبوت ہے۔ بے دین حیران ہے مبہوت ہے۔"

(منشورِ محمدی صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۷ بنگلور ۲۵ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ)

مشہور اہلِ حدیث لیڈر مولانا محمد حسین بٹالوی نے (جو بعد میں بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اوّل المکفرین اور شدید معاند بن گئے) اپنے مشہور ریویو میں لکھا:۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔"

(اشاعت السنہ جلد ۷، ۶ صـ۱۶۹)

پھر لکھا:۔

"مؤلف براہینِ احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے اور مخالفینِ اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدّی کی ہے اور یہ مُنادی اکثر رُوئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت دلائلِ عقلیہ قرآنیہ و معجزاتِ نبوتِ محمدیہ سے (جس سے وہ اپنے الہامات و خوارق مراد رکھتے ہیں) بچشمِ خود ملاحظہ کرلے۔"

(حوالہ مذکور صـ۳۴۸ بحوالہ مسیح موعود اور جماعتِ احمدیہ انصاف پسند احباب کی نظر میں)

دسمبر ۱۸۹۶ء میں لاہور میں ایک "جلسہ مذاہبِ عالم" منعقد کیا گیا۔ پانچ بنیادی سوال جو انسان کے دُنیاوی و اُخروی امور سے متعلق تھے، دے کر ہر مذہب کے عالم کو اپنی الہامی کتاب سے ان کے جواب مع دلائل پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ مسلمانوں میں سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے علاوہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو بھی دعوتِ خطاب دی گئی۔ حضور نے ان سوالات کے قرآنی تعلیم سے ایسے شرح و بسط سے جواب دیئے کہ خود منتظمینِ جلسہ جو غیر مسلم تھے اور تمام سامعین بے اختیار پکار اُٹھے کہ "یہ مضمون سب مضمونوں پر بالا رہا"۔ بعد میں یہ مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے عنوان سے شائع ہوا۔ عنوان ہی اپنے مضمون پر خوب روشنی ڈال رہا ہے۔ اِس مضمون پر صرف ایک رائے پیشِ خدمت ہے۔ اس وقت

کے اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی کے ایڈیٹر نے یکم جنوری ۱۸۹۸ء کی اشاعت میں اِس مضمون پر یُوں تبصرہ کیا:

"ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں اور نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کُل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور عام بڑے بڑے اصول و فروعاتِ اسلام کو دلائلِ عقلیہ سے اور براہینِ فلسفہ سے مبرہن و مزیّن کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الہٰیات کے فلسفہ کو ثابت کرنا اس کے بعد کلامِ الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا ..... مرزا صاحب نے نہ صرف مسائلِ قرآنی کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظِ قرآن کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔"

آپ نے باوجود وقت کی کمی، صحت کی خرابی، جوانی کا دَور گزر جانے اور روز بروز بڑھتی جانے والی بے شمار مصروفیات کے صرف چونتیس سال کے قلیل عرصہ میں چھیاسی کے قریب کتب کا عظیم ذخیرہ جو احکامِ قرآنی کی توضیحات پر مشتمل ہے خلقِ خدا کی راہنمائی کے لئے چھوڑا۔ ان میں سے کئی کتب متعدد مجلّدات اور ضخیم حُجم کی ہیں اور قرآنِ مجید کے حقائق و معارف سے پُر ہیں جن میں سے صرف تفسیر والا حصّہ علیحدہ ۸ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ خاص تفسیر کے رنگ میں صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر تحریر فرمائی۔ نمونۃً اس میں سے صرف ایک بات جو منفرد بھی ہے اور نادر بھی پیش کی جاتی ہے۔ یہ نکتہ اِس سے قبل کسی مفسّر نے پیش نہیں کیا بلکہ آج تک اس کے متضاد بات بیان کر رہے ہیں۔

وہ نکتہ یہ ہے کہ آج تک تمام مفسّرین یہ لکھتے چلے آئے ہیں کہ خدا کا نام اللّٰہ مُشتق ہے اور الاٰلہ سے بنا ہے مگر آپ نے فرمایا کہ جس طرح اس کی ذات لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے اسی طرح اس کا نام بھی مشتق نہیں ہو سکتا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اللّٰہ اسم جامد ہے۔ اس کا معنیٰ صرف اسی علیم و خبیر کو معلوم ہے۔ ہاں اس نے اس اِسم کی طرف اِس آیت (یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ ناقل) میں اشارہ کیا ہے کہ وہ ذات رحمانیت اور رحیمیت کی صفات سے متّصف ہے۔"

(اعجاز المسیح بحوالہ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۱۵)

حضرت مولوی حکیم نورالدین نشأۃِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل (نوّر اللہ مرقدہٗ) کی خدماتِ قرآن تاریخ کا ایک الگ باب ہے۔ آپ کا روزانہ درسِ قرآن جو نہایت عمدہ اور اچھوتی تفسیر پر مبنی ہوتا ہمیشہ جاری رہتا۔ آپ کے علمِ قرآن کی جھلک "تصدیق براہین احمدیہ" اور "نورالدین بجواب ترکِ اسلام" میں

"پہلے راستبازوں کا ایک نمونہ"



حضرت حاجی الحرمین حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی
قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل

بخوبی نظر آتی ہے۔

حضرت مصلح موعود (نوّر اللہ مرقدہٗ) کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ اُمّت کی بشارات بھی موجود تھیں اور حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو آپ کے بارے میں جو خبر دی گئی (جو پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے مشہور ہے) اس میں خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا:۔

"فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ ...."

خدا تعالیٰ نے اپنا فرشتہ بھیج کر آپ کو قرآن مجید کے علوم عطا فرمائے۔ آپ کی بے شمار کتب، مضامین، تقاریر اور خطبات سب قرآنی معارف سے پُر ہیں۔ ہر دفعہ نئے نکات بیان فرماتے۔ آپ کا اکاون (۵۱) سالہ دَورِ امامت تمام کا تمام قرآن کی خدمت میں گزرا اور شاندار بے مثل لٹریچر قرآنی مباحث پر پیدا کیا۔ درس ہائے قرآن، تقاریر، خطبات، تفسیرِ کبیر اور تفسیرِ صغیر یہ سب آپ کے بارے میں الٰہی نوشتوں کی صداقت کا مُنہ بولتا ثبوت ہیں۔ صرف تفسیرِ کبیر (سورۃ بقرہ، سورۃ یونس تا کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء، حج، مومنون، نور، فرقان، شعراء، نمل، قصص، عنکبوت اور آخری پارہ مکمّل دس جلدوں میں) تقریباً چھ ہزار صفحات پر پھیلی پڑی ہے۔

مدیرِ اخبار "زمیندار" جناب مولانا ظفر علی خان صاحب نے معاندینِ احمدیت احرار کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود کی خدماتِ قرآن کا یُوں اعتراف کیا:۔

"کان کھول کر سُن لو! تم اور تمہارے لگے بندھے میرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ میرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا دھرا ہے؟ .... میرزا محمود کے مبلّغ ہیں مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دُنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔"

(ایک خوفناک سازش صفحہ ۱۹۶ بحوالہ کلام اللہ کا مرتبہ اور حضرت مصلح موعود)

آپ کی وفات پر برِّصغیر پاک و ہند کے جیّد عالم، نامور صحافی اور مفسّر جناب مولانا عبدالماجد دریاآبادی نے آپ کی خدمتِ قرآنیہ کو یُوں خراجِ تحسین پیش کیا:۔

"قرآن و علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صِلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح، تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں ان کا ایک

بلند و ممتاز مقام ہے۔" (صدقِ جدید لکھنؤ ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء بحوالہ کلام اللہ کا مرتبہ اور حضرت مصلح موعود)

خلفائے احمدیت نے اپنی تقاریر اور خطباتِ جمعہ کے ذریعہ جماعت اور تمام دُنیا کو وقت کے تقاضوں کے موافق قرآنِ مجید کی روشن تعلیم سے آگاہ کرنے کا سلسلہ شروع سے اب تک جاری رکھا ہے۔ بدلتے حالات کے بدلتے تقاضوں اور نئے پیدا ہونے والے مسائل کا ایسا عمدہ حل ہے کہ لگتا ہے کہ یہ آیت پہلی مرتبہ سُنی ہے۔ حتّٰی کہ بعض دیگر علماء (اور یہ مشاہدہ کی بات ہے) بھی جماعتِ احمدیہ کی تفسیر پڑھ کر خطبات، تقاریر اور درس وغیرہ کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کی ایک عظیم الشان خدمتِ قرآن یہ ہے کہ اس نے تفسیر القرآن کو ایک نیا رُخ، نیا انداز، نیا رُوپ دیا ہے۔ جدید علوم کا قرآن سے موازنہ اور پھر قرآن کو اصل بنا کر ان پر محاکمہ اور کھرے کھوٹے کا امتیاز کر کے تعلیم یافتہ طبقہ کے ساتھ ساتھ دہریت کی طرف مائل طبقہ میں قرآن کا نفوذ کر دیا ہے۔

اصل میں تفسیر القرآن کے کئی ادوار ہیں۔ آخری دَور یہ تھا کہ تفسیر محض منطق، فلسفہ، کلام، فقہ، صَرف، نحو اور اسرائیلیات کی رطب و یابس کے مجموعہ کا نام ہو کر رہ گیا تھا۔ مسلمانوں کا اپنی علمی، اخلاقی اور سیاسی انحطاط کے دَور میں یہ نظریہ بن گیا کہ قرآن کی جو تفسیر گذشتہ بزرگ لکھ گئے بس وہی قرآن کے معارف تھے اب مزید نئی تفسیر کرنا نہ صرف گناہ بلکہ دائرۂ اسلام سے خروج ہے اور یہی ان کی سب سے بڑی غلطی تھی جس کے نتیجہ میں وہ خود ایک جامد راکد قوم بن گئے جس سے ترقی کی استعداد چھن گئی ہو حالانکہ تمام علوم کے موجد خود مسلمان ہی تھے۔

ایک عظیم خدمتِ قرآن جماعتِ احمدیہ کی یہ ہے کہ اس نے مذہب و سائنس کو باہم متضاد و مخالف نہیں موافق ثابت کیا ہے کہ سائنس خدا کے فعل کے علوم کا نام ہے اور مذہب خدا کے قول کے علوم کا نام ہے۔ اور خدا کے قول و فعل میں ہرگز تضاد یا اختلاف نہیں ہو سکتا۔

پھر خلفائے احمدیت اور علماء کرام نے دُنیا بھر کے ممالک کا خود جا کر جائزہ لے کر ان کو قرآن کی شاندار تعلیم سے آگاہ کیا۔ ان کو ان کے اپنے پیدا کردہ مسائل جو طوق کی طرح ان کی گردنوں کا مُستقل ہار بن چکے تھے کا حل بتایا اِس طرح ان کے دِل قرآن کی محبت کے لئے جیت لئے۔

پھر ایک بہت بڑی محرومی مسلمانوں کی یہ تھی کہ انہوں نے خدا کی وحی کو قصّۂ پارینہ قرار دے دیا تھا جبکہ کلامِ الٰہی کی تازہ بتازہ معارف کے ساتھ درست تفسیر تو تازہ کلامِ الٰہی کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ سہرا بھی جماعتِ احمدیہ کے ماتھے کی زینت ہے۔

اب چند نمونے احمدیہ تفسیر کے ایسے پیش ہیں کہ یہ نکات اِس سے قبل کبھی کسی مفسّر نے پیش نہیں

"نور آتا ہے نور"



حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثانی

کئے اور یہ محض "مُشتے از خروارے" ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۱۔ موجودہ سائنس نے علمِ فلکیات میں جو ترقی کی ہے بے شک وہ و اذا السّماء کشطت کا صحیح نظارہ ہے۔ مغربی سائنسدان اس تحقیق پر اتراتے نہیں تھکتے۔ انہوں نے قدیم خیالات یونانی نظریات کے برخلاف کیفیت فلکیات کی بیان کی ہے۔ حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے یہ چیز سورۃ یٰسٓ کی آیت "کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ" سے ثابت فرمائی ہے۔ فرمایا :-

" آجکل کے علمِ ہیئت کے محقّقین جو یورپ کے فلاسفر ہیں جس طرز سے آسمانوں کے وجود کی نسبت خیال رکھتے ہیں درحقیقت وہ خیال قرآن کریم کے مخالف نہیں کیونکہ قرآن نے اگرچہ آسمانوں کو نِرا پول تو نہیں ٹھہرایا لیکن اس سماوی مادہ کو جو پول کے اندر بھرا ہوا ہے صلب اور کثیف اور متعسّر الخرق مادہ بھی قرار نہیں دیا بلکہ ہوا یا پانی کی طرح نرم اور کثیف مادہ قرار دیا ہے جس میں ستارے تیرتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۵ ص۱۳۸ حاشیہ در حاشیہ)

۲۔ سورۃ الذّٰریٰت اور سورۃ المرسلٰت کی ابتدائی آیات کی نہایت لطیف تفسیر کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ :-

" قرآن کریم کی تعلیم کی رُو سے فرشتے نجوم اور شمس اور قمر اور آسمان کے لئے جان کی طرح ہیں اور قیام اور بقا ان تمام چیزوں کا فرشتوں کے تعلق پر موقوف ہے۔"

(حوالہ مذکورہ حاشیہ صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴)

۳۔ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی اور وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ کی بے مثل تفسیر کرتے ہوئے قرآنی قسموں کی فلاسفی بیان فرمائی اور ثابت فرمایا کہ :-

" اللہ تعالیٰ قسم کے لباس میں اپنے قانونِ قدرت کے بعض بدیہات کی شہادت اپنی شریعت کے بعض دقائق حل کرنے کے لئے پیش فرماتا ہے تا قانونِ قدرت جو خدا تعالیٰ کی ایک فعلی کتاب ہے اس کی قولی کتاب پر شاہد ہو جائے اور تا اس کے قول اور فعل کے باہم مطابقت ہو کر طالبِ صادق کے لئے مزید معرفت و سکینت اور یقین کا موجب ہو۔"

(حوالہ مذکور حاشیہ ص۹۸)

۴۔ یورپ کو اپنے "کنڈر گارٹن" طریقۂ تعلیم پر بڑا ناز ہے۔ برسوں کی کاوش اور تحقیق کے بعد یہ طریق اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت مصلح موعود نے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ

کی پُر معارف تفسیر کرتے ہوئے ثابت فرمایا کہ قرآن مجید یہ بات چودہ صدیاں پیشتر بتا چکا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد اوّل زیرِ آیت مذکورہ بالا)

۵۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

" اس عاجز پر کُھلا ہے کہ ابتدائے خلقتِ آدم سے جس قدر آنحضرتؐ کے زمانۂ بعثت تک مدّت گزری تھی وہ تمام مدّت سُورۃ والعصر کے اعدادِ حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس "۔ (ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۸)

۶۔ قرآنِ مجید پر اعتراضات کا ردّ

جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہو چکا ہے کہ جماعتِ احمدیہ کا قیام ہی قرآن کے دفاع اور خدمت کے لئے ہوا ہے نیز اس وقت کے اندرونی و بیرونی حالات کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے مضمون کے آئندہ حصّہ میں بھی اس کا ذکر آتا رہے گا کہ کس طرح جماعت نے اِس فریضہ کو باحسن طور سرانجام دیا۔ اِس جگہ صرف غیروں کا اعتراف ہی پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

۱۔ اِس دَور کے مشہور صحافی مولانا سیّد حبیب صاحب جو ایڈیٹر اخبار "سیاست" تھے نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دعویٔ نبوت کے خلاف اپنی رائے لکھنے کے بعد آپ کی دینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا :۔

" مسلمانوں کے بہکانے کے لئے عیسائیوں نے دینِ حقّہ اسلام پر اور اس کے بانی صلعم پر بے پناہ حملے شروع کر دئے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخری زمانہ نے تین آدمی انکے مقابلہ کے لئے پیدا کئے ..... مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سر سیّد کامیاب نہ ہوئے اِس لئے کہ انہوں نے ہر قسم کے مُعجزے سے انکار کیا اور ہر مسئلہ کو بزعمِ خود عقلِ انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی ..... اُس وقت مرزا غلام احمد قادیانی میدان میں اُترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیّہ کر لیا۔ مَیں مرزا صاحب کے ادّعائے نبوّت کی قلعی کھول چکا ہوں لیکن بقولے کہ " عیب مے جملہ بگفتنی ہنرش نیز بگو" مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس اسلوب کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفینِ اسلام کے دانت کھٹے کر دئے "۔

(تحریکِ قادیان صفحہ ۲۰۷ تا صفحہ ۲۱۱ از سیّد حبیب صاحب)

۲۔ پروفیسر پریتم سنگھ ایم۔ اے اپنی کتاب "ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں" میں مذاہب کے تصادم کا ذکر کر کے لکھتے ہیں :۔

"قادیانی کہتے تھے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور حضرت محمد خاتم النّبیین ہیں۔ اِس کدّ و کاوش کا نتیجہ یہ ہؤا کہ کوئی عیسائی یا مسلمان اب مذہب کی خاطر آریہ سماج میں داخل نہیں ہوتا۔"

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۳۶۴)

۳۔ مشہور لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد نے حضرت بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ کی وفات پر آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے "موتِ عالم" کے عنوان سے لکھا :۔

"غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک، کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون ہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔"

(اخبار "وکیل" امرتسر مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ حضرت مسیح موعود اور جماعتِ احمدیہ انصاف پسند احباب کی نظر میں)

اِسی طرح دینِ محمدی پر اعتراضات کے رَدّ میں حضرت حکیم الامّت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کی کتب "تصدیق براہینِ احمدیہ" اور "نورالدین بجواب ترک اسلام" —— نیز حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی دیگر کتب کے علاوہ تفسیر کبیر تاریخی لٹریچر کا مقام رکھتی ہیں اور محتاجِ تعارف نہیں۔

۳۔ غلط عقائد کا رَدّ

انیسویں صدی میں ایک طرف تو غیر مسلم ہر طرح سے لَیس ہو کر ہر طرف سے اسلام پر ٹوٹ پڑے تھے اور دوسری طرف مسلمان آپس کی تفرقہ بازیوں میں مشغول تھے۔ ظاہر پرست صوفیاء مسئلۂ "وحدت الوجود" اور "وحدت الشہود" کو کمالِ عرفان قرار دے کر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء تھے۔ علماء ہر دوسرے فرقہ کے خلاف فتاویٰ کفر پر کمر باندھے ہوئے تھے۔ اسلام اور قرآن کی حسین کامل تعلیم کو چھوڑ کر متعدد "طرق" بگاڑ کر اپنا لئے تھے۔ قرآنِ مجید کو مختلف رسم الخط میں مختلف روشنائیوں اور سونے کے پانی سے لکھا تو جاتا لیکن صرف نمائشی اور زیبِ طاق بنانے کے لئے۔ قرآن کو موجودہ حالات کے تقاضوں سے غیر موافق قرار دیا گیا۔ قرآن کے اوراق گھوٹ کر بیمار کو بطور علاج پلائے جاتے۔ مُردوں کو قرآن بخشا جاتا اور مولوی پڑھا پڑھایا

قرآن بخش کر اس کی قیمت وصول کرتے۔

قرآن میں خدا کی غلطیاں نکالتے کہ فلاں آیت صرف یا نحو کے قاعدہ کے برخلاف ہے۔ فلاں آیت میں خدا بھول گیا اور تقدیم و تاخیر ہے۔ فلاں آیت منسوخ ہے۔ کسی آیت کو متشابہ قرار دیا اور کسی کے الفاظ کو غیر عربی کہا۔ تفسیر میں اسرائیلیات کی بھرمار تھی۔ عجیب بے سروپا خلافِ عقل و مشاہدہ روایتیں مدارِ علم تھیں۔

ملائکہ کے بارہ میں عجیب و غریب تصورات تھے۔ ملائکہ کو جھوٹا (نعوذ باللہ) اور شیطان کو سچا سمجھتے حتٰی کہ ابلیس کو سردارِ ملائکہ کہتے۔

انبیاء کرام پر بھی بیہودہ الزامات عائد کئے جاتے تھے۔ کسی پر جھوٹ کا الزام لگایا گیا تو کسی پر خدا کی نافرمانی کا۔ کسی پر بے صبری کا الزام لگایا گیا تو کسی پر شہوت پرستی کا۔ کسی پر شرک کا الزام لگایا گیا تو کسی پر ناجائز عشق کا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف ناواجب طور پر صفاتِ الٰہی منسوب کرنا اور سیّد المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی طرح طرح کے الزامات عائد کئے۔

ارکانِ اسلام پر نہ صرف عمل نہ کرتے بلکہ بعض کھلم کھلا ان سے تمسخر کرتے اور خدا پر یقین کو ایک جاہلانہ تصوّر کہتے۔

اور ظلم کی انتہاء یہ کہ اپنے اس سارے قصور کو اور اس تنزل اور انحطاط کو اپنی غلطی نہ مانتے بلکہ تقدیر کا کھیل قرار دے کر خدا کو مجرم کرتے۔ "قد جفّ القلم بما ھو کائن" کو پکڑ کر ہر قسم کی کاوش اور محنت سے دستبردار اور ہاتھ توڑے بیٹھ گئے۔

یہ حالت تھی قرآن اور قرآنی تعلیمات کی۔ قرآن کے زمین سے اُٹھ جانے کی پیشگوئی پوری ہوچکی تھی۔ ان کی اصلاح اور دین کی تجدید مسیح موعود کے ذمّہ تھی۔ آپ نے نہ صرف غلط عقائد کی اصلاح کی بلکہ دُنیا کو خالق اور مخلوق کے درمیان صحیح رشتہ سے آگاہ کیا اور صاف نیّتوں کا خدا سے زندہ تعلق قائم کرا کے معترضین کو دکھا دیا کہ رُوئے زمین پر اگر کوئی کتاب زندہ ہے تو وہ قرآن ہے۔

ایک بہت بڑا غلط عقیدہ جو اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا یہ اپنا لیا گیا تھا کہ دینِ حق اپنی حسین تعلیم کی بدولت نہیں بلکہ تلوار کے زور سے پھیلا۔ "الجہاد فی الاسلام" کے مصنّف مولانا مودودی (جو عصرِ حاضر کے علماء میں شمار کئے جاتے ہیں) نے لکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نصیحت اور تبلیغ سے لوگوں کو قائل کرنے میں ناکام ہو گئے تب تلوار ہاتھ میں لی تو جلد ہی دِلوں پر پڑے ہوئے پردے چاک ہو گئے۔

یہی اعتراض اسلام پر معاندینِ اسلام بڑی شدّ و مدّ سے کرتے ہیں جن میں مسٹر گاندھی، ڈوزی، سمتھ، جارج سیل، پادری فنڈر، ہنری کوپی، ڈاکٹر اے۔ سپرنگر اور واشنگٹن اِرونگ وغیرہ شامل ہیں۔ گویا مسلمانوں نے خود اپنے دشمنوں کا عقیدہ اپنا لیا تھا۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور آپ کے بعد آپ کے جانشینوں کی قیادت میں جماعتِ احمدیہ نے تمام دُنیا میں دعوتِ اِلی اللہ کر کے اور پیار و محبت سے لوگوں کے دِل شریعتِ حقّہ کے لئے جیت کر اِس بات کا عملی ثبوت مہیّا کر دیا کہ شریعتِ حقّہ دَورِ اوّل میں بھی تلوار کے زور سے نہیں پھیلی بلکہ جو سَیفِ بُرّاں استعمال ہوئی وہ دلائلِ واضحہ اور براہینِ ساطعہ کی تھی۔

حضرت مصلح موعود وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اگر یہ دھوکا خوردہ مسلمان اور وہ دشمنانِ اسلام اسی آیت پر غور کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ اسلام جبر کے سراسر خلاف ہے کیونکہ جبر منافقت پیدا کرتا ہے .... اب ظاہر ہے کہ جو مذہب ایسی مذہبی تبدیلی کو جائز بلکہ پسند کرے گا وہ لازماً منافق کو اپنی جماعت کا جُزو سمجھے گا اور اسے کبھی خارج نہیں کر سکتا .... لیکن قرآن کریم تو جیسا کہ اُوپر کی آیات میں بتایا گیا ہے سختی سے ایسے لوگوں کو ملامت کرتا ہے اور ان کی نسبت اعلان کرتا ہے کہ وہ مومن نہیں ہیں۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ جو مذہب منافقوں کو اپنے اندر شامل کرنے کے لئے تیار نہیں اور صرف دل کی تسلّی کے بعد درست عقیدہ رکھنے والے کو اپنا جُزو قرار دیتا ہے وہ زبردستی اور تلوار سے کسی شخص کو نہ اپنے اندر شامل کر سکتا ہے نہ اسے جائز قرار دے سکتا ہے۔" (تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ ۱۶۳)

۴۔ قرآن مجید کے ہر زمانہ میں زندہ اور قابلِ عمل ہونے کا ثبوت

اِس حقیقت سے جماعتِ احمدیہ نے ہی دُنیا کو رُوشناس کرایا کہ قرآن کے معارف پہلے زمانوں تک ختم نہیں ہو گئے بلکہ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی شرط ہو تو یہ زندہ اور سدا بہار درخت کی طرح ہر وقت اپنے پھل تلاش کرنے والوں کو دیتا رہتا ہے۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"جاننا چاہیئے کہ کھُلا کھُلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہلِ زبان پر روشن ہو سکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک آدمی کو، خواہ وہ ہندی ہو یا پارسی یا یوروپین یا امریکن یا کسی اَور ملک کا ہو ملزم و ساکت و لاجواب کر سکتے ہیں وہ غیر محدود معارف و حقائق و علومِ

حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اُس زمانہ کی حاجت کے موافق کُھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلّح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔ اگر قرآن شریف اپنے حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ مُعجزہ تامّہ نہیں ٹھہر سکتا تھا..... کوئی ایسی الٰہی صداقت نہیں نکال سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور جس طرح صحیفۂ فطرت کے عجائب و غرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صُحفِ مطہّرہ کا ہے تا خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔"

(ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۷)

قرآن کریم زندہ درخت کی طرح ہر وقت اپنے تازہ بتازہ پھل دیتا ہے۔ حضرت مصلح موعود نے سورۂ ابراہیم کی آیت اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ .....الخ کی پُر معارف تفسیر کرتے ہوئے یہ حقیقت ثابت کر کے دکھائی ہے۔ فرمایا کہ زندہ کتاب میں زندہ درخت کی طرح (۱) طیّبۃ (۲) اصلھا ثابت (۳) فرعھا فی السّمآء (۴) تؤتی اُکلھا کلّ حین اور (۵) باذن ربّھا ــــ پانچ صفات ہونی ضروری ہیں اور ثابت فرمایا کہ یہ تمام صفات اپنے کمال کے ساتھ صرف قرآن میں پائی جاتی ہیں۔

اور جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ اگر گزشتہ کتب الہامی ہونے کے باوجود محرّف و مبدّل ہو گئیں تو کیا ثبوت ہے کہ قرآن ہمیشہ کسی ایسے بگاڑ سے محفوظ رہے گا ــــ تو اس کا جواب سورۃ الحجر کی آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کی تشریح کرتے ہوئے دیا ہے۔ فرمایا:-

"اس سوال کا جواب خود آیت زیرِ تفسیر کے الفاظ ہی دے رہے ہیں۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ ہم قرآن کی حفاظت کریں گے یا کتاب کی حفاظت کریں گے بلکہ الذّکر کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اس لفظ کو استعمال کر کے حفاظت کے دائرہ کو محدود کر دیا گیا ہے۔ جب تک کوئی کلام الذکر رہے یعنی (۱) ایک طرف تو بندہ اور خدا تعالیٰ کے تعلق کو قائم کرتا رہے (ذکر کے معنے یاد کرنے کے ہیں) اور بندہ کو ایسے مقام پر کھڑا رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں سرشار رہے اور (۲) دوسری طرف اسے ایسا مقام عطا کرے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا رہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی وحی اور نصرت اور امداد بندہ کو حاصل رہے، اس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ ذمّہ لیتا ہے .... وہ (یعنی قرآن۔ ناقل) اب تک الذکر ہے۔ اس پر چل کر آج بھی انسان خدا تعالیٰ کو پا سکتا

ہے …… اور آئندہ کے لئے قرآن کریم میں پیشگوئیاں موجود ہیں کہ جب بھی مسلمان اسلام سے غافل ہوں گے اللہ تعالیٰ مامور بھیجتا رہے گا۔ پس اس وعدہ کی موجودگی میں ہم یقین رکھتے ہیں کہ …… وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔" (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۱، ۲۲)

۵۔ محکم ومتشابہ اور ناسخ ومنسوخ کی حقیقت کا اظہار

جماعت احمدیہ نے قرآن کریم کی جو خدمات سرانجام دی ہیں ان میں سے ایک عظیم الشان خدمت محکم ومتشابہ اور ناسخ ومنسوخ کی حقیقت کا اظہار ہے۔

بعض علماء کی غلط فہمی کے نتیجہ میں مسلمانوں نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ قرآن کی بعض آیات متشابہ ہیں۔ ان کی سمجھ نہیں آسکتی بلکہ ان پر غور کرنے سے شکوک وشبہات میں مزید اضافہ ہی ہوتا ہے —— اور یہ کہ بعض آیات ناسخ ہیں جنہوں نے بعض دوسری آیات کو منسوخ کر دیا ہے۔ گویا گھر کو خود گھر کے چراغ سے ہی آگ لگ گئی۔ مسلمانوں نے خود دشمنوں کے لئے اعتراض اور الزام تراشی کا موقعہ مہیا کیا۔ اور چونکہ خود اس کے قائل تھے انکار کر نہ سکتے۔ جواب بن نہ پڑتا تھا نتیجۃً اسلام سے دل برداشتہ ہو کر منحرف ہوتے جاتے تھے۔

اگر قرآن کی بعض آیات کے بارہ میں کہا جائے کہ ان کا علم صرف خدا کو ہے یا صرف نبی کو تھا اس کے علاوہ نہ کسی کو معلوم ہے اور نہ اسے سمجھ آسکتا ہے تو گویا ایک لایعنی بات قرآن میں مانی ہے اور یہ غیر مسلموں کا ایک بہت بھاری اعتراض قرآن مجید پر تھا۔ پھر اگر یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کی بعض آیات نے بعض دوسری آیات کو منسوخ کر دیا ہے تو امان ہی اٹھ جاتی ہے۔ نہ معلوم کون کون سی آیات منسوخ ہوں اور تدبر کرنے والا یا عمل کرنے والا خواہ مخواہ اپنا وقت اور طاقت ضائع کرتا رہے۔ یہ شبہ خود مسلمانوں کے اپنے دلوں میں بھی کھٹک رہا تھا اور دشمن تو بہرحال دشمن ہوتا ہے موقعہ کی تلاش میں رہتا ہے۔

• تفسیر قرطبی میں سورۃ آل عمران کی آیت (مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ) کی تفسیر میں بعض بزرگوں کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ محکم آیات وہ ہیں جن کا معنیٰ معلوم ہو سکے، جو سمجھ میں آسکیں اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کا نہ کسی کو علم ہے نہ کوئی حاصل کر سکتا ہے۔ ان کا علم خدا نے اپنے پاس ہی رکھا ہے کسی بھی انسان کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔ (تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۹، ۱۰)

• عصرِ حاضر کے مفسر مولانا مودودی نے متشابہ کے بارہ میں لکھا:-

"ایسی آیات کے مفہوم کو متعین کرنے کی جتنی زیادہ کوشش کی جائے گی اتنے ہی زیادہ اشتباہات و احتمالات سے سابقہ پیش آئے گا۔" (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۲۳۴)

منسوخ آیات کی تعداد گیارہ سو تک بیان کی گئی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہیں۔ گویا جس سے جو آیت حل نہ ہوئی اسے متشابہ اور منسوخ قرار دے لیا اور جس نے جو آیت حل کر لی اسے اس زمرہ سے نکال دیا۔ اس طرح کم ہوتے ہوتے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بیس آیات میں نسخ مانا۔ ان کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حل کرنے کی کوشش کی تو اکثر حل کر لیں۔ فرماتے ہیں کہ

"ہماری تحریر کی رُو سے پانچ ہی آیتوں میں نسخ ثابت ہو سکتا ہے۔"

(الفوز الکبیر ص ۳۸ مترجمہ رشید احمد انصاری)

مستشرقین نے اس سے یہ اعتراض بنایا کہ قرآن مجید میں صریح تضاد پایا جاتا ہے جب اسے دور کرنے کی مسلمانوں کو کوئی راہ دکھائی نہ دی تو ناسخ و منسوخ کا ڈھکوسلہ گھڑ لیا۔ یہ ایسا خطرناک اعتراض ہے کہ اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام نہیں قرار پاتا۔

حضرت المصلح الموعود نے مُحکم و متشابہ کے ذکر والی تمام آیات درج کر کے اس مسئلہ کو بخوبی حل کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ محکم و متشابہ کا مطلب اَور تھا جو سمجھا نہیں گیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ متشابہ کے معنی یہ لئے جاتے ہیں کہ جس سے شکوک پیدا ہوں۔ حالانکہ قرآن متشابہ کی یہ تفسیر کرتا ہے: مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ..... (زمر آیت ۲۴) کہ اس کے مضامین نہایت اعلیٰ ہیں۔ جو لوگ اس کتاب کو سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یعنی ان کے قلوب میں خدا کی محبت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ اب بتاؤ! کیا کسی شکّی بات سے اس طرح ہو سکتا ہے؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ متشابہ کا مطلب اَور ہے اور وہ یہ ہے کہ متشابہ کے معنی ہیں "جو دوسری سے ملتی ہو"۔ یعنی متشابہ وہ تعلیم ہے جو پہلی تعلیموں سے ملتی جلتی ہو۔ مثلاً روزہ رکھنا ہے۔ یہ حکم اپنی ذات میں متشابہ ہے کیونکہ یہ تعلیم پہلے بھی پائی جاتی تھی ..... یعنی وہ تعلیماتِ قرآنیہ جو پہلی کتب سے زائد ہیں وہ سب محکم ہیں اور دوسری متشابہ۔" (فضائل القرآن صفحہ ۲۹، ۳۰)

سارے قرآن کو محکم بھی اور متشابہ بھی کیوں کہا گیا؟ فرمایا:۔

" احکام کی مختلف اجناس بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو اسلامی تعلیم بالکل جُدا ہے۔ کسی حصۂ تعلیم میں بھی اس نے اصلاح کو ترک نہیں کیا اور وہ پہلی کتب کے بالکل مشابہ نہیں ہے اسلئے وہ سب محکم ہے۔ لیکن اسی طرح چونکہ سب اصولِ شریعت کا پہلی کتب میں پہلے لوگوں کے

درجہ کے مطابق نازل ہونا ضروری تھا تاکہ پہلے زمانہ کے لوگ بھی اپنے اپنے دائرہ میں تکمیل حاصل کریں اس لئے ہر قسم کے احکام جو قرآن کریم میں ہیں کسی نہ کسی صورت میں پہلی کتب میں بھی موجود ہیں۔" (فضائل القرآن صفحہ ۳۰، ۳۱)

مفسرین نے نسخ فی القرآن کی تین اقسام بیان کی ہیں :-

(۱) قرآن سے الفاظ محو کر دئے جائیں مگر حکم باقی رہے۔ اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ قرآن میں پہلے یہ تھی کہ اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ پھر اس کے الفاظ تو منسوخ ہوگئے مگر یہ حکم ابھی بھی باقی ہے۔

(۲) قرآن میں الفاظ تو قائم رہیں مگر حکم منسوخ ہو۔ مثلاً لا اکراہ فی الدّین منسوخ ہے اب کسی کو جبراً مسلمان کرنا جائز ہے۔

(۳) تیسری قسم ان کے نزدیک یہ ہے کہ الفاظ اور حکم دونوں منسوخ ہو جائیں۔ اس کی مثال میں آیت کوئی نہیں پیش کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ قرآن میں بیت المقدس کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم تھا پھر یہ حکم آیت کے الفاظ سمیت منسوخ ہوگیا۔

ناسخ منسوخ کے اس نازک مسئلہ کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آکر حل فرمایا۔ حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ صرف اسی مسئلہ کو حل فرماتے تو یہی بات آپ کی .... ماموریت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہوتی۔ پھر ان (مزعومہ) تینوں اقسامِ نسخ پر یوں محاکمہ فرمایا کہ ——— یہ بات تو کسی حد تک قابلِ قبول ہوسکتی ہے کہ الفاظ اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے لیکن اگر آیت کا حکم منسوخ کرنا تھا تو الفاظ باقی رکھنے کی یا اگر الفاظ قائم رکھنے تھے تو حکم منسوخ یا معطّل کرنے کی حکمت یا مصلحت کیا ہے؟ اور خدا کا قول بے حکمت باتوں سے منزّہ ہؤا کرتا ہے۔ پس ثابت ہؤا کہ قرآن میں کوئی نسخ نہیں اور آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا اَوْ مِثْلِھَا میں قرآن کے نسخ کا کوئی ذکر نہیں۔ کسی بھی آیت سے بلا تعلق ماقبل یا مابعد کوئی معنی نکالنا جائز نہیں۔ اس جگہ تو یہود کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ جب ہماری شریعت موجود ہے تو پھر نئی شریعت کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ دیا کہ گذشتہ کتب کے بعض حصص اس قابل تھے کہ منسوخ کر دئے جاتے اور بعض احکام مرورِ زمانہ سے لوگوں کو بھول گئے تھے۔ سو ہم نے قابلِ منسوخ احکام کو منسوخ کرکے اور نظر انداز شدہ احکام کو دوبارہ بہتر شکل میں قرآن کی صورت میں نازل کر دیا ہے۔

۶۔ قرآن مجید کے اوّل تا آخر باربط اور باترتیب ہونے کا ثبوت

قرآن مجید پر ایک بڑا داغ یہ لگایا گیا کہ یہ بے ربط اور بے ترتیب کتاب ہے۔ دوسرا حکم پہلے حکم سے نہ ربط رکھتا ہے نہ ترتیب سمجھ آتی ہے۔ مثلاً سورہ بقرہ ہی میں پہلے تین گروہوں کا ذکر ہے، پھر آدمؑ کا، پھر بنی اسرائیل کا، پھر تحویلِ قبلہ کا، پھر قصاص کا۔ علیٰ ہٰذا القیاس مضامین کا غیر مربوط مجموعہ نظر آتا ہے۔

بدقسمتی سے علماء کہلانے والے بعض مسلمان بھی اِس دھوکہ میں مبتلا ہو گئے اور بعض آج تک ہیں۔ اِس اعتراض سے مستشرقین کا مقصد تو یہ تھا کہ اِس طرح وہ قرآن کو خدا کا نہیں بلکہ انسانی ہاتھ کا مرتّب و مدوّن ثابت کر دیں۔ گویا جڑ ہی کاٹ دیں۔ مگر یہ علماء بھی ان کے عنکبوتی جال میں پھنس گئے۔

پھر ایک اعتراض میٹھی چھری کے رنگ میں قرآن پر غیر مسلموں نے یہ کیا کہ یہ ترتیب لمبائی کے اعتبار سے ہے۔ پہلے سب سے لمبی سورتیں پھر اس سے چھوٹی پھر اس سے چھوٹی۔ گویا یہ ترتیب بھی بے حکمت ہے۔ شومیٔ قسمت کہ کئی علماء اِس دام میں بھی آ گئے۔

اِس خطرناک غلطی کا ازالہ بھی اِسی خادمِ قرآن جماعت کے حصہ میں آیا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اِس بارہ میں مبسوط دلائل وشواہد سے ثابت فرمایا کہ "جس طرح اس حکیم کے افعال میں ترتیب مشہود ہو رہی ہے یہی ترتیب اس کے اقوال میں دیکھو گے"۔ نیز فرمایا:۔

"قرآن کریم ظاہری ترتیب کا اشد التزام رکھتا ہے اور ایک بڑا حصہ قرآنی فصاحت اسی سے متعلق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ترتیب کا ملحوظ رکھنا بھی وجوہِ بلاغت میں سے ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت یہی ہے جو حکیمانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے"۔

(تریاق القلوب بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۵۶، ۴۵۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں الرّحمٰن الرّحیم کی ترتیب پر وارد اعتراض کا یہ رَدّ پیش فرمایا کہ:۔

"مرتبہ صفتِ رحیمیّت کا بوجہ خاص ہونے اور مشروط بشرائط ہونے کے مرتبۂ صفتِ رحمانیت سے مؤخر ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اوّل صفتِ رحمانیت ظہور میں آئی پھر بعد اس کے صفتِ رحیمیّت ظہور پذیر ہوئی۔ پس اسی ترتیبِ طبعی کے لحاظ سے سورہ فاتحہ میں صفتِ رحیمیت کو صفتِ رحمانیت کے بعد میں ذکر فرمایا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۴۲۹)

قرآنی سورتوں کی ترتیب بے حکمت ہونے کے رَدّ میں حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں:۔

"درحقیقت قرآنی مضامین کی ترتیب عام کتب کی ترتیب کے مطابق نہیں بلکہ طبعی ترتیب ہے ... . قرآن کریم اس چیز کو جو سب سے پہلے بیان ہونی ضروری ہو بیان کرتا ہے پھر اس کے متعلق انسانی قلب میں پیدا ہونے والے تمام وساوس اور شبہات کا ازالہ کرتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم صہ ۴۹۹)

۷۔ قرآن و حدیث کے صحیح مقام کا بیان

ایک بہت بڑی خرابی جو اس وقت کے باہمی نزاع اور تفرقہ کا سبب بنی ہوئی تھی یہ تھی کہ قرآن و حدیث کا ایک دوسرے سے تعلق کیا ہے؟ ایک فرقہ نے حدیث کو قرآن پر قاضی قرار دیا بلکہ بعض تو احاد روایت سے بھی نسخِ قرآن کے قائل تھے —— اور دوسرا گروہ احادیثِ نبویہ کو جو مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کی سند اپنے ساتھ رکھتی ہیں فالتو بلکہ لغو چیز قرار دے دیا۔

یہ نزاع بھی حَکَم و عدل کے ہاتھوں طے پایا۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ قرآن کریم خدا کا قطعی اور یقینی کلام ہے۔ نہ حدیث اس پر قاضی ہے نہ اس کی ناسخ۔ بلکہ قرآن حدیث پر قاضی ہے۔ ہر وہ حدیث جو قرآن کے موافق ہے اسے ماننا اور اس پر عمل کرنا لازمی ہے۔

نیز فرمایا کہ حدیث سے بھی پہلے سُنّتِ رسول کا درجہ ہے۔ سُنّت وہ متواتر تعامل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو کر آج تک چلا آتا ہے۔

اپنی جماعت کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:-

"ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالفِ قرآن اور سُنّت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سُنّت میں اور نہ قرآن میں مِل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کر لیں کیونکہ اس فقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۹ صہ ۲۱۲)

۸۔ قرآن کے ہر حکم اور ہر واقعہ کے پُر حکمت ہونے کا ثبوت

ہر الہامی کتاب میں گذشتہ اقوام کے حالات و واقعات اور مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔ قرآنِ مجید میں بھی خدا تعالیٰ نے بعض انبیاء اور ان کے مخالفین کے حالات تفصیلاً و اجمالاً ہر طرح بیان فرمائے ہیں ان کی حکمت

گذشتہ مفسّرین نے بھی اپنے طور پر بیان کی ہے مگر وہ ان کو محض ایک تاریخی واقعہ یا زیادہ سے زیادہ موجبِ عبرت قرار دیتے آئے ہیں۔ خدا کی مامور جماعت نے اِس پہلو سے یہ خدمت سرانجام دی ہے کہ یہ احکام و واقعات محض موجبِ عبرت ہی نہیں بلکہ مستقبل کے لئے زبردست پیشگوئیاں بھی ہیں۔

- سورہ کہف میں پہلے اصحابِ کہف، پھر حضرت موسیٰؑ کے اسراء (کشف) اور آخر میں ذوالقرنین کے ذکر کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں کے عیسائیوں پر غالب آجانے کی اور عیسائیوں کی ترقی کے پہلے دَور کے ختم ہو جانے کی پیشگوئی ہے۔ یہ سورہ مکّی ہے اور مکّہ میں مسلمانوں کی حالت انتہائی کمزوری اور بے بسی کی تھی۔ ایسی حالت میں عظیم قوم پر فتح کی پیشگوئی کی جائے اور وہ پوری ہو جائے تو کس قدر ازدیادِ ایمان کا باعث بنتی ہے ــــــ نیز اس کے آخر پر ذوالقرنین کے ذکر میں عیسائیت کی ترقی کے دوسرے دَور کی خبر ہے اور یہ پیشگوئی بھی عظیم الشّان طور پر پوری ہو چکی ہے۔
- سورہ یوسف بھی مکّی ہے۔ اس میں حضرت یوسفؑ کے اپنے بھائیوں سے دُکھ اُٹھانے کے واقعات میں یہ پیشگوئی مُضمر تھی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے بھائیوں (یعنی اپنی قوم) کے ظلم سے تنگ آکر ہجرت کرنی پڑے گی مگر بالآخر آپ کو ان پر فاتحانہ غلبہ نصیب ہوگا۔
- مکّی سورتوں میں سے ایک سورہ مریم ہے۔ اس کے ابتدائی مقطّعات کی تفسیر کرتے ہوئے ثابت فرمایا کہ اس میں تردیدِ کفارہ و الوہیتِ مسیح کے دلائل ہیں۔
- قرآن مجید میں جہاں بھی آدم کا ذکر ہے ساتھ حشر کا ذکر ضرور ہے۔ اس کی حکمت یہ بتائی کہ خلقِ آدم ہی اثباتِ قیامت کی دلیل ہے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد ۴ صـ۵۴)

۹۔ دیگر شرائع کے مقابلہ میں قرآن کی افضلیّت کا ثبوت

جماعتِ احمدیہ نے بدلائل اور عملاً ثابت کر دکھایا کہ آج آسمان تلے صرف یہی ایک زندہ کتاب ہے جو زندہ خدا سے زندہ تعلق قائم کراتی ہے اور باقی تمام کتب اس میدان میں قدم بھی نہیں رکھ سکتیں تو یہی سب سے بڑی شہادت اس کی افضلیّت کی ہے۔

جہاں تک اس کے مضامین اور احکام کا تعلق ہے تو دیگر شرائع سے یہ مقابلہ بھی واضح کر دیا۔ سماجی و معاشرتی احکام ہوں یا تمدّنی، اَخلاقی و اعتقادی امور ہوں۔ مذہبی، روحانی مسائل ہوں یا سیاسی و انتظامی ہر پہلو سے قرآنی تعلیم کو ایسے خوبصورت حقیقی پیرایہ میں بیان کیا کہ ثابت ہو گیا کہ "اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن" تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم

رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے۔" (کشتی نوح صہ ۳۶)

آج جماعتِ احمدیہ نے اتباعِ قرآن کی برکات سے خدا سے ایسا تعلق حاصل کر لیا ہے کہ وہ اسکے معصوم بچوں سے بھی پیار کا تعلق رکھتا ہے اور یہ عملی ثبوت سب سے بڑی دلیل اور شہادت ہے اس بات کی کہ قرآن دیگر تمام شرائع کے مقابلہ پر افضل و اعلیٰ ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کی اتباع سے برکاتِ الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولا کریم سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اُترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مُنہ سے نکلتے ہیں۔" (سُرمہ چشم آریہ صفحہ ۳۰، ۳۱)

مندرجہ بالا خدمات کے علاوہ بھی خدمت کے کئی پہلو اور بھی ہیں جن کا تفصیلی جائزہ لینا مشکل ہوگا۔ مثلاً حضرت اقدس نے عربی زبان میں قرآن کے ایک حصّہ کی تفسیر لکھی اور تمام دُنیا کے علماء کو چیلنج دیا کہ وہ سب اکٹھے ہو کر بھی بلحاظ فصاحت و بلاغت اور بلحاظ بیانِ معارف اس کے مقابل پر تفسیر لکھیں مگر آج تک کوئی اس تحدّی کو قبول نہیں کر سکا۔

پھر ایک پہلو خدمت کا یہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ کی طرف سے مسلسل یہ چیلنج دیا گیا کہ دُنیا کی کوئی صداقت، کوئی علم ہو اسے قرآن سے ثابت کر کے دکھایا جائے گا بلکہ اس پر مزید یہ کہ وہ صداقتیں جو قرآن میں ہیں کسی مذہب کی کتاب میں نہیں۔ مستزاد یہ کہ اگر کوئی صدقِ نیّت سے آکر صحبت میں رہے تو بچشمِ خود صداقتِ قرآن کا تجربہ کر سکتا ہے۔ فرمایا وَکُلُّ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ ـ تَقَاصَرَ عَنْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ ـ

ایک پہلو یہ ہے کہ علمِ کلام میں محک اور مدار صداقت قرآن کو ہی بنایا ہے۔ پھر ایک شاندار خدمت (جس کی توفیق زیادہ وسائل زیادہ مواقع ہونے کے کسی بھی دوسرے شخص، ادارے یا حکومت کو نہیں ملی) یہ ہے کہ تمام اکنافِ عالم میں جماعت کا تبلیغی نظام کام کر رہا ہے جو قرآن کو دُنیا کے کونے کونے تک، ہر شخص تک اسی کی زبان اور محاورہ میں پہنچانے میں دن رات مشغول ہے۔

پھر اس سلسلۂ خدمات کا ایک درخشندہ پہلو جماعت کی ہر دَور میں پہلے سے بڑھ کر مالی و جانی قربانیوں کا ایک لمبا مسلسل سلسلہ ہے جو چلتا چلا جائے گا، انشاء اللہ۔ مال بھی نچھاور کر دیئے اور اس راہ میں جانیں بھی نثار کر دیں ـــــ اس طرح یہ جماعت اپنے اماموں کی قیادت میں اپنے عمل سے اور عملی نمونہ سے قرآن کو، ہاں اسی قرآن کو جو دُنیا سے اُٹھ کر ثریّا ستارے پر چلا گیا تھا زمین پر یعنی قلوب کی پاکیزہ زمین پر قائم و دائم کئے ہوئے ہے اور یہی معنیٰ ہے اس حدیث کا کہ مسیح موعود ایمان کو، علمِ حقیقی کو اور قرآن کو ثریّا ستارے سے زمین پر اُتار لائے گا۔

لفظی خدمت

معنوی خدمت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی جو لفظی خدمت جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ ہوئی ہے وہ سُنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ کوئی ابتلاء کا دَور نہ اس میں روک بن سکا اور نہ وقفہ ڈال سکا۔ ابتلاء کی ہر رات کے طلوع ہونے والی روشن تر صبح ترقی اور پہلے سے بڑھ کر خدمات کا تحفہ لے کر آئی۔ اور دُنیا نے دیکھا کہ یہ شِرْ ذِمَۃٌ قَلِیْلُوْنَ ثباتِ قدم سے آگے بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

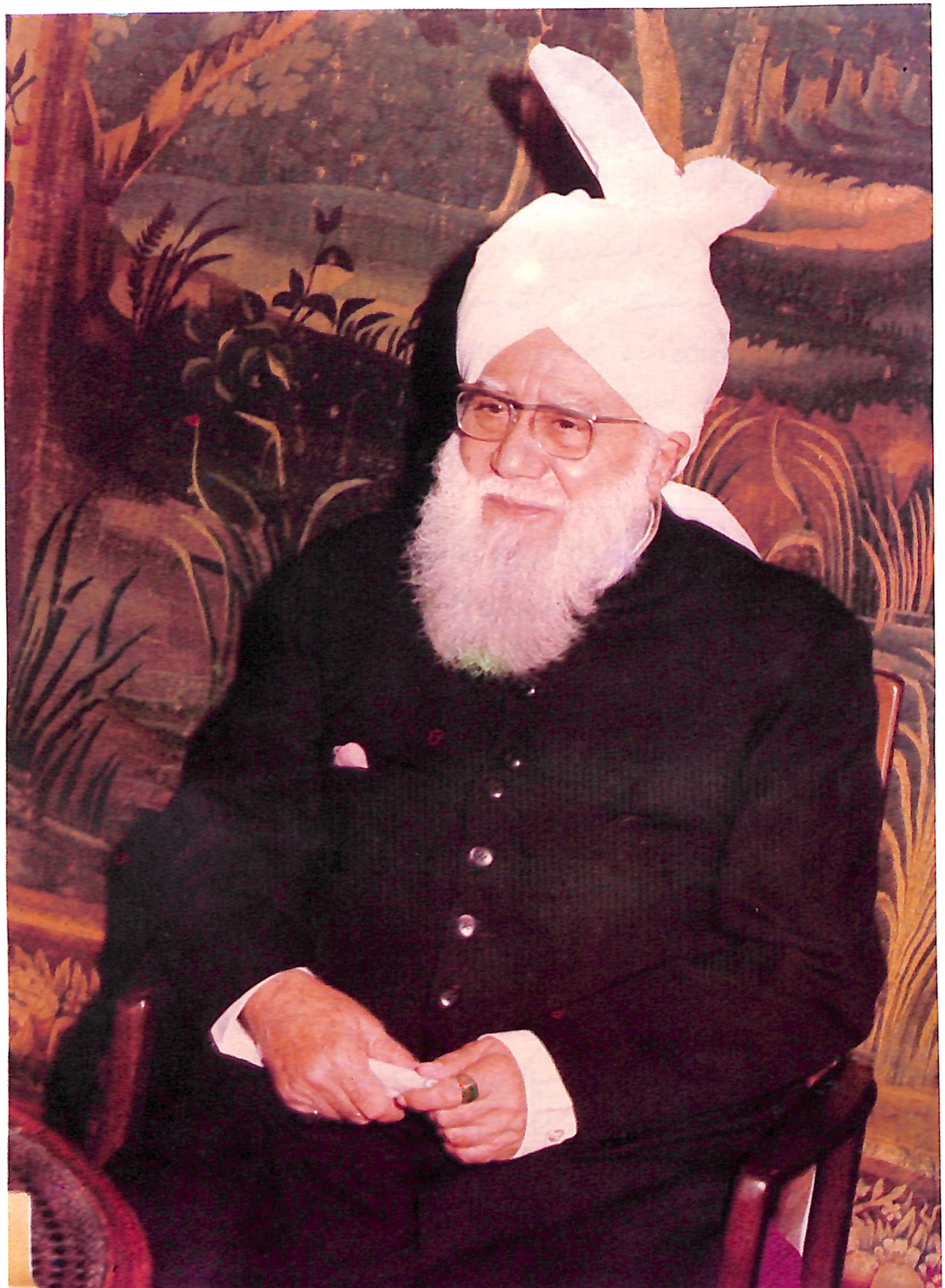
۱۔ اشاعتِ قرآن اور دُنیا بھر میں تقسیم

جماعتِ احمدیہ کے تیسرے امام جب ۱۹۷۰ء میں مغربی افریقہ کے دَورے پر تشریف لے گئے تو وہاں آپ یہ دیکھ کر بہت فکرمند ہوئے کہ ہر ہوٹل، ہر ریسٹ ہاؤس میں بائیبل کے نسخے اِس غرض سے مہیّا کئے گئے ہیں کہ قیام کرنے والے ان سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ یہ صورتِ حال آپ کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ نے بِلا توقّف اِس چیلنج کو قبول فرمایا اور فیصلہ کیا کہ مغربی افریقہ کے جن ممالک کا آپ نے دَورہ کیا ہے ان کے ہر ہوٹل اور ہر ریسٹ ہاؤس میں قرآن مجید (مع انگریزی ترجمہ) کے نسخے مہیّا کئے جائیں۔ آپ نے جماعت کو یہ پروگرام دیا کہ آئندہ چند سال میں دُنیا کے ہر حصّہ میں قرآن مجید کے دسؔ لاکھ نسخے تقسیم کر دیئے جائیں تاکہ ہر قوم، ہر رنگ و نسل کے لوگ اس سے مستفیض ہو سکیں چنانچہ اکتوبر ۱۹۷۱ء سے اس پر عمل شروع ہو گیا اور اب تک جاری ہے۔

اِس منصوبہ کے ابتدائی مرحلہ کے طور پر صرف دُو سال میں ایک لاکھ نسخے قرآنِ عظیم کے دُنیا میں تقسیم کئے گئے۔ یہ تقسیم انفرادی رنگ میں بھی تھی یعنی بعض خاص خاص افراد تک جا کر انہیں تحفہ پیش کیا گیا مثلاً بعض ممالک کے سربراہان، گورنر اور سفراء، مذہبی و سماجی شخصیتیں ——— اور یہ تقسیم اجتماعی انداز سے بھی تھی مثلاً ہوٹل، ریسٹ ہاؤس، ادارے، سکول، کالج اور بڑی و چھوٹی لائبریریاں وغیرہ سب جگہ یہ تحفے رکھوائے گئے۔

اس کا ایک عظیم الشان اثر انگیز نتیجہ ظاہر ہوا۔ نہ صرف بخوشی تحفہ قبول کیا بلکہ مطالعہ کے بعد تاثرات یُوں بیان کئے کہ ہمیں تو پتہ ہی اب چلا ہے کہ حقیقی تعلیم قرآن کیا ہے؟ صرف ایک مثال بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ گھانا میں سٹیٹ ہوٹلز کارپوریشن کو یہ تحفہ پیش کیا گیا تو کارپوریشن کے مینیجنگ ڈائریکٹر نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا:-

نَافِلَةً لَّكَ



حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث

"اِس تحفہ کی پیشکش سے مَیں بوجوہ بہت متاثر ہؤا ہوں۔ مَیں دُنیا میں بہت گھُوما پھرا ہوں۔ دُنیا کے ہر خطّہ اور ہر علاقہ میں جانے کا مجھے موقعہ ملا ہے۔ ہر اُس ہوٹل میں جہاں مَیں بطور مہمان ٹھہرتا رہا میرے کمرہ میں ہمیشہ ہی بائیبل کا ایک نسخہ موجود ہوتا تھا۔ اکثر و بیشتر مَیں اِس امر پر حیران ہوتا رہا ہوں کہ دوسرے مذاہب والے اِس قسم کی جگہوں پر کیوں اپنا لٹریچر نہیں رکھواتے تاکہ ان کے اپنے پیروؤں کو یہ سفر کے دوران بھی مل سکے۔ آج کی تقریب جس میں اِس غرض کے پیشِ نظر قرآن مجید کے نسخے بطور تحفہ پیش کئے گئے ہیں، اِسی لئے میری نگاہ میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔" (گھانین ٹائمز ۵ ا مئی ۱۹۷۳ء بحوالہ قرآنِ عظیم دُنیا کے کناروں تک۔ شائع کردہ مجلس نصرت جہاں۔ ربوہ)

۲۔ دُنیا کی متعدّد زبانوں میں تراجمِ قرآن

خدا کی کامل تعلیم ہر قوم کو اس کی زبان میں پہنچانے کے لئے جماعتِ احمدیہ نے دُنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کا کام شروع کر رکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی فتحِ اسلام میں بیان کردہ اس دِلی آرزو کی تکمیل میں کہ "قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر کرکے انگریزوں کو پہنچاؤں" جماعت نے سب سے پہلے انگریزی ترجمہ اور تفسیر کا اہتمام کیا۔ اُردو اور انگریزی کے بعد یکے بعد دیگرے اب تک درج ذیل تراجم قرآن کریم شائع ہو چکے ہیں:۔ فرنچ، جرمن، لوگنڈا، ڈچ، گورمکھی، یوروبا، ڈینش، انڈونیشین، سواحیلی، اسپرانتو، اطالوی، فجین، ہندی، روسی، سویڈش، کورین، رکویو (کینیا)، پُرتگیزی۔ مزید برآں امسال کم و بیش پچاس زبانوں میں تراجم شائع کرنے کا پروگرام ہے۔

۳۔ ۱۱۷ زبانوں میں منتخب آیات کا ترجمہ

اِس وقت تک جماعتِ احمدیہ ایک سو سترہ ممالک میں پودا لگا چکی ہے جو دن بدن خدا کی رحمتوں کی بارشوں کا پانی چُوس کر پھلتا پھُولتا جا رہا ہے۔ ان سب کو نورِ ہدایت سے پورے طور پر منوّر کرنے کے لئے سیّدنا حضرت امام جماعتِ احمدیہ ایدہ اللہ الودود نے مختلف اہم اور بنیادی عنوانات کے تحت آیاتِ قرآنِ مجید، احادیثِ رسولؐ اور امامِ زمانہ کی تحریرات کا مجموعہ تیار کروا کے ان ملکوں کی ۱۱۷ زبانوں میں ترجمہ کرنے کا ارشاد فرمایا ہے جو جماعتِ احمدیہ کی دوسری صدی کے شروع پر جشنِ تشکّر کے طور پر دُنیا میں پھیلایا جائے گا۔

پھر اسی خدمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دُنیا میں متعدد ممالک میں منعقد ہونے والی کتابوں کی مقامی و

بین الاقوامی نمائشوں میں جماعت کی طرف سے قرآن مجید مختلف تراجم کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ اِس طرح تھوڑے وقت میں کم خرچ سے لاکھوں لوگ قرآنی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں اور سعید بخت قبولِ حق کی سعادت پاتے ہیں۔

تو یہ تھا عالمگیر خادمِ قرآن جماعت کی آفاق گیر خدماتِ قرآنیہ کا ایک مختصر خاکہ اور ایک جھلک۔ یہ خدمت نہ کسی ایک مقام پر پہنچ کر رُکی ہے نہ آئندہ رُکے گی، انشاء اللہ۔ بلکہ زندہ اور فعّال چیز کی طرح اس کا قدم خدمت کے وسیع ہوتے ہوئے میدانوں میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا اور وہ دن آنے والا ہے جب سارا عالَم قرآن اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ترانے گانے اور درُود بھیجنے میں ہی اپنی نجات یقین کرے گا اور خدا کے مُنہ کی بات پُوری ہوگی کہ:

"وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچّی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی" ——— اور
"دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

سِیرَۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(بقیہ صفحہ ۴۲)

رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔" [۱]

یہ سب کچھ ضرور ہوگا مگر اسی ذات کے طفیل جو کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مصداق تمام برکتوں کا منبع ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

---

[۱] اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۰۴، ۳۰۵۔



حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ
قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ رابع

باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر ٭ مَیں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ
کا
پیدا کردہ اخلاقی و روحانی انقلاب

(مکرم حافظ مظفّر احمد صاحب استاد جامعہ احمدیہ)

"وہ لوگ جو در حقیقت پارسا طبع اور خدا ترس اور نوعِ انسانی سے ہمدردی کرنے والے اور دین کی ترقی کے لئے بدل و جان کوشش کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں بٹھانے والے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم اور خدا اور رسول سے سچّی محبّت رکھنے والے ہیں وہ اِس جماعت میں بکثرت پائے جائیں گے مَیں دیکھتا ہوں کہ خداوندِ کریم اِس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اِس جماعت کو بڑھاوے اور برکت دے اور زمین کے کناروں تک سعادت مند انسانوں کو کھینچ کر داخل کرے۔"

(کتاب البریّہ ص۲۰۵ حاشیہ)

انیسویں صدی عیسوی کے پُر آشوب زمانہ کا ذکر ہے جس میں عالمِ اسلام کی حالت کا نقشہ ایک مسلمان عالم نے یوں پیش کیا ہے ۔

"اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے ۔مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں علماء اس اُمّت کے بدتر اُن کے ہیں ۔اُنھیں سے فتنے نکلتے ہیں انھیں کے اندر پھر کے جاتے ہیں ۔"

(اقتراب الساعۃ مصنّفہ مولوی نور الحسن خان صہ ۱۲)

ایک اور مسلمان رہنما ابوالکلام آزاد اس دَور کی تصویر کشی اس طرح کرتے ہیں :۔

"آج دُنیا پھر تاریک ہے ۔وہ روشنی کے لیے پھر تشنہ ہے ...... اور پھر اُسے بھول گئی ہے جس کی تلاش میں بار بار نکلی تھی ۔اس کا وہ پُرانا دُکھ جس کے علاج کے لیے خُدا کے رسولؐ نے آہ وزاری کی اور جس کو چھٹی صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سے آخری مرہم نصیب ہوا ۔ آج پھر تازہ ہو گیا ہے جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا ۔ویسی ہی تاریکی آج تہذیب اور تمدّن کے نام سے پھیلی ہوئی ہے ...... شیطان کا تخت اس عظمت اور دبدبہ سے کبھی بھی زمین کی سطح پر نہ بچھایا گیا تھا جیسا کہ اب قائم و مسلّط ہے ۔"

(الہلال جلد ۴ صہ ۱۰۲)

یہ وہ حالات تھے جن میں ہندوستان کی ایک گمنام سی بستی قادیان میں حضرت مرزا غلام احمد نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا اور احمدیہ فرقہ کی بنیاد رکھی ۔آپ نے اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے ۔یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لیے میں دُنیا میں بھیجا گیا ہوں ۔"

(الوصیّت صہ ۱۰، صہ ۱۱)

نیز فرمایا :۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تاکہ وہ دوبارہ دُنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے ۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صہ ۲۵۱)

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی بعثت کے وقت ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں غلط عقائد راہ پا چکے تھے ۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین رکھنے والے کئی صفات الٰہیہ کو معطّل قرار دیکر کلام الٰہی اور قبولیت دُعا کے مُنکر

ہو رہے تھے۔ آپ نے ایک طرف بندہ اور اس کے خالق کے تعلق کو عملی طور پر واضح فرما کر دُنیا کو شرک کی طرف لیجانے والے عقیدے سے بچایا اور دوسری طرف دُنیا کو اپنے ذاتی تجربے سے بتایا کہ ہمارا خدا وہی زندہ خدا ہے جس نے کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور فاران کی چوٹیوں پر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جلوہ گر ہوا، وہ تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور تمام نقائص سے منزہ ہے۔

کیسی دِلربائی سے آپ اپنے اس محبوب حقیقی کی تصویر پیش کرتے ہیں۔

"ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔"

(کشتی نوح صـ ۴۴)

پھر خدا تعالیٰ کے مستجیب الدعوات ہونے کا ثبوت آپ نے اپنے تجربہ سے دیا۔ اور منکرین دُعا کو یہ چیلنج دیا کہ اے تاثیرِ دُعا کا انکار کرنے والو! میرے پاس آؤ کہ مَیں تمہیں مقبول دُعاؤں کے نمونے اور نشان دکھاؤں۔

اور پھر آپ نے بڑی کثرت سے ایسے نشان دکھائے۔ دُعا کی زندہ حقیقت سے دنیا کو آشنا کیا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ صـ ۲۶)

حضرت مسیح موعود کی بعثت کے وقت مسلمانوں میں ختم نبوت کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی قسم کے نبی نہ آنے کا عقیدہ پیدا ہو چکا تھا کہ امت مسلمہ کی نجات صرف مسیح ناصری کی آمد ثانی سے ہی وابستہ ہے آپ نے اس ناقص خیال کی تردید فرما کر یہ اعلان کیا کہ

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

اور بتایا کہ آج تمام دنیا کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے نتیجہ میں ہی نجات حاصل ہو گی۔

آپ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ رسول کے طور پر پیش کیا۔ جس کا فیض قیامت تک جاری ہے۔

آپ فرماتے ہیں :-

" ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جواں مرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک ہی مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے زیر سایہ دس روز چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی "

(سراج منیر صہ ۸۲)

آپ نے قرآن کو ایک زندہ کتاب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس کے فیوض و برکات آج بھی جاری وساری ہیں۔ آپ فرماتے ہیں :-

" جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم "

(کشتی نوح صہ ۱۳)

آپ نے اپنی جماعت میں قرآن کی محبت پیدا کی۔ فرمایا :-

" سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت پیار کرو۔ ایسا پیار جو تم نے کسی سے نہ کیا ہو "

(کشتی نوح)

فی الحقیقت یہی صحیح اعتقاد اور تعلیم ہے جو انسان کے اندر سچا ایمان اور پاک تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کی اس پاکیزہ تعلیم نے آپ کے ماننے والوں میں خدا اور رسول کا بے پایاں عشق، قرآن شریف سے ایک سچی محبت پیدا کر دی اور جب یہ ایمانی بشاشت ان کے دلوں میں گھر کر گئی تو وہ اپنا سب کچھ احمدیت کی خاطر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور حلاوتِ ایمانی کے سب مزے انہوں نے لوٹے اور خوب لوٹے اور سب سے بڑا لطف تو یہ ہے کہ ہر احمدی کو اپنے ظرف کے مطابق اپنے مولیٰ کے ساتھ ایک تعلق محبت حاصل ہے۔

ہم احمدی خدا کے اس فضل عظیم کا جتنا شکر کریں کم ہے کہ ہمارا مولیٰ ہر لمحہ و ہر آن ہمارے ساتھ

ہے اور ہماری تائید و نصرت فرماتا ہے اور ہماری اکثریت کی دوسروں سے زیادہ دعائیں سنتا ہے۔ اس لیے ہر احمدی خدا کی ذات پر زندہ گواہ ہے۔ کوئی احمدی ایسا نہیں ہو سکتا جسے دعاؤں کی قبولیت کا ذاتی تجربہ نہ ہو۔

خدا کے فضل سے آج بھی ایسے احمدی موجود ہیں جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہوتا اور رویاء و کشوف کے ذریعہ قبل از وقت انکو آئندہ کی خبریں بتاتا ہے۔ کوئی احمدی گھرانہ ایسا نہیں جس کے باسیوں نے اپنی سچی خوابوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے نہ دیکھا ہو۔ یہ وہ تازہ روحانی نعمتیں اور پھل ہیں جو آج صرف اور صرف احمدیت کے دستر خوانوں سے ہی وافر طور پر مل سکتی ہیں اور جو احمدیوں کے پختہ ایمان کا زندہ نشان ہیں۔ احمدیت نے عملی لحاظ سے بھی پوری دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔

صدہا لوگ ایسے ہوں گے جو احمدی ہونے سے پہلے زنا، شراب، رشوت ستانی، قمار بازی، ظلم و تعدّی میں مبتلا تھے اور کئی ایسے تھے جو چوری اور ڈاکے جیسے خطرناک جرائم میں ملوث تھے، لیکن احمدی ہونے کیساتھ ہی وہ گویا بالکل نئے انسان بن گئے۔ جو لوگ کبھی فرض نماز کے قریب بھی نہ گئے تھے وہ ایسے نمازی ہو گئے کہ اگر اُن سے کبھی تہجد کی نماز بھی رہ جائے تو انہیں گھنٹوں افسوس رہتا ہے۔ جو لوگ رمضان کے مبارک مہینے میں کبھی روزہ نہ رکھتے تھے اب وہ رمضان کے علاوہ سال میں کئی نفلی روزے بھی رکھنے لگے۔ یہی حال دوسری عبادات کا ہے۔ احمدیوں کے معاملات میں بھی حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک انقلاب پیدا کیا۔ اور ان کو بد رسوم کے بوجھوں اور طوقوں سے آزاد کر کے کمزور طبقات کے حقوق دوبارہ قائم فرمائے مثال کے طور پر عورتوں کے جو حقوق اس زمانہ میں تلف کئے جا رہے تھے وہ آپ نے ان کو واپس دلوائے۔

چنانچہ ورثہ سے محروم رکھنے کو آپ نے سختی سے روکا۔ پردہ میں جو ظاہری سختی کی جاتی تھی۔ اسے دُور کیا ..... آپ نے بتایا کہ پردہ کی غرض بعض کمزوریوں سے بچانا ہے اور اس کے علاوہ عورتوں کو مردوں سے آزادانہ میل جول رکھنے سے روکا گیا ہے۔ عورتوں کو قید میں ڈالے رکھنے کا حکم اسلام نے نہیں دیا۔ عورتوں کو علم سے محروم رکھا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود نے عورتوں کو علم پڑھانے پر خصوصیت سے زور دیا۔ آپ نے بتایا کہ :-

> "سلوک اور مراعات میں عورتیں مردوں کے مساوی ہیں۔ ایک دفعہ آپ کے ایک مرید مولوی عبدالکریم صاحب اپنی بیوی سے اونچی آواز میں بولے تو آپ کو الہام ہوا کہ" عبدالکریم کو کہہ دو یہ طریق اچھا نہیں۔"

عورتوں کو نکاح کے متعلق اختیارات حاصل نہ تھے۔ آپ نے اس حق کو قائم کیا اور عورت کی رضامندی نکاح کے لیے ضروری قرار دی، عورتوں کے اہلی اور تمدنی حقوق کو بلند کیا۔ آپ کی بعثت سے پہلے عورت کے

کوئی حقوق ہی نہیں تسلیم کئے جاتے تھے، مگر آپ نے عورتوں کے حقوق پر خاص زور دے کر اُسے اس غلامی سے آزاد کیا جس میں وہ باوجود روشن تعلیم کے مبتلا کر دی گئی تھی۔ خود حضرت مسیح موعود کا حُسنِ سلوک اپنے پیارے آقا کی طرح اپنے اہل کے ساتھ ایسا تھا کہ دیہاتی عورتیں بھی آپس میں باتیں کرتی تھیں کہ

"مرجا اپنی بیوی دی گل بڑی مندا اے"

الغرض حضرت مسیح موعود نے بے عملی کے اُس دور میں ایک ایسی جماعت پیدا کی جو علمی۔ اخلاقی اور رُوحانی اقدار کو زندہ کرنے والی، تقویٰ و طہارت، عبادت اور دیانت وغیرہ میں تمام فرقوں میں ایسی ممتاز ہے کہ غیر بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔

چنانچہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ایک معروف لیڈر علامہ نیاز فتح پوری ایڈیٹر ماہنامہ نگار نے لکھا کہ:

"اس وقت تمام ان جماعتوں میں جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتی ہیں صرف یہی ایک جماعت ایسی ہے جو بانیٔ اسلام کی متعین کی ہوئی شاہراہ زندگی پر پوری استقامت کے ساتھ گامزن ہے۔

(نگار نومبر ۱۹۵۹ء صہ ۳۵ بحوالہ ملاحظات نیاز فتح پوری صہ ۲۳)

اسی طرح مسلمانوں کے مایہ ناز رہنما علامہ اقبال جن کو آج مفکرِ پاکستان کے نام سے یاد کیا جا رہا ہے کو بھی ماننا پڑا کہ

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔"

(علامہ اقبال ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر صہ ۱۸)

سکھوں کے ایک لیڈر جناب سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر "ریاست" نے لکھا کہ:۔

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک اسلامی شعار کا تعلق ہے ایک معمولی احمدی کا دوسرے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا مذہبی لیڈر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ احمدی ہونے کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دوسرے اسلامی احکام کا عملی طور پر پابند ہو۔ چنانچہ ایڈیٹر "ریاست" کو اپنی زندگی میں سینکڑوں احمدیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا اور ان سینکڑوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں دیکھا گیا جو کہ اسلامی شعار کا پابند اور دیانتدار نہ ہو۔ اور ہمارا تجربہ یہ ہے کہ ایک احمدی کے لیے بددیانت ہونا ممکن ہی نہیں۔"

("ریاست" دہلی ۱۳ر نومبر ۱۹۵۲ء)

بلاشبہ یہی وہ انقلاب ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے دورِ اوّل میں پیدا کیا اور جو اس زمانہ میں آپ کے ایک خادم کے ذریعہ ہونا مقدر تھا۔ جس کے متعلق خود حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"قرآن شریف میں ہماری جماعت کی نسبت لکھا ہے وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں سے ایک اور گروہ بھی ہے مگر ابھی وہ ان سے ملے نہیں۔ ان کے اخلاق، عادات، صدق اور اخلاص انکی طرح ہوگا ۔۔۔۔ جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اُس نے پہلے ازل سے ایسے آدمی رکھے ہیں جو پہلی (۔۔) کے رنگ میں رنگین اور انہیں کے نمونہ پر چلنے والے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کے مصائب کو برداشت کرنے والے ہوں گے۔"

(ملفوظات جلد نہم صد ۴۱۶)

اور پھر واقعہ میں ایسے ہوا کہ چشمِ فلک نے سرزمینِ ہند میں اخلاص و وفا اور ایثار و فدائیت کے ان نظاروں کی یاد پھر تازہ کی جو اس نے ۱۴۰۰ سو سال پہلے ریگزارِ عرب میں دیکھے تھے۔ دنیا نے دیکھا کہ مسیح موعود کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جو پروانے آپ کے گرد جمع ہوئے انہوں نے اپنا سب کچھ آپ پر نثار کر دیا۔ انہوں نے اپنے وطنوں، دوستوں اور عزیزوں کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیا اور درِ مہدی پر آکر دھونی رما کے بیٹھ گئے۔

رفقاء حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دیگر قربانیوں کی داستان بہت طویل اور ایمان افروز ہے۔ جن میں سرفہرست حضرت مولانا نورالدین صاحب (جو بعد میں خلیفہ اوّل ہوئے) کا نمبر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود آپ کے اخلاص کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

"سب سے پہلے میں اپنے ایک رُوحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لیے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام اُن کے نورِ اخلاص کی طرح نوردین ہے۔ میں اُن کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمۃ (۔۔) کے لیے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں اُن کے دل میں جو تائید دین کے لیے جوش بھرا ہے اُس کے تصور سے قدرتِ الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسبابِ مقدرت کے ساتھ جو اُن کو میسر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لیے مستعد

کھڑے ہیں اور میں تجربہ سے نہ صرف حُسنِ ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔ اور اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کرکے اپنی روحانی رفاقت کی خاطر جسمانی رفاقت اور ہر دم صُحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔"

حضور نے حضرت مولوی صاحب کے بعض خطوط کی یہ عبارت بطور نمونہ اپنی کتابوں میں نقل فرمائی ہے :-

"مولانا۔ مرشدنا، امامنا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' !

عالی جناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں ۔۔۔ اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دے دوں۔ اور دن رات خدمتِ عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو میں اس تعلق کو چھوڑ کر دُنیا میں پھروں اور لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں۔ میَں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔

حضرت پیرو مرشد ! میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ مجھے آپ سے نسبتِ فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ دُعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔"

(فتح اسلام صـ۵۹ تا صـ۶۲)

اس خط کے نقل کرنے کے بعد حضور فرماتے ہیں :-

"مَیں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراحِ صدر سے دینی خدمتوں میں جاں نثار پایا۔۔ اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے۔"

مالی قربانی کا یہ اعلیٰ نمونہ تھا جس کی اتباع میں علیٰ قدر ظرف ایک غریب جماعت کی قربانیوں کی تاریخ رقم ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک عجیب اور حیرت انگیز جماعت مسیح موعود نے پیدا کی۔ آپ خود فرماتے ہیں :-

"میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر اُن سے کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہو جانے کے لیے مستعد ہیں۔"

پھر مالی قربانیوں پر ہی بس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو وہ سپوت بھی عطا فرمائے جنہوں نے خدا کی راہ میں جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا اور اپنے خون سے شجرِ احمدیت کی آبیاری کی۔

خدا کے نام پر جان قربان کرنے والے ان خوش نصیبوں میں سب سے بڑا خوش قسمت وہ کابل کا شہزادہ تھا جو عبداللطیف شہید کے نام سے جماعت احمدیہ کے لیے شہادتوں کے میدان میں ہمیشہ اسوہ بنا رہے گا اور جس کے نقش قدم پر آج بھی جماعت قدم مار رہی ہے۔

ہاں وہی شہزادہ جس نے سخت قید با مشقت کے بعد بڑی استقامت اور بہادری کے ساتھ اپنا خون دے کر کابل کی زمین کو اپنے وفا کے رنگوں سے رنگین کیا مگر حق کو نہ چھوڑا۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں!

"اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی صدق کا نمونہ دکھایا"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۸)

اپنے براہین و دلائل سے مذاہب عالم میں حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حیرت انگیز انقلاب برپا کیا، آپ نے مذہبی مناظروں کا طریق ہی بدل کر رکھ دیا اور نئے علم کلام کی بنیادیں رکھیں اور احمدیت کے لیے ایک فتح نصیب جرنیل ثابت ہوئے۔

آپ کے زمانہ میں عیسائیت اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ اسلام پر حملہ آور تھی۔ ہزاروں مسلمان عیسائی ہو گئے تھے۔ آپ نے تن تنہا عیسائیت کے ان لشکروں کے آگے ایک بند باندھ دیا اور ان کو پسپا کر کے ان کے دھارے کا رُخ ہی بدل کر رکھ دیا۔ چنانچہ آپ کی وفات پر ہندوستان کے اخبار "صادق الاخبار" نے لکھا:۔

"مرزا صاحب نے اپنی پُر زور تقاریر اور شاندار تصانیف سے مخالفینِ اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لیے ساکت کر دیا ہے"

(صادق الاخبار جون ۱۹۰۸ء)

اب تک احمدیت کے پیدا کردہ انقلاب کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اس کا تعلق حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے ہے، لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کا پیدا کردہ انقلاب وقتی یا عارضی نہ تھا بلکہ قدرت ثانیہ کے ظہور کی خوشخبری دیکر اس کو دوام کا رنگ دیدیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ایک سو سال گذرنے کے بعد بھی نہ صرف پوری شدّومد سے جاری ہے بلکہ ہر جہت میں وسعت پذیر ہے اور اپنی آب و تاب دکھا رہا ہے۔

قدرت ثانیہ یہی وہ جزا ہے جو آسمان کے خدائے واحد کو ماننے کی برکت سے اس دنیا میں خدا نے ایک ہاتھ پر اکٹھا کر کے وحدت ملی کی شکل میں عطا کی ہے۔ جس کی بدولت آج سارے بھائی بھائی ہیں کالے اور گورے کا کوئی فرق نہیں۔ مشرق و مغرب کے بُعد اور فاصلے اور شمال و جنوب کی طویل مسافتیں اور

دوریاں بھی تعلقات محبت و اخوت میں حائل نہیں ہوسکتیں۔

خدا نے آج احباب احمدیت میں ایسی الفت پیدا کردی ہے جو عام دنیوی تعلقات تو کیا خونی رشتوں میں بھی نظر نہیں آتی۔

اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر روئے زمین کے تمام پہاڑ سونے کے ہوجاتے تو ان سب کو خرچ کرکے بھی یہ اُلفت و محبت پیدا نہیں کی جاسکتی تھی جو آج آپ احمدی بھائیوں کو قدرت ثانیہ کی برکت سے حاصل ہے کیا کوئی دنیا میں ہے جو اس حیرت انگیز انقلاب کی نظیر پیش کرسکے۔

قدرت ثانیہ کا وہ نظام جس کے ساتھ آج ساری دنیا کی نجات وابستہ کردی گئی ہے اس کے خدوخال کا نقشہ بھی انقلاب آفرین ہے۔

اس نظام کا مرکزی نقطۂ حیات امام جماعت احمدیہ ہے جس کے گرد فدائیان و مخلصین کی ایک جماعت ایسے جمع ہے جیسے شمع کے گرد پروانے۔

ہر فدائی اپنے امام کی جنبش لب کا منتظر ہے اور جب وہ خدمت دین کے لیے انہیں بلاتا ہے تو وہ بے دریغ لبیک لبیک کہتے ہوئے اپنے مالوں اور جانوں کا نذرانہ لیے حاضر ہوجاتے ہیں۔

اطاعت کا یہ تصور دُنیا کے کسی نظام میں آپ کو ڈھونڈھے سے نہیں ملے گا۔ سچا ایمان اور عشق یہی ہے جو یہ خواص پیدا کرسکتا ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک تقریر سے فدایان احمدیت کی اطاعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لیے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے گرا دینے کے لیے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں گے۔ میں انہیں جلتے ہوئے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو جلتے تنوروں میں کود کر دکھا دیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی۔ اگر خودکشی (۔۔) میں ناجائز نہ ہوتی تو میں اس وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کا سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔"

(تقریر سیدنا حضرت مصلح موعود ۱۲؍مارچ ۱۹۴۴ء بحوالہ الفضل ۱۸؍فروری ۱۹۵۸ء)

یہ اس انقلاب کی ایک اور جھلک ہے جو آج احمدیت دنیا میں پیدا کررہی ہے۔ جماعت احمدیہ کے اندر مالی قربانیوں کے نظام کا بھی ایک جال بچھا ہوا ہے۔ ہر احمدی جو کچھ کمانے کی طاقت رکھتا ہے کم سے کم اپنی کمائی کا سولھواں حصہ

اور زیادہ سے زیادہ تیسرا حصہ جماعت کی خدمت میں اس غرض سے پیش کرتا ہے کہ اسے خدا کی راہ میں اپنے پیارے امام کی راہنمائی میں خرچ کیا جائے۔ اس وقت تک ہزاروں لوگ اس نظام میں شامل ہو کر مالی قربانی کر چکے ہیں۔

یہ لازمی چندے ادا کرنے کے بعد پھر ہر احمدی دنیا میں اشاعت احمدیت کی خاطر تحریک جدید کے لیے بھی اپنے مال کا ایک حصہ پیش کرتا ہے۔

پھر جو کچھ اس کے پاس بچ رہتا ہے اس میں سے دیہاتی جماعتوں کے احیاءِ نو کے لیے وقفِ جدید میں اپنا چندہ پیش کرتا ہے۔ پھر جلسہ سالانہ کے لیے الگ چندہ دیتا ہے۔

مائیں اپنے جیب خرچ سے جو بچاتی ہیں وہ راہِ مولیٰ میں چندہ پیش کر دیتی ہیں اور معصوم بچے اپنے جیب خرچ اور اپنی الگ پیش کرتے ہیں۔ پھر ذیلی تنظیموں کے چندے الگ ہیں۔ پھر امام وقت کی ہنگامی مالی تحریکات ہیں جن میں احمدی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ عورتیں اپنے زیور تک اتار کر اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتی ہیں۔ پھر تعمیر بیوت الذکر اور تراجم قرآن کے لیے احمدی علیحدہ چندے دیتے ہیں اور اپنی دینی و علمی تربیت کے لیے جماعتی اخبارات و رسائل اور کتب پر جو خرچ کرتے ہیں اور مخلوق کی خدمت میں جو صدقہ و خیرات کرتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

قریباً ایک صدی سے جماعت اموال کی قربانی پیش کر رہی ہے اور اس میں اتنی راسخ ہو چکی ہے کہ اگر آج امام وقت ہر احمدی کو اپنے سب مال سے دستبردار ہونے کا حکم دیں تو کوئی احمدی ایسا نہ ہوگا جو پیچھے ہٹے۔

خدا گواہ ہے کہ اب دنیا کی نجات ان قربانیوں کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے جو احمدی معصوم بچے خدا کے حضور پیش کر رہے ہیں۔ ان جھومروں اور کنگنوں کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے جو پاک دامن احمدی خواتین نے محض اس لیے اُتار دیئے کہ ان کی فروخت سے مغرب کے بُت خانوں میں بیوت الذکر تعمیر ہوں اور خدائے واحد کی پرستش کی جائے۔

بلاشبہ یہی وہ پاکیزہ اور خالص للّٰہی قربانیاں ہیں جن کے ساتھ آج احمدیت کی فتوحات کی جا رہی ہیں۔

جماعت احمدیہ کا تبلیغی نظام بھی بہت وسعت رکھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک صدی پیشتر قادیان سے بلند ہونے والی اکیلی اور تن تنہا آواز آج ایک کروڑ آوازوں میں تبدیل ہو چکی ہے۔

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا

٥

ہاں وہی آواز جسے قادیان میں دبا دینے کی کوشش کی گئی تھی آج وہ ملکوں میں گونج رہی ہے۔

آج خدا کے فضل سے ایک سو سترہ ممالک میں احمدی موجود ہیں۔ قریباً ۵۰ ممالک میں جماعت احمدیہ کی باقاعدہ جماعتیں اور مشنز ہیں اور ساری دُنیا میں جماعت ایک ہزار بیوت الذکر تعمیر کر کے آباد کروا چکی ہے۔

اب تک جماعت احمدیہ کے ذریعہ بیس زبانوں میں تراجم قرآن کریم ہزارہا کی تعداد میں شائع ہو کر لاکھوں انسانوں کی ہدایت کا موجب بن چکے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ایک منتخب حصہ کا ترجمہ بھی سو سے زائد زبانوں میں صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر شائع کیا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں متعدد زبانوں میں حضرت مسیح موعود کے ارشادات اور جماعت کے دیگر لٹریچر کی اشاعت کا کام منظم طور پر جاری ہے۔

افریقن ممالک میں جماعت سکول اور ہسپتال قائم کر کے بھی خدمت کر رہی ہے۔ یہ سب اس کمزور سی جماعت کی قربانیوں اور اخلاص کا ثمرہ ہے ورنہ آج کون ہے جو یورپ کے مرکز میں عیسائیت سے نبرد آزما ہے۔

کون ہے جو دینِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور اشاعت کے لیے امریکہ میں تنِ تنہا لڑ رہا ہے اور اُسے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ غلامی میں لانے کے لیے کوشاں ہے۔ کون افریقہ میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لیے گیا اور کس نے انڈونیشیا اور ماریشس کے جزائر کی طرف توجہ کی اور ان کے باشندوں کو زندگی بخشنے کا کام اپنے ذمہ لیا۔

اور کس نے چین اور جاپان اور روس اور افغانستان کے باشندوں کو زندگی بخشنے کے لیے اپنی زندگی کی قربانی دی۔ کروڑ ہا محبت کا دم بھرنے والوں میں سے مٹھی بھر احمدیوں کی جماعت ہی تو ہے جو کفر کے آگے سینہ سپر ہے ؎

احمدی کا شوقِ قربانی تو دیکھ
خون کی اس راہ میں ارزانی تو دیکھ
ہے اکیلا کفر سے زور آزما
احمدی کی روحِ ایمانی تو دیکھ

الغرض احمدیت کی اشاعت کے ذریعہ آج غیر از مذاہب میں ایک کھلبلی مچ چکی ہے اور وہ احمدیت کے عقلی دلائل اور تاثیراتِ رُوحانیہ سے مرعوب ہو رہے ہیں۔ اور ایک انقلاب دنیا میں بیدار ہو چکا ہے۔ جماعت کی انہی تبلیغی کاوشوں کو دیکھ کر آج سے ربع صدی قبل موجودہ زمانہ کے ایک بڑے مورخ

ٹائن بی نے لکھا:-

" عیسائیت کے ساتھ اب اسلام کی ٹکر ہوگی۔ جس کے سامان نظر آرہے ہیں اور مسلمانوں میں سے احمدیوں میں مجھے آئندہ لڑائی والی جھلک نظر آرہی ہے۔ اس ٹکر کے بعد یہ فیصلہ ہوگا کہ آئندہ تہذیب کی بنیاد اگلی صدیوں میں اسلام پر قائم ہوگی یا عیسائیت پر قائم ہوگی ۔۔۔۔۔۔ اب تم کو یہ کمزور نظر آتے ہیں لیکن مجھے ان میں وہ ترقی کا بیج نظر آرہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی وقت عیسائیت کے ساتھ ٹکر لیں گے اور شاید یہی جیت جائیں "

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰)

مختلف طبقہ ہائے فکر کی چند اور شہادات بھی اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں۔ ہندوستان کے اخبار "بندے ماترم" نے لکھا:-

" احمدی لوگ تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس اور مسلسل تبلیغی پروگرام پر کام کرنے والے ہیں ۔۔۔۔۔ اور ہندو جاتی کے سب سے خوفناک حریف ہیں۔ احمدیوں کی عورتیں ہمارے مردوں سے بازی لے گئیں " (بندے ماترم)

الحاج عبدالوہاب عسکری عراقی نمائندہ مؤتمر اسلامی نے جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

" جماعت احمدیہ کے افراد نے دین اسلام کی جو خدمات سرانجام دی ہیں اُن میں تبلیغی لحاظ سے وہ ساری دنیا میں فوقیت حاصل کر چکے ہیں۔ یہ لوگ اعلائے کلمۃ الدین کے لیے ہر قسم کے ممکن ذرائع اختیار کرتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے کارنامے ہیں ۔۔۔۔۔ وہ مسجدیں ہیں جو انہوں نے امریکہ، افریقہ اور یورپ کے مختلف شہروں میں بنائی ہیں۔ اور یہی وہ سنت ناطقہ ہے جس کو لے کر وہ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے اسلامی خدمات بجا لا رہے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا درخشندہ مستقبل انہیں سے وابستہ ہے "

(مشاہداتی فی سماء الشرق صفحہ ۴۴، ۴۵)

افریقہ میں احمدیت نے عیسائیت کا ایسا زبردست مقابلہ کیا کہ کسرِ صلیب کا حق ادا کر دیا۔ وہاں آج لاکھوں عیسائی حلقہ بگوش احمدیت ہو چکے ہیں۔

امریکن رسالہ لائف نے ۱۹۵۵ء میں لکھا کہ:-

" ۔۔۔۔۔ آج کل عیسائی مشنری اور مسلمان مبلغ ایک دوسرے کے بالمقابل اپنے اپنے

مذہب کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ حالت یہ ہے کہ عیسائیت قبول کرنے والے ایک شخص کے مقابلے میں دس حبشی اسلام قبول کرتے ہیں۔"

(امریکن رسالہ لائف ۸ اگست ۱۹۵۵ء)

اسی طرح سویڈن کے ایک رسالہ نے ۱۹۵۸ء میں لکھا:۔

"اسلام میں رونما ہونے والے اس مسیح موعود کا اس کی قائم کردہ جماعت اور اس کے تبلیغی مشن یہ سب چیزیں ہمارے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں۔۔۔۔ ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ جماعت ایشیا، امریکہ، یورپ اور افریقہ میں جارحانہ طور پر عیسائیت پر حملہ آور ہے۔ اس کے پیش کردہ دلائل ٹھوس، مضبوط اور قوی ہیں۔ ان حالات میں جب ہم ان نتائج پر غور کرتے ہیں جو اس کے تبلیغی جدوجہد کے نکل سکتے ہیں تو ہم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

(سویڈن کا رسالہ TIDENS TECKEN - 1958ء)

جماعت کی تبلیغی و اشاعت کے ذریعہ سے جو بین الاقوامی حیثیت راستے حاصل ہوگی اس کا ذکر علامہ نیاز فتحپوری نے ۱۹۶۰ء میں اس طرح کیا کہ:۔

"جب قادیان اور ربوہ میں صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہے تو ٹھیک اس وقت یورپ افریقہ، ایشیا کے ان بعید تاریک گوشوں کی مسجدوں سے بھی یہی آواز بلند ہوتی ہے۔ جہاں سینکڑوں غریب الدیار احمدی خدا کی راہ میں دلیرانہ قدم بڑھاتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔"

(ماہنامہ نگار ستمبر ۱۹۶۰ء)

بدنی اور جانی قربانی

جماعت احمدیہ نے اس زمانہ میں وقف زندگی کی صورت میں خدا کی خاطر جان کی قربانی کی نئی طرح ڈال دی ہے۔ سینکڑوں احمدی اپنی زندگیاں وقف کر کے خدمات دین بجا لا رہے ہیں ان میں سے بہت سے دنیا کما سکتے ہیں مگر وہ اپنی تمام امنگوں پر لات مار کر خدا کے ہو گئے ہیں۔ وہ قلیل کو کثیر پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور پیٹ بھر کر کھانے کی نسبت خدا کی راہ میں فاقے کو پسند کرتے ہیں۔ وہ خدا کے دین کی خاطر اپنے وطنوں، عزیز و اقارب اور بال بچوں کی جدائی برداشت کرتے ہیں اور ان کے بیوی بچے ان کی جدائی میں الگ قربانی دے رہے ہوتے ہیں۔

آفرین ہے جان نثاروں کے اس قافلہ پر جو احمدیت کے ہراول دستہ کے طور پر اکناف عالم میں روحانی فتوحات کی بنیادیں رکھ رہا ہے۔

پھر ہر احمدی یہ عہد کرتا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریگا اور خدا کی راہ میں مال جان، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہے گا۔ اس عہد کو احمدیوں نے بڑی شان سے نبھایا ہے۔ احمدیت کے خلاف ۱۹۳۴ء کے احراری فتنہ کا زمانہ ہو یا ۱۹۵۳ء کے فسادات کا دور۔ ۱۹۷۴ء کی انٹی احمدی تحریک ہو یا ۱۹۸۴ء سے شروع ہونیوالا طویل ابتلا۔ خدا کی قسم جماعت احمدیہ نے کبھی خدا سے بے وفائی نہیں کی بلکہ بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کیں۔ اور آج تک کر رہی ہے۔

یہ سب دور گواہ ہیں کہ احمدیوں نے ایمان کی خاطر دکانیں اور مکان جلوائے، جائداد لٹوائیں۔ ظلم سہے لیکن احمدیت کو نہ چھوڑا۔ مارے اور پیٹے گئے اور جانوں کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا، لیکن دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔

آج پھر پاکستان کے احمدیوں پر ایک ایسا ہی تاریک دور ہے جسے وہ اپنی قربانیوں سے روشن کر رہے ہیں۔ انہوں نے جیلوں میں جانا قبول کیا ہے مگر کلمہ طیبہ کا دامن نہیں چھوڑا۔ انہیں گرفتار کر کے سخت اذیتیں دی گئیں وہ مارے اور پیٹے گئے اور دنیا کی ہر مکروہ اور گندی گالی کا نشانہ بنے، ان پر انسانیت سوز مظالم توڑے گئے اور سخت تشدد کیا گیا۔ بعض کے ہاتھوں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر درختوں سے لٹکایا گیا۔ زنجیروں سے مارا گیا۔ ان کے منہ کالے کر کے گلیوں میں پھرایا گیا اور گند اور کیچڑ ان پر اچھالے گئے۔ بدن ننگے کر کے چمڑے کے جوتوں سے مارا گیا، لیکن خدا اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت کے لیے اور ان کے پاک کلمہ کی خاطر ان سب تکالیف کو احمدیوں نے نہایت درجہ صبر و استقامت سے برداشت کیا اور کر رہے ہیں اور ذرا ساہیوال جیل کی موت کی کوٹھڑی کے ایک باسی الیاس منیر کی صدائے بازگشت بھی سنیئے!

"پیارے آقا! ہم جو خادم کے عہد میں جان کے قربان کرنے کا وعدہ کیا کرتے تھے۔
آج وقت آیا ہے اسی وعدے کو نبھانے کا۔ بے شک ہم بہت کمزور ہیں اور گناہگار ہیں لیکن آج جب ہمارے مولیٰ نے دین محمدی کے احیاء نو کے لیے ہمیں چنا ہے تو ہم اپنی پوری ہمت اور طاقت کے ساتھ لبیک لبیک کہتے ہوئے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر رہیں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)"

پھر اس دور میں قربانی دینے والوں کی صف میں کچھ ایسے اسیرانِ راہ مولا بھی ہیں جو آج بھی ساہیوال اور سکھر کی جیلوں کی آہنی سلاخوں میں بند ہیں۔ مگر ان کا عزم اور قربانی کی روح ملاحظہ ہو۔
سکھر جیل کی موت کی کوٹھڑی سے ہمارے ایک مظلوم بھائی پروفیسر ناصر اپنے آقا کی خدمت

میں یہ ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

"حضور! ہماری جانیں مال، عزت، اولاد، آبرو سب خدا کے حضور حاضر ہیں۔ صرف وہی راضی ہو جائے ظالم جتنا چاہے ظلم کرے تختۂ دار پر بے گناہ لٹکا دے۔ ہماری مسکراہٹ اللہ کی رضا کی خاطر قائم رہیگی"۔

آج حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی روح ان احمدیوں کی قربانیوں کو دیکھ کر کتنی خوش ہو گی۔ جو والہانہ مردانہ وار خدا کی راہ میں بدنی اور جانی قربانیاں پیش کرتے جا رہے ہیں۔ آج اگر ایک طرف امریکہ اور ٹرینیڈاڈ کی سرزمین احمدیت کے خون سے لالہ رنگ ہے تو دوسری طرف پاکستان کے ہر خطے میں احمدی اپنے خون سے شجر احمدیت کی آبیاری کر رہے ہیں۔ حال ہی میں صوبہ سرحد میں ایک احمدی خاتون نے احمدی عورتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی جان دیکر ثابت کر دیا ہے کہ احمدی عورتیں بھی ان قربانیوں میں پیچھے نہیں ہیں۔

۱۹۸۴ء سے اب تک کے طویل دورِ ابتلاء میں ایک درجن سے زائد احمدی اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کر چکے ہیں۔ جن میں سے چھ سات وہ ہیں جنہیں سکھر کے سنگلاخ شہر میں دن دہاڑے چھریوں اور کلہاڑیوں کے وار کر کے کاٹا گیا اور کاربینوں اور بندوقوں سے چھلنی کیا گیا۔ مگر خدا کے ان وفادار بندوں کے قدموں میں کوئی لغزش نہیں آئی اور بلا شبہ انہوں نے اپنی منتیں پوری کر لیں۔ کچھ ایسے ہیں جو اس انتظار میں ہیں کہ جب انکا پیارا مولیٰ انہیں آواز دے تو وہ لبیک کہتے ہوئے دیوانہ وار اُس کے دربار حاضر ہو جائیں۔ مگر یہ قربانیاں رائیگاں نہیں جا رہیں خدا تعالیٰ ساتھ ساتھ ان کے تازہ بتازہ پھل جماعت کو عطا فرما رہا ہے۔ بالخصوص موجودہ انقلابی اور تاریخی دور میں گزشتہ ۵ سال سے ہجرت کے بعد مغرب میں منتقل ہونے سے جو انقلاب یورپ میں رونما ہوا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ اُسے دیکھ کر ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب سے آفتاب کے طلوع ہونے کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آن پہنچا ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ یہ قومیں آفتاب صداقت سے منور ہو کر احمدیت سے حصہ پائیں گی۔ جیسا کہ حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا:۔

"سچائی کی فتح ہو گی اور (ا ــــ) کے لیے پھر اس تازگی اور روشنی کا دور آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس ظہور کیلئے نہ کھو دیں اور اعزاز (ــــ) کیلئے ساری ذلتیں قبول نہ کریں۔ (ــ) کا زندہ ہونا ایک فدیہ مانگتا ہے اور وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر (ــــ) کی زندگی ــــ کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے"۔

(فتح اسلام ص۱۵ تا ص۱۷)

اور حضرات! یہی دور ہے جان و مال کے فدیے اور عزت وقت کے ہدیے پیش کرنے کا۔

آج ہم صد سالہ جشن تشکر کے موقعہ پر اپنے عظیم اور اولوالعزم امام کی ہر آواز پر لبیک کرنے کا عہد یہ کہہ کر پھر تازہ کریں کہ "جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں"۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے ٭ اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

کے

بعض فکر انگیز علمی کارنامے

(مکرم اخوند فیاض احمد صاحب ۔ لاہور)

"خداوند تعالیٰ نے اس احقر العباد کو اِس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشانِ آسمانی اور خوارقِ غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائلِ عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیماتِ حقّہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۹۶)

انیسویں صدی میں جب فطرت کی آواز یہ پکار رہی تھی ؎

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ　　　(بانگِ درا)

تو تقدیرِ الٰہی کے ماتحت اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی دُنیا میں تشریف لائے اور علمی و اخلاقی و روحانی انقلاب کا خمیر اُٹھایا۔ اِس مضمون میں علمی کارناموں کا تذکرہ مقصود ہے۔

غیروں کا اعتراف

سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عظیم الشّان علمی کارناموں کی کسی قدر تفصیل بیان کرنے سے پہلے مضمون کی ابتداء ہی میں بعض اہلِ علم غیر از جماعت حضرات کے اُن تاثرات اور مشاہدات کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہوگا جن کا اظہار ان حضرات نے حضور کی وفات پر حضور کی تصانیف اور علمِ کلام کے بارہ میں کیا۔

ا۔ جنابِ مرزا حیرت دہلوی اخبار "کرزن گزٹ" یکم جون ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں :۔

"ایک محقّق ہونے کے ہم اِس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کے رَدّ میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفینِ اسلام کو دیئے گئے ہیں آج تک معقولیّت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا ...."

ب۔ امرتسر کے مشہور اخبار "وکیل" نے تحریر کیا :۔

"مرزا صاحب کی رحلت نے اُن کے بعض مُعتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو، ہاں روشن خیال مسلمانوں کو، محسوس کرا دیا ہے کہ اُن کا ایک بڑا شخص اُن سے جُدا ہو گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا بھی جو اُس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ..... مرزا صاحب کے لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔"

(اشاعت جون ۱۹۰۸ء)

اشد ترین مخالف کا خراجِ تحسین

جناب مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اہلحدیث فرقہ کے چوٹی کے

عالم اور مذہبی لیڈر تھے اور بعد میں سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اشد ترین مخالف بن گئے تھے، حضور کی بے نظیر تصنیف "براہین احمدیہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"یہ کتاب اِس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں ..... ہمارے اِن الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتاوے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔" (رسالہ "اشاعۃ السنۃ" جلد ۶)

پس اغیار اور مخالفین کی محولہ بالا تحریرات سے ثابت ہے کہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بعثت عین ضرورتِ زمانہ کے مطابق ہوئی اور حضور کے قلمی و لسانی جہاد کے نتیجہ میں دیگر تمام ادیان کے مقابل قرآن مجید کی کامل تعلیم کی فضیلت، سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صداقت اور دینِ حق کی برتری کا پورے طور پر اظہار ہو گیا۔ حضور فرماتے ہیں ؎

مَیں وہ پانی ہُوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہؤا دن آشکار (دُرِّثمین)

لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی"

دسمبر ۱۸۹۶ء میں لاہور میں ایک مذاہبِ عالم کانفرنس منعقد کی گئی تھی جس میں تمام مذاہب کے نمائندگان کو چند مقررہ سوالوں کے جواب اپنی مذہبی کتب یا تعلیمات کی روشنی میں پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ اس کانفرنس میں دوسرے مسلمان نیز سناتن دھرم، برہمو سماج، آریہ، سکھ، فری تھنکرز ریلیجن آف ہارمنی اور تھیوسافیکل سوسائٹی کے نمائندہ اصحاب نے اظہارِ خیال کیا۔ سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے کانفرنس کے انعقاد سے پہلے ایک اشتہار کے ذریعہ یہ اعلان شائع فرمایا:۔

"جلسۂ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اُس میں اِس عاجز کا مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اُس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اِس میں قرآن شریف کے وہ حقائق و معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور ربّ العٰلمین کی کتاب ہے ..... مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور اِس میں سچائی اور

حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں ...... ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلاسکیں، خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔"

(اشتہار مورخہ ۲۱ر دسمبر ۱۸۹۶ء)

چنانچہ ۲۸ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا لیکچر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے اس کانفرنس میں پڑھ کر سُنایا۔ چونکہ مضمون ایک روز میں پورا نہیں ہؤا اِس لئے سامعین کے اصرار پر جلسہ کے منتظمین کو ایک دن جلسہ کی کارروائی کے لئے بڑھانا پڑا اور تمام سامعین نے اور اُس زمانہ کے تمام مشہور اخباروں نے برملا تسلیم کیا کہ حضور کا مضمون سب سے بالا رہا۔ اخبار "جنرل و گوہر آصفی" کلکتہ نے اپنی اشاعت ۲۴ر جنوری ۱۸۹۷ء میں لکھا کہ:-

"اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے رُوبرو ذلّت و ندامت کا قشقہ لگتا مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدّس اسلام کو گرنے سے بچا لیا بلکہ اس کو اِس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچے فطرتی جوش سے کہہ اُٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے، بالا ہے۔"

"اٰخَرِیْنَ" اور یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ

سورۃ الجمعہ کی ابتداء میں جو چار عظیم الشان صفاتِ الٰہی:

اَلْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ

مذکور ہیں۔ اِن صفاتِ الٰہیہ کی ظلّیت میں سیّدنا و مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چاروں مقاصد اگلی آیتِ مبارکہ

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ

میں بیان ہوئے ہیں۔ پس یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ کا خاص تعلق صفاتِ الٰہی اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر ایمان ثریا ستارہ پر بھی اُڑ کر چلا جائے گا تو ایک فارسی الاصل مردِ خدا اُسے واپس لے آئے گا چنانچہ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے ذکر کے ساتھ بھی قرآن مجید میں الٰہی صفات اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ کا بھی دوبارہ ذکر کیا گیا ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اٰخَرِیْنَ میں بعثتِ ثانیہ کے ذریعہ صفاتِ الٰہی اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ کے ماتحت

یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ

کے کارناموں کا خاص طور پر ظہور مقدّر تھا۔

لاریب سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے علمی کارناموں کا بے شمار پہلوؤں سے تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ حضور کا پورا کلام خواہ وہ نثر میں ہے یا نظم کی صورت میں اور خواہ کسی بھی موضوع پر، وہ ہر پہلو سے اچھوتا، بے حد سحر انگیز اور دلوں پر شدید گہرا اثر چھوڑنے والا کلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور اِن مسلّمہ امور پر بھی کچھ بیان فرماتے ہیں جیسا کہ ہستی باری تعالیٰ یا صداقت سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تو اِن امورِ واقعہ اور مسلّمہ موضوعات پر سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا کلام فی زمانہ دیگر تمام مشاہیر، علماء اور مردانِ سخن کے مقابل نہ صرف بہت نمایاں، بہت ممتاز اور بے مثال نظر آتا ہے بلکہ حضور کے کلام کو پڑھ اور سُن کر رُوح وجد میں آجاتی ہے اور ذہن و دماغ کیف و سرور کی ایک عجیب کیفیت میں گُم ہو جاتے ہیں۔

اب ذیل میں ایک مختصر خاکہ حضور کے علمِ کلام کا مختلف عنوانات کے ماتحت پیش کیا جاتا ہے:۔

وجودِ باری تعالیٰ

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اَب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ وہ اَب بھی بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا۔ وہ اَب بھی سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا ..... اُس کی تمام صفات اَزلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطّل نہیں اور نہ کبھی ہو گی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دُور ہونے کے اور دُور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثّل کے طور پر اہلِ کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اُس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُس کے نیچے کوئی اَور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا، اور مظہر ہے تمام محامدِ حقّہ کا، اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا، اور مبدء ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شئی کا۔ اور مالک ہے ہر ایک مُلک کا، اور متّصف ہے ہر ایک کمال سے، اور منزّہ ہے ہر ایک عیب اور ضُعف سے، اور مخصوص ہے اِس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اُسی کی عبادت کریں اور اُس کے آگے کوئی بات بھی اَنہونی نہیں۔

اور تمام رُوح اور اُس کی طاقتیں اور تمام ذرّات اور اُن کی طاقتیں اُسی کی پیدائش ہیں۔ اُس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اُس کو اُسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں اُن کو دکھلاتا ہے۔ اِسی سے وہ شناخت کیا جاتا ہے اور اِسی سے اُس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔" (الوصیّت)

ضرورتِ الہام اور حقیقتِ الہام

چونکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانے کے بعد یقینی طور پر انسان اپنے خالق اور مالک اور معبودِ حقیقی سے زندہ تعلق قائم کرنا چاہے گا۔ تو اِس میدان میں رہنمائی کے لئے حضرت امام الزّمان نہایت عام فہم طریق پر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"....تم دیکھتے ہو کہ اِس زمانے میں تمہارے جسم کے لئے غذا اور پانی دونو موجود ہیں۔ یہ نہیں کہ فقط کسی پہلے زمانے میں تھیں اور اب نہیں ہیں۔ مگر جب الہام اور وحی کا ذکر آتا ہے تو پھر تم کسی ایسے پہلے زمانے کا حوالہ دیتے ہو جس پر کروڑہا برس گذر چکے ہیں مگر موجود کچھ نہیں دکھلا سکتے۔ پھر خدا کا جسمانی اور روحانی قانونِ قدرت باہم مطابق کیونکر ہوُا ؟ ......تم اِس سے انکار نہیں کر سکتے کہ جسمانی خواہشوں کے سامان تو تمہارے ہاتھوں میں موجود ہیں مگر روحانی خواہشوں کے سامان تمہارے ہاتھ میں موجود نہیں بلکہ صرف قصّے تمہارے ہاتھوں میں ہیں، جو بودے اور باسی ہو چکے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ اِس زمانے تک تمہارے جسمانی چشمے بند نہیں ہوئے جن کا تم پانی پی کر پیاس کی جلن اور سوزش کو دُور کرتے ہو اور نہ جسمانی کھیتوں کی زمین ناقابلِ زراعت ہو گئی ہے جن کے اناج سے تم دو وقت پیٹ بھرتے ہو مگر وہ روحانی چشمے اَب کہاں ہیں جو الہامِ الٰہی کا تازہ پانی پلا کر روحانی پیاس کی سوزش دُور کرتے تھے ؟ اور اَب وہ روحانی اناج بھی تمہارے پاس نہیں ہے جس کو کھا کر تمہاری رُوح زندہ رہ سکتی تھی۔ اب تم گویا ایک جنگل ہو جس میں نہ اناج ہے اور نہ پانی ہے۔" (چشمۂ معرفت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرتبہ و مقام

لاریب اللہ تعالیٰ نے سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو انسانیّت کے انتہائی

اعلیٰ وارفع مرتبہ پر اور اپنے انتہائی مقامِ قُرب سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی رشتۂ محبّت اور فدائیّت کا مقام عطا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی سخن ور یا اہلِ قلم کی تحریر یا اُس کا کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور آنحضرتؐ کے مرتبہ و مقام کے بیان میں حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریر و تقریر کے ایک پاسنگ کا درجہ بھی نہیں رکھتا۔ بطور نمونہ حضرت اقدس کی بعض کتب سے چند اقتباس حسبِ ذیل نقل کئے جاتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"وہی رسولؐ ہاں وہی آفتابِ صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مُردے شرک اور دہریّت اور فسق و فجور کے جی اُٹھے اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا..... جس نے مکّہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی کی بہت سی تاریکی کو مٹایا۔ ہاں دُنیا کا حقیقی نور وہی تھا جس نے دُنیا کو تاریکی میں پاکر فی الواقع وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنا دیا۔"

(تبلیغ رسالت جلد ششم)

نیز حضور فرماتے ہیں کہ:-

"ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدّس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اُس کی پیروی اور محبّت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

(تریاق القلوب)

عظمتِ قرآن مجید

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ جماعتِ احمدیہ کو بالخصوص اور دوسرے مسلمانوں کو بھی خدا تعالیٰ کی آخری کتاب یعنی قرآن مجید کی ضرورت اور عظمت کی طرف توجّہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"خاتم النّبیّین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطّبع اِس لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اُس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ سارے کمالات اِس میں موجود ہیں کیونکہ کلامِ الٰہی کے نزول کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوّتِ قُدسی اور کمالِ باطنی اُس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلامِ الٰہی نازل ہوتا ہے اُسی قدر قوّت

اور شوکت اُس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسی اور کمالِ باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوُا اور نہ آئندہ ہوگا اِس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اُس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوُا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔" (ملفوظات جلد سوم)

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی محولہ بالا تحریرات محض بطور نمونہ نقل کی گئی ہیں ورنہ نہ صرف اِن موضوعات پر حضور کی تمام تحریرات اور حضور کے ملفوظات کا ذخیرہ بلکہ دوسرے اہم موضوعات مثلاً احمدیت کے اصولی عقائد، سُنّت و حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ملائکۃ اللہ، دعا، توبہ و استغفار، نجات، بعث بعد الموت، جنّت و دوزخ، انسانی پیدائش کا مقصد، انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتیں، قضاء و قدر وغیرہ پر حضور کی دلکش اور مسحور کُن تحریرات کے مطالعہ سے علم و صداقت کی پیاسی رُوحوں کو تسکین اور تحقیق و تدقیق کے نئے نئے راستوں کے متلاشی احباب کو ہر پہلو سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

اِس جگہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دعاوی، حضور کی تعلیم اور حضور کے اپنے الفاظ میں جماعتِ احمدیہ کے قیام کی غرض کے بارہ میں بھی بعض حوالے پیش کئے جائیں۔

حضرت مسیح موعود کا دعوٰی اور دلائل

حضور اپنے دعوٰی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

"اِس (یعنی چودھویں۔ ناقل) صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدیدِ دین کے لئے آنیوالا تھا وہ مَیں ہی ہوں، تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اُس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوّت پا کر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دُنیا کو صلاح اور تقوٰی اور راستبازی کی طرف کھینچوں اور اُن کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دُور کروں۔ اور..... بذریعہ وحیٔ الٰہی میرے پر تبصرتیح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اُمّت کے لئے ابتداء سے موعود تھا..... جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ مَیں ہی ہوں اور مکالماتِ الٰہیّہ اور مخاطباتِ رحمانیہ اِس صفائی اور تواتر سے اِس بارے میں ہوئے کہ شک و شُبہ کی جگہ نہ رہی۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

نیز اِس سوال کے جواب میں کہ مسیح موعود کا دعوٰی تسلیم کرنے کے لئے کون سے قرائن موجود ہیں، حضور تحریر فرماتے

ہیں کہ :۔

"اس سوال کے جواب میں مجھے یہ کہنا کافی ہے کہ مندرجہ ذیل امور طالبِ حق کے لئے بطور علامات اور قرائن کے ہیں :۔

(۱) اوّل وہ پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تواترِ معنوی تک پہنچ گئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر یک صدی کے سر پر وہ ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کو پھر تازہ کر دے گا اور اس کی کمزوریوں کو دُور کر کے پھر اپنی اصلی طاقت اور قوت پر اُس کو لے آوے گا۔ اِس پیشگوئی کی رُو سے ضرور تھا کہ کوئی شخص اس چودھویں صدی پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا اور موجودہ خرابیوں کی اصلاح کے لئے پیش قدمی دکھلاتا۔ سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہؤا۔ اِس سے پہلے صدہا اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدّد مسیح موعود ہوگا اور احادیثِ صحیحہ نبویہ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہورِ مسیح ہے۔ پس کیا اِس عاجز کا یہ دعوٰی اس وقت عین اپنے محل اور اپنے وقت پر نہیں ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خطا جاوے؟ مَیں نے اِس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود پیدا نہیں ہؤا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی پیشگوئیاں خطا جاتی ہیں اور صدہا بزرگوار صاحبِ الہام جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔

(۲) اِس بات کو بھی سوچنا چاہیئے کہ جب علماء سے یہ سوال کیا جائے کہ چودھویں صدی کا مجدّد ہونے کے لئے بجز اِس احقر کے اَور کس نے دعوٰی کیا ہے اور کس نے منجانب اللہ آنے کی خبر دی ہے اور مُلہم اور مامور ہونے کا دعوٰی کیا ہے؟ تو اِس کے جواب میں وہ بالکل خاموش ہیں اور کسی شخص کو پیش نہیں کر سکتے جس نے ایسا دعوٰی کیا ہو.....

(۳) تیسری علامت اِس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ بعض اہل اللہ نے اِس عاجز سے بہت سے سال پہلے اِس عاجز کے آنے کی خبر دی ہے یہاں تک کہ نام اور سکونت اور عمر کا حال بتصریح بتلایا ہے جیسا کہ "نشانِ آسمانی" میں لکھ چکا ہوں۔

(۴) چوتھی علامت اِس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ اِس عاجز نے بارہ ہزار کے قریب خط اور اشتہار الہامی برکات کے مقابلہ کے لئے مذاہبِ غیر کی طرف روانہ کئے۔ بالخصوص پادریوں میں سے شاید ایک بھی نامی پادری یورپ اور امریکہ اور ہندوستان میں باقی نہیں رہا ہوگا جس کی طرف خط رجسٹری کر کے نہ بھیجا ہو مگر سب پر حق کا رُعب چھا گیا۔

(۵) پانچویں علامت اِس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ مَیں ان مسلمانوں پر بھی اپنے کشفی اور الہامی علوم میں غالب ہوں۔ ان کے ملہموں کو چاہیئے کہ میرے مقابلہ پر آویں۔ پھر اگر تائیدِ الٰہی میں اور فیضِ سماوی میں اور آسمانی نشانوں میں مجھ پر غالب ہو جائیں تو جس کارد سے چاہیں مجھے ذبح کر دیں، مجھے منظور ہے"۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام)

حضرت مسیح موعود کی بعثت کا مقصد

سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"مَیں اِس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالمِ آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے..... سو مَیں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقوٰی پیدا ہو سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا بعد اِس کے کہ بہت دُور ہو گیا تھا سو مَیں اِن ہی باتوں کا مجدّد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں"۔ (کتاب البریّہ)

حضور ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اُس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اُس کو دُور کر کے محبّت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچّائیاں جو دُنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں اُن کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیّت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دَب گئی ہے اُس کا نمونہ دکھلاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجّہ یا دعا کے ذریعہ نمودار ہوتی ہیں، حال کے ذریعہ نہ محض قال سے اُن کی کیفیت بیان کروں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کے شِرک کی آمیزش سے خالی ہے، جو اَب نابُود ہو چکی ہے اُس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوّت سے نہیں ہوگا بلکہ اُس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے"۔

(لیکچر لاہور)

جماعتِ احمدیہ کے قیام کی غرض اور جماعت کو نصائح

جماعتِ احمدیہ کے قیام کی غرض کے بارہ میں سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ نے جو اِس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اِس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دُنیا سے مفقود ہوگئی تھی اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اِس زمانہ میں پائے نہیں جاتے تھے دوبارہ اُسے قائم کرے ..... اِس لئے اللہ تعالیٰ کی غرض اِس جماعت سے یہ ہے کہ گُم شُدہ معرفت کو دوبارہ دُنیا میں اِس جماعت کے ذریعہ قائم کردے"۔　(تقریریں)

اور حضور کی تمام کتب، تحریرات اور ملفوظات میں جماعتِ احمدیہ کے لئے موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے اعتبار سے بے شمار اور بیش قیمت نصائح کے خزانے موجود ہیں۔ اِس جگہ صرف ایک حوالہ درج کیا جاتا ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں، خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرضِ (دعوتِ حق) سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اِس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اِس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُنیا کی لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے، قمار بازی سے، بدنظری سے اور خیانت سے، رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا اِلتزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اُس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزّت نہیں کرتا اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں اُن کی بات نہیں مانتا اور اُن کے تعہدِ خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی

اہلیہ اور اُس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو اَدنیٰ اَدنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اُس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص فی الواقعہ مجھے مسیح موعود ..... نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امورِ معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغگو، جعلساز اور اُن کا ہمنشین، اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعالِ شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

یہ سب زہریں ہیں، تم اِن زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی .....،، (کشتی نوح)

نیز سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اُس عظیم الشان قلمی، لسانی اور علمی جہاد کا صحیح اندازہ جو شدید دشمنِ اسلام جماعتوں یعنی آریوں اور عیسائیوں کے مقابل ظہور میں آیا، حضور کی تمام تقاریر اور تحریرات کے بحیثیتِ مجموعی مطالعہ کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں اِس ضمن میں بطور نمونہ حضور کی چند تحریرات کو پیش کیا جاتا ہے:۔

عیسائیّت کے خلاف جہاد

جہاں تک عیسائی عقائد کے بطلان، نیز قرآن مجید اور دینِ حق کی تعلیمات کا انجیل کی تعلیمات سے مقابلہ و موازنہ کا تعلق ہے ان امور کے متعلق سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریرات سے تفصیل بیان کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اِس جگہ بہت اختصار کے ساتھ حضور کی بعض اُن تحریرات اور تحقیقات کا ذکر کیا جائے گا جن کا عیسائی دُنیا کے پاس کوئی جواب نہیں اور ایک معمولی عقل کا آدمی بھی حضور کے ارشادات کی روشنی میں حق و باطل میں بخوبی امتیاز کر سکتا ہے۔



قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث صلیب کانفرنس کی کرسیٔ صدارت پر





حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ
بیتِ بشارت کا افتتاح فرما رہے ہیں

(د) سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی موت سے نجات اور آپ کے صلیبی موت سے بچ جانے کے بعد ہجرت کر کے کشمیر آ جانے اور کشمیر میں طبعی وفات پانے، نیز سرینگر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزار کی موجودگی ثابت کر کے ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے یہودیوں کے اُس اتّہام کو دُور کر دیا کہ نعوذ باللہ آپ صلیبی موت کی وجہ سے لعنتی وجود تھے۔ دوسری طرف عیسائیت کے مسئلۂ کفّارہ کو بھی ہمیشہ کے لئے باطل ثابت کر دیا کیونکہ حضرت مسیح ناصریؑ کی جس مزعومہ قربانی (یعنی صلیب پر وفات پانے) پر اِس مسئلہ کی بنیاد ہے جب وہ واقعہ غلط ثابت ہو گیا تو اُس مفروضہ واقعہ پر مبنی تمام دعاوی بھی بے بنیاد ثابت ہو گئے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بدبخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ اُن کو ہلاک کریں۔ اور نہ صرف ہلاک بلکہ اُن کی پاک رُوح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگا دیں کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے۔ یعنی اُس کا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قُرب سے دُور جا پڑتا ہے اور راندۂ درگاہِ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے ...... اور یہ نہایت بد منصوبہ تھا کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق سوچا گیا تھا..... لیکن خدائے قادر و قیّوم نے بدنیّت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا..... حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پا کر ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر آخر کار خاکِ کشمیر جنّت نظیر میں انتقال فرمایا اور سرینگر خانیار کے محلہ میں باعزاز تمام دفن کئے گئے"۔ (رازِ حقیقت)

(ب) نیز حضور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف منسوب فرضی معجزات یعنی مُردوں کو زندہ کرنے کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"فرضی معجزات کے ساتھ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام متّہم کئے گئے ہیں اس کی نظیر کسی اَور نبی میں نہیں پائی جاتی یہاں تک کہ بعض جاہل خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہزاروں بلکہ لاکھوں مُردے زندہ کر ڈالے تھے یہاں تک کہ انجیلوں میں یہ مبالغہ آمیز باتیں لکھی ہیں کہ ایک مرتبہ تمام گورستان جو ہزاروں برسوں کا چلا آتا تھا سب کا سب زندہ ہو گیا تھا اور تمام مُردے زندہ ہو کر شہر میں آ گئے تھے۔

اب عقلمند قیاس کر سکتا ہے کہ باوجودیکہ کروڑہا انسان زندہ ہو کر شہر میں آ گئے اور اپنے

بیٹوں پوتوں کو آکر تمام قصے سُنائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی کی تصدیق کی مگر پھر بھی یہودی ایمان نہ لائے۔۔۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے مُردوں کے لیکچروں سے یہودی قوم کے لوگوں کے دلوں پر بڑے بڑے اثر ہوتے ہوں گے اور ہزاروں لاکھوں یہودی ایمان لاتے ہوں گے۔ پھر قرآن شریف اور انجیل سے ثابت ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ردّ کر دیا تھا۔۔۔۔۔ اب عقلمند سوچے کہ کیا ایسے بزرگ اور فوق العادت معجزات کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے تھا؟۔۔۔۔ پس یقیناً سمجھو کہ ایسے معجزات محض بناوٹ ہے۔"

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

(ج) تمام عیسائی اور بالخصوص مغربی عیسائی دُنیا پر اتمامِ حُجت کرنے والا اور سیّدنا و مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور موجودہ عیسائیت کے مقابل "فتحِ عظیم" کا نشان جو سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا وہ امریکہ کے ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی کی ہلاکت کا نشان ہے۔ ڈوئی نے امریکہ میں جھوٹا پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا۔ اُس نے کروڑوں روپیہ جمع کر لیا تھا اور ایک نیا شہر صیہون نامی آباد کر کے وہاں نہایت شان و شوکت کے ساتھ رہتا تھا۔ اُس نے سیّدنا و مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور دینِ حق کی شدید مخالفت کو اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ جب اُس کو اِن حرکتوں سے باز رکھنے کے لئے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اُس کو مباہلہ کا چیلنج دیا تو پہلے اُس نے جواب دینے سے گریز کیا مگر بعد میں لکھا کہ:۔

"ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تُو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا۔۔۔۔۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں اِن مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا؟ اگر مَیں ان پر پاؤں رکھوں تو مَیں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔"

ڈاکٹر ڈوئی نے اپنے اخبار میں دسمبر ۱۹۰۲ء میں یہ اعلان شائع کیا تھا کہ:۔

"میرا کام یہ ہے کہ مَیں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دن آجائے کہ مذہبِ محمدی دُنیا سے مٹایا جائے۔ اے خدا! ہمیں وہ وقت دکھلا۔"

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دعا کے نتیجہ میں بالآخر اللہ تعالیٰ کی قہری تجلّی کا ظہور ہوا اور ڈاکٹر ڈوئی بصد حسرت و ناکامی نہایت عبرت ناک حالات میں اِس دُنیا

سے رخصت ہو گیا۔ سیّدنا حضرت اقدس ڈوئی اور اُس کے انجام کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ نشان پنجاب سے بصورت پیشگوئی ظاہر ہو کر امریکہ میں جاکر ایسے شخص کے حق میں پورا ہوا جس کو امریکہ اور یورپ کا فرد فرد جانتا تھا...... یہ شخص اپنی دُنیوی حیثیت کی رُو سے ایسا تھا کہ عظیم الشان نوابوں اور شہزادوں کی طرح مانا جاتا تھا...... اور باوجود اِس عزّت اور شہرت کے جو امریکہ اور یورپ میں اُس کو حاصل تھی خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ہُوا کہ میرے مباہلہ کا مضمون اُس کے مقابل پر امریکہ کے بڑے بڑے نامی اخباروں نے جو روزانہ ہیں شائع کر دیا اور تمام امریکہ اور یورپ میں مشہور کر دیا۔ اور پھر عام اشاعت کے بعد جس ہلاکت اور تباہی کی اُس کی نسبت پیشگوئی میں خبر دی گئی تھی وہ ایسی صفائی سے پوری ہوئی کہ جس سے بڑھ کر اکمل اور اتم طور پر ظہور میں آنا متصوّر نہیں ہو سکتا۔ اُس کی زندگی کے ہر ایک پہلو پر آفت پڑی..... اور ہر ایک ذِلّت اُس کو نصیب ہوئی اور آخر کار اُس پر فالج گرا اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اُس کو اُٹھا کر لے جاتے رہے اور پھر بہت غموں کے باعث پاگل ہو گیا اور حواس بجا نہ رہے..... آخر کار مارچ ۱۹۰۷ء کے پہلے ہفتہ میں ہی بڑی حسرت اور درد اور دُکھ کے ساتھ مر گیا..... اِس سے زیادہ کُھلا کُھلا معجزہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو سچّا کرتا ہے اَور کیا ہوگا؟ اب وہی اِس سے انکار کرے گا جو سچّائی کا دشمن ہوگا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی"

(تتمہ حقیقۃ الوحی)

آریوں کی ہدایت کے لئے عظیم الشّان نشان

اِسی طرح ہندوستان میں ایک شوریدہ سر گستاخِ رسولؐ آریہ لیکھرام نامی بھی جو پشاور کا رہنے والا تھا سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دعا کے نتیجہ میں ہلاک کیا گیا کیونکہ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ حق کے خلاف دشنام دہی میں حد سے بڑھ گیا تھا اور اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور بُروز اور حضرت امام الزّمان کی آواز پر کان نہ دھرا بلکہ بدزبانی اور گستاخی میں بڑھتا گیا۔ سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اس شخص کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"واضح ہو کہ اِس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ...... اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اِس بات کی دعوت دی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو اُن کی قضاء و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں کی جائیں۔ سو اِس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد

فوت ہو گیا لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اِس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کرو میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اُس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہؤا: عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ لَهٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ۔ یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اِس کے لئے اِن گستاخیوں اور بد زبانیوں کے عوض سزا اور رنج اور عذاب مقدّر ہے جو ضرور اس کو مِل کر رہے گا اور اسکے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دو شنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بد زبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذابِ شدید میں مُبتلا ہو جائے گا۔ سو اب مَیں اِس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر یہ ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اِس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہؤا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اُس کی رُوح سے میرا نُطق ہے۔ اور اگر مَیں اِس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بُھگتنے کے لئے تیار رہوں۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء)

اور جب یہ گستاخِ رسول اور بد زبان لیکھرام اپنی نہ ختم ہونے والی شوخیوں اور گستاخیوں کی پاداش میں ایک نامعلوم شخص کے ہاتھوں پیشگوئی کی میعاد کے اندر اور مقررہ علامات کے مطابق ہلاک کیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ :-

"اِس امر کو خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے کسی سے بُغض نہیں ہے۔ اگرچہ مَیں لیکھرام کے معاملہ میں اِس بات سے تو خوش ہوں کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوئی مگر دوسرے پہلو سے مَیں غمگین ہوں کہ وہ عین جوانی کی حالت میں مرا۔ اگر وہ میری طرف رجوع کرتا تو مَیں اُس کے لئے دعا کرتا تا یہ بَلا ٹل جاتی۔ اُس کے لئے ضروری نہ تھا کہ اس بَلا کے رَدّ کرانے کے لئے وہ مسلمان ہو جاتا۔ بلکہ صرف اِس قدر ضروری تھا کہ گالیوں اور گندہ زبانی سے اپنے مُنہ کو روک لیتا۔" (حقیقۃ الوحی)

مخالف علماء و مشائخ کو دعوتِ مقابلہ

چونکہ مسلمانوں کے اکثر علماء اور مشائخ نے بھی سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شدید مخالفت

کی تھی اور حضور پر کفر کے فتوے جاری کئے تھے اِس لئے حضور نے ان تمام مخالف علماء، فقراء اور مشائخ کو حق و باطل میں امتیاز کی خاطر دعوتِ مقابلہ دی تھی۔ اِس ضمن میں حضور ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"جو لوگ مسلمانوں میں سے فقراء کہلاتے ہیں اور مشائخ اور صوفی بنے بیٹھے ہیں اگر وہ .... ہمارے دعوئ مسیحیت کے مصدّق نہ ہو جاویں تو سہل طریق یہ ہے کہ ایک مجمع مقرر کرکے کوئی ایسا شخص جو میرے دعوئ مسیحیت کو نہیں مانتا اور اپنے تئیں ملہم اور صاحبِ الہام جانتا ہے مجھے ... طلب کرے اور ہم دونو جنابِ الٰہی میں دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جنابِ الٰہی میں سچا ہے ایک سال میں کوئی عظیم الشّان نشان جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور معمولی انسانوں کی دسترس سے بلند تر ہو اس سے ظہور میں آوے۔ ایسا نشان کہ جو اپنی شوکت اور طاقت اور چمک میں عام انسانوں اور مختلف طبائع پر اثر ڈالنے والا ہو، خواہ وہ پیشگوئی ہو یا اور کسی قسم کا اعجاز ہو جو انبیاء کے معجزات سے مشابہ ہو۔ پھر اس دعا کے بعد ایسا شخص جس کی کوئی خارق عادت پیشگوئی یا کوئی اور عظیم الشّان نشان ایک برس کے اندر ظہور میں آجائے اور اِس عظمت کے ساتھ ظہور میں آئے جو اِس مرتبہ کا نشان حریف مقابل سے ظہور میں نہ آ سکے تو وہ شخص سچّا سمجھا جائے گا جس سے ایسا نشان ظہور میں آیا۔ اور پھر اسلام میں سے تفرقہ دُور کرنے کے لئے شخصِ مغلوب پر لازم ہوگا کہ اُس شخص کی مخالفت چھوڑ دے اور بِلا توقف اور بلا تامّل اُس کی بیعت کرلے اور اُس خدا سے جس کا غضب کھا جانے والی آگ ہے، ڈرے۔"

(تریاق القلوب)

مگر افسوس کہ نام نہاد علماء، گدی نشینوں، پیروں اور مشائخ کہلانے والے طبقہ میں سے کوئی بھی سیّدنا حضرت اقدس بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دعوتِ مقابلہ کو قبول کرنے کی جُرأت نہ کر سکا۔ حضور انتہائی دردمندانہ انداز میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"خدا تعالیٰ نے اِس عاجز کو اُن نوروں سے خاص کیا ہے جو برگزیدہ بندوں کو ملتے ہیں۔ جن کا دوسرے لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم کو شک ہو تو مقابلہ کے لئے آؤ اور یقیناً سمجھو کہ تم ہرگز مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ تمہارے پاس زبانیں ہیں مگر دل نہیں۔ جسم ہے مگر جان نہیں۔ آنکھوں کی پُتلی ہے مگر اُس میں نور نہیں۔ خدا تعالیٰ تمہیں نور بخشے تا تم دیکھ لو۔" (فتح اسلام)

بے نظیر علمی تحقیقات

سیّدنا حضرت اقدس بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے قرآن مجید اور احادیث کی

بہت سی پیشگوئیوں کے بارہ میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کے ازالہ نیز بہت سے نئے علوم و معارف سے دُنیا کو روشناس کرنے کے لئے ایک ضخیم علمی ذخیرہ بفضل اللہ تعالیٰ مہیا فرمایا ہے۔ بطور نمونہ صرف دو امور کے بارہ میں حضور کی کتب سے چند اقتباس درج کئے جاتے ہیں :-

۱- یاجوج و ماجوج اور دجّال

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ مختلف احادیث اور روایات کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ :-

"ایک طرف تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ تمام دُنیا میں عیسائی قوم کا غلبہ ہو گا جیسا کہ حدیث یکسر الصّلیب سے بھی سمجھا جاتا ہے کہ صلیبی قوم کا اُس زمانہ میں بڑا عروج اور اقبال ہو گا۔ ایسا ہی ایک دوسری حدیث سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ اُس زمانہ میں رومیوں کی قوت اور کثرت ہو گی، یعنی عیسائیوں کی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رومی سلطنت عیسائی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ بھی قرآن شریف میں فرماتا ہے غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ۔ اس جگہ بھی رُوم سے مراد عیسائی سلطنت ہے۔ اور پھر بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت دجّال کا تمام زمین پر غلبہ ہو گا۔ اور تمام زمین پر بغیر مکہ معظمہ کے دجّال محیط ہو جائے گا۔

اب ..... اگر دجّال تمام زمین پر محیط ہو جائے گا تو عیسائی سلطنت کہاں ہو گی؟ ایسا ہی یاجوج ماجوج جن کی عام سلطنت کی قرآن شریف خبر دیتا ہے وہ کہاں جائیں گے؟ سو یہ غلطیاں ہیں جن میں لوگ مبتلا ہیں ..... واقعات ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ دونوں صفات یاجوج ماجوج اور دجّال ہونے کے یوروپین قوموں میں موجود ہیں۔"　(چشمۂ معرفت)

۲- اُمّ الالسنہ

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک اہم ترین تحقیق عربی زبان کے دُنیا کی تمام دیگر زبانوں کی ماں ہونے کے بارہ میں فرمائی۔ حضور نے اپنی مختلف کتابوں میں اس بارہ میں روشنی ڈالی ہے لیکن خاص اسی موضوع پر کتاب "منن الرحمٰن" شائع فرمائی۔ اور حضور نے اس عظیم الشان تحقیق کو اس امر کے ثبوت کے طور پر پیش فرمایا ہے کہ قرآن مجید ہی منجانب اللہ وہ کامل اور آخری کتاب ہے جو دُنیا کی تمام قوموں کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"چونکہ قرآن مجید ایک ایسا لعلِ تاباں اور مہرِ درخشاں ہے کہ اس کی سچائی کی کرنیں اور اس کے

منجانب اللہ ہونے کی چمکیں نہ کسی ایک یا دو پہلو سے بلکہ ہزارہا پہلوؤں سے ظاہر ہو رہی ہیں۔۔۔
۔۔۔ اس میں یہ ایک عظیم الشّان خاصیّت ہے کہ وہ اپنی تمام ہدایات اور کمالات کی نسبت آپ ہی دعویٰ کرتا اور آپ ہی اِس دعویٰ کا ثبوت دیتا ہے اور یہ عظمت کسی اَور کتاب کو نصیب نہیں۔ اور منجملہ اُن دلائل اور براہین کے جو اس نے اپنے منجانب اللہ ہونے پر اور اپنے اعلیٰ درجہ کی فضیلت پر پیش کئے ہیں، ایک بزرگ دلیل وہ ہے جس کی بسط اور تفصیل کے لئے ہم نے اِس کتاب کو تالیف کیا ہے جو اُمُّ الْاَلْسِنَۃُ کے پاک چشمے سے پیدا ہوتی ہے۔۔۔۔ لہٰذا میں نے اسی غرض سے اِس کتاب کو لکھا ہے کہ تا اوّل بعونہٖ تعالیٰ تمام زبانوں کا اِشتراک ثابت کروں اور پھر بعد ازاں زبانِ عربی کے اُمّ الالسنہ اور اصل الہامی ہونے کے دلائل سُناؤں۔ اور پھر عربی کی اس خصوصیّت کی بناء پر کہ کامل اور خالص اور الہامی زبان صرف وہی ہے اِس آخری نتیجہ کا قطعی اور یقینی ثبوت دوں کہ الٰہی کتابوں میں سے اعلیٰ اور ارفع اور اتم اور اکمل اور خاتم الکتب صرف قرآن کریم ہی ہے اور وہی اُمّ الکتب ہے جیسا کہ عربی اُمّ الالسنہ ہے۔" (مِنن الرحمٰن)

اِس کے بعد عربی کے اُمّ الالسنہ ہونے کے ثبوت کے طور پر حضور نے عربی کی پانچ بے نظیر خصوصیات کا اظہار اِن الفاظ میں فرمایا ہے کہ:۔

"عربی کے فضائل خاصّہ سے جو اِسی زبان سے خصوصیّت رکھتے ہیں جن کی ہم انشاء اللہ اپنے اپنے محل پر تشریح کریں گے اور جو اس کے اُمّ الالسنہ اور کامل اور الہامی زبان ہونے پر قطعی دلیل ہے، پانچ خوبیاں ہیں جو مفصّلہ ذیل ہیں:۔

پہلی خوبی: عربی کے مفردات کا نظام کامل ہے یعنی انسانی ضرورتوں کو وہ مفردات پوری مدد دیتے ہیں۔ دوسرے لغات اِس سے بے بہرہ ہیں۔

دوسری خوبی: عربی میں اسماءِ باری اور اسماءِ ارکانِ عالَم و نباتات و حیوانات و جمادات و اعضائے انسان اپنی اپنی وجہ تسمیہ میں بڑے بڑے علوم حکمیہ پر مشتمل ہیں۔ دوسری زبانیں ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

تیسری خوبی: عربی کے اطراد مواد الفاظ بھی پورا نظام رکھتا ہے اور اس نظام کا دائرہ تمام افعال اور اسماء کو جو ایک ہی مادہ کے ہیں ایک سلسلۂ حکمیہ میں داخل کرکے اُن کے باہمی تعلقات دکھلاتا ہے اور یہ بات اس کمال کے ساتھ دوسری زبانوں میں پائی نہیں جاتی۔

چوتھی خوبی: عربی کے تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔ یعنی زبانِ عربی الف لام

اور تنوینوں اور تقدیم تاخیر سے وہ کام نکالتی ہے جس میں دوسری زبانیں کئی فقروں کے جوڑنے کی محتاج ہوتی ہیں۔

پانچویں خوبی: عربی زبان ایسے مفردات اور تراکیب اپنے ساتھ رکھتی ہے جو انسان کے تمام باریک در باریک ضمائر اور خیالات کا نقشہ کھینچنے کے لئے کامل وسائل ہیں۔"

(منن الرحمٰن)

۳۔ حضرت باوانانک مسلمان تھے

حضرت اقدس بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک عظیم الشان انکشاف یہ فرمایا کہ حضرت باوانانک جو سکھوں کے مقدس وجود ہیں مسلمان تھے۔ چولہ باوا صاحب کے بارہ میں دریافت ہونے پر حضرت اقدس خود ہمراہ دس خدام اس کو دیکھنے تشریف لے گئے۔ چنانچہ اس پر آیات قرآنیہ اور کلمہ طیّبہ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس علمی انکشاف پر کتاب ست بچن تحریر فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں ؎

واہ رے زورِ صداقت خوب دکھلایا اثر
ہو گیا نانک نثارِ دینِ احمد سربسر

اعجازی تحریرات و خطبات

سیّدنا حضرت اقدس بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم اور میرے قلم کو ذوالفقار فرمایا۔" (بحوالہ تذکرہ)

لاریب کہ الٰہی تائید و نصرت کے نتیجہ میں حضور کو اعجازی تحریرات کا نشان عطا کیا گیا۔ حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"مَیں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاپردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے اور ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا اُردو یا فارسی، دو حصہ پر منقسم ہوتی ہے (۱) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آتا جاتا ہے اور مَیں اُس کو لکھتا جاتا ہوں ...... (۲) دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب مَیں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلۂ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب اُن کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی راہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحیٔ

متلوّ کی طرح رُوح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اُس وقت مَیں اپنی حِسّ سے غائب ہوتا ہوں ...... اور یہ نشانوں کی قِسم میں سے ایک نشان ہے جو مجھے دیا گیا ہے"۔
(نزول المسیح)

اِسی عظیم الشّان الٰہی سلوک کی بناء پر حضور نے اپنے مخالف علماء کو عربی میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا مگر کوئی بھی حضور کے مقابلہ کی جرأت نہ کرسکا۔ حضور تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"یہی راز ہے جس کی وجہ سے مَیں ایک دُنیا کو معجزہ عربی بلیغ کی تفسیر نویسی میں بالمقابل بُلاتا ہوں ورنہ انسان کیا چیز اور ابنِ آدم کیا حقیقت کہ غرور اور تکبّر کی راہ سے ایک دُنیا کو اپنے مقابل پر بلاوے"۔ (نزول المسیح)

نیز غیب سے محض خارق عادت طور پر خدا تعالیٰ کی وحی کی راہنمائی کا ایک عظیم الشّان نشان وہ "خطبۂ الہامیہ" ہے جو عربی زبان میں فی البدیہہ سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ کی زبانِ مبارک پر جاری کیا گیا۔ اِس کے بارہ میں حضور تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"۱۱۔ اپریل ۱۹۰۰ء کو عیدِ اضحیٰ کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوُا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو، تمہیں قوّت دی گئی ..... جس وقت یہ عربی تقریر جس کا نام خطبۂ الہامیہ رکھا گیا، لوگوں میں سُنائی گئی اُس وقت حاضرین کی تعداد دوسَو کے قریب ہوگی۔ سُبحان اللہ، اُس وقت ایک غیبی چشمہ کُھل رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ مَیں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا..... یہ ایک علمی معجزہ ہے جو خدا نے دکھلایا اور کوئی اُس کی نظیر پیش نہیں کرسکتا"۔
(حقیقۃ الوحی)

سِلسلۂ احمدیہ کا مُستقبل

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ انتہائی دردمندانہ رنگ میں مگر بڑے زور کے ساتھ فرماتے ہیں کہ :-

"خدا تعالیٰ اپنی تائیدات اور اپنے نشانوں کو ابھی ختم نہیں کرچکا اور اُسی کی ذات کی مجھے قسم ہے کہ وہ بس نہیں کرے گا جب تک میری سچائی دُنیا پر ظاہر نہ کردے۔ پس اے تمام لوگو! جو میری آواز سُنتے ہو خدا کا خوف کرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر یہ منصوبہ انسان کا ہوتا تو خدا مجھے ہلاک کر دیتا اور اِس تمام کاروبار کا نام و نشان نہ رہتا مگر تم نے دیکھا ہے کہ کیسی

خدا تعالیٰ کی نصرت میرے شاملِ حال ہو رہی ہے اور اِس قدر نشان نازل ہوئے جو شمار سے خارج ہیں..... اے بندگانِ خدا! کچھ تو سوچو کیا خدا تعالیٰ جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے؟" (تتمہ حقیقۃ الوحی)

نیز حضور نے الٰہی تائیدات کا تعلق اپنے سِلسلہ کے ساتھ تا قیامت جاری رہنے کی بشارت دی۔ حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے ..... سو اَب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے اِس لئے..... تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سِلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی..... سو ضرور ہے کہ تم پر میری جُدائی کا دن آوے، تا بعد اِس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچّا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اُس نے وعدہ فرمایا۔" (الوصیّت)

اور آخر میں یہ عاجز و ناچیز دُنیا میں سِلسلہ احمدیہ کے آخری اور دائمی غلبہ کے متعلق پیشگوئی پر مشتمل سیّدنا حضرتِ اقدس بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک پُر شوکت تحریر پر اِس مضمون کو ختم کرتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان کو بنایا۔ وہ اپنی اِس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حُجّت اور بُرہان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دِن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دُنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزّت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اِس مذہب اور اِس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

پٹّاں تے ہتھ مارے[1]

"اگر یہ سوال پیش ہو کہ تمہارے حکم ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ کے لئے حکم آنا چاہیئے تھا وہ زمانہ موجود ہے اور جس قوم کی صلیبی غلطیوں کی حکم نے اصلاح کرنی تھی وہ قوم موجود ہے اور جن نشانوں نے اِس حکم پر گواہی دینی تھی وہ نشان ظہور میں آچکے ہیں اور اب بھی نشانوں کا سلسلہ شروع ہے۔ آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے۔ زمین نشان ظاہر کر رہی ہے اور مبارک وہ جن کی آنکھیں اب بند نہ رہیں۔

مَیں یہ نہیں کہتا کہ پہلے نشانوں پر ہی ایمان لاؤ بلکہ مَیں کہتا ہوں کہ اگر مَیں حکم نہیں ہوں تو میرے نشانوں کا مقابلہ کرو۔ میرے مقابل پر جو اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں اور سب بحثیں نکمّی ہیں صرف حکم کی بحث میں ہر ایک کا حق ہے جس کو مَیں پُورا کر چکا ہوں۔ خدا نے مجھے چار نشان دیئے ہیں:۔

۱۔ مَیں قرآن شریف کے معجزہ کے ظلّ پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

۲۔ مَیں قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

۳۔ مَیں کثرتِ قبولیّتِ دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔

۴۔ مَیں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہ خدا تعالیٰ کی گواہیاں میرے پاس ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں میرے حق میں چمکتے ہوئے نشانوں کی طرح پوری ہوئیں۔

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیقِ من استادہ اند

..... مَیں امام الزمان ہوں۔ خدا میری تائید میں ہے اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہو گا وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا۔ دیکھو مَیں نے وہ حکم پہنچا دیا جو میرے ذمّہ تھا۔" (ضرورۃ الامام صفحہ ۴۵ تا ۴۷)

---

[1] بزرگانِ سلف میں سے ایک نے امام آخر الزماں کی یہ نشانی بیان فرمائی ہے ع
بولن لگا اڑکے بولے (پٹّاں تے ہتھ مارے) بار بار تحدّی کرے گا۔ (احوال الآخرۃ مصنّفہ حافظ محمد لکھوکے)

حضرت صوفی احمد جان صاحب

(مکرم شیخ نور احمد صاحب منیرؔ)

۲۳ ر مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ کے مقام پر جو چالیس افراد کی بیعتِ اولیٰ ہوئی تو یہ مقدس اور تاریخی تقریب حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقعہ محلہ جدید میں ہوئی۔ آپ لدھیانہ اور اس کے مضافات میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔ آپ باکمال صوفی مرتاض تھے۔ رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور میں چودہ برس تک سلوک کی جملہ منازل اور مراحل طے کرنے کے بعد رشد و ہدایت کی اجازت لیتے ہوئے لدھیانہ میں اپنے کام کا آغاز کیا۔ آپ کے مریدوں اور اصحابِ عقیدت کا حلقہ بہت ہی وسیع تھا۔ آپ نے ایک بہت بڑا دینی مدرسہ بھی قائم کیا ہؤا تھا۔ حضرت صوفی صاحب کی شخصیت اور دینی عظمت واہمیت اِس سے بھی عیاں ہے کہ لدھیانہ کے بڑے بڑے علماء اور افاضل آپ کے خاص ارادت مندوں میں شامل تھے چنانچہ مولوی محمد صاحب لدھیانوی حضرت صوفی صاحب کی مشہور کتاب "طبّ روحانی" میں آپ کا تعارف اِن القاب سے کرتے ہیں :-

"مجمع فیوض سبحانی منبع علوم روحانی قدوۃ الواصلین زبدۃ المحقّقین صوفی باصفا زاہد اتقٰی فیاض زمان مسیحائے دَوراں"

بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پہلی کتاب "براہین احمدیہ" جب منصّۂ شہود پر آئی تو آپ نے والہانہ انداز سے اپنی محبّت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے متعلق کہا ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

آپ نے براہینِ احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا :-

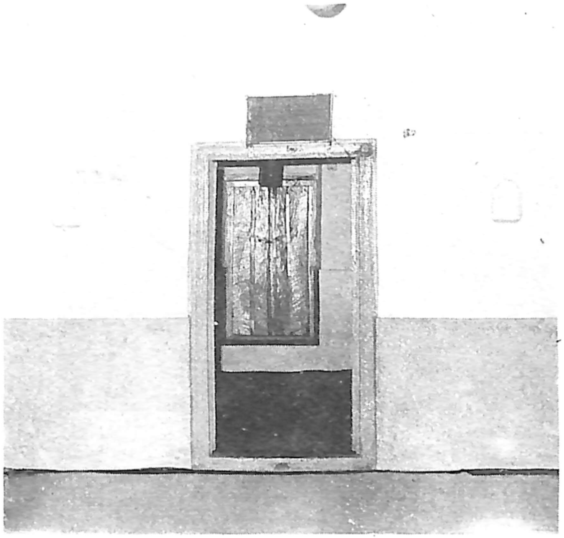
"یقین جانو کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا آگاہ ہو کہ امتحان کا وقت آگیا ہے اور حجّتِ الٰہی قائم ہو چکی ہے اور آفتابِ عالمتاب کی طرح بدلائلِ قطعیہ ایسا ہادیٔ کامل بھیج دیا ہے کہ سچّوں کو نور بخشے اور ظلمات وضلالت سے نکالے اور جھوٹوں پر حجّت قائم کرے"

براہینِ احمدیہ کی اشاعت کے بعد آپ کے ہاں اگر کوئی شخص مرید ہونے کو آتا تو آپ فرماتے :-

"سورج نکل آیا ہے اب تاروں کی ضرورت نہیں جاؤ حضرت صاحب کی بیعت کرو" (انعاماتِ خداوندکریم



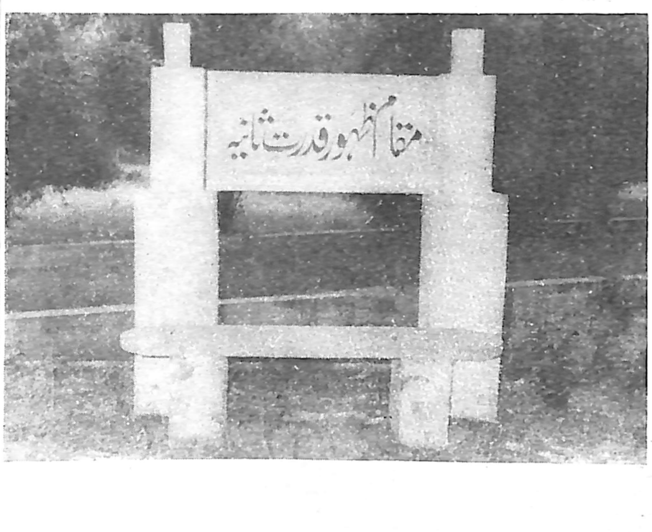
پہلا دار البیعت - لدھیانہ

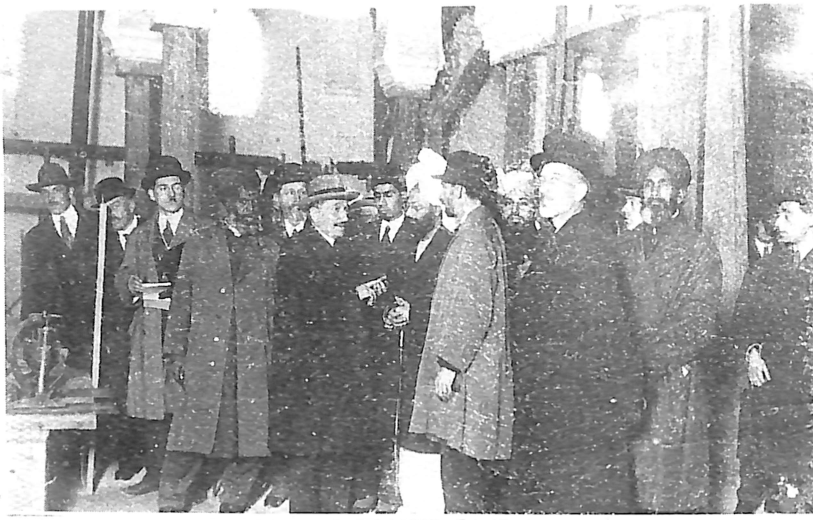


بیت الفکر - قادیان
جہاں سے علم کے خزانے پھوٹے

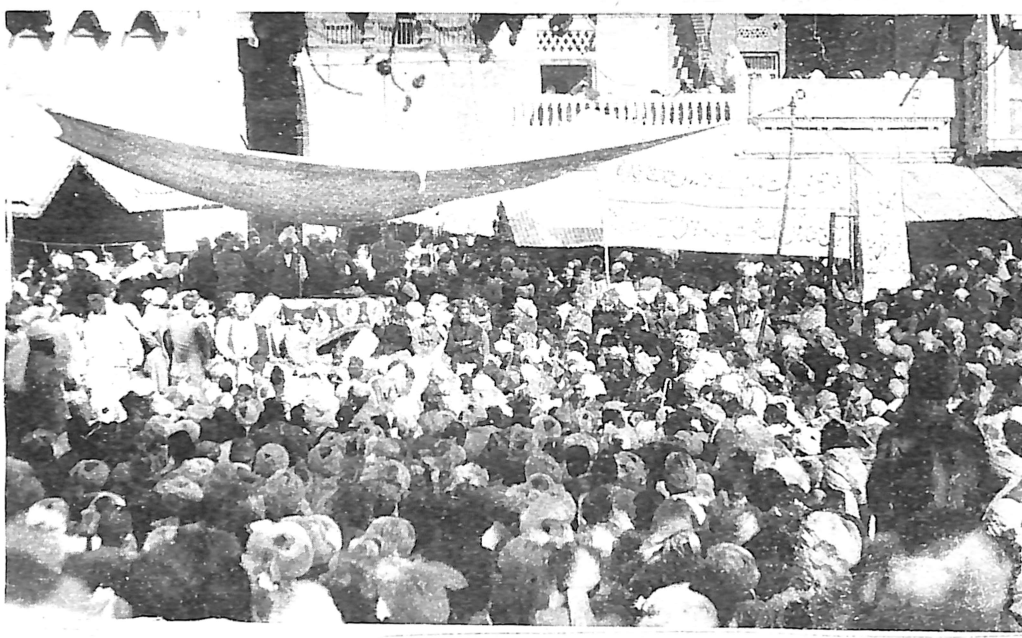


مزار حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ
بہشتی مقبرہ قادیان





حضرت مصلح موعود کا دورۂ یورپ ۱۹۲۴ء
آپ نے ویمبلے کانفرنس میں خطاب فرمایا



قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثانی مصلح
موعود کا اِعلان کرتے ہوئے



قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث صد سالہ جوبلی کا اِعلان کرتے ہوئے

جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء

مؤلفہ پیر افتخار احمد صاحب)

۱۸۸۵ء کے آغاز میں جب آپ نے سفرِ حج کا قصد کیا تو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آپ کو دعا کے الفاظ تحریر فرمائے اور فرمایا "آپ پر فرض ہے کہ انہیں الفاظ سے بلا تبدیل و تغیّر بیت اللہ میں حضرت ارحم الراحمین سے اِس عاجز کی طرف سے دعا کریں"۔ آپ نے اپنے ۲۲ مریدوں سمیت میدانِ عرفات میں حضور کے الفاظ میں دعا کی تھی۔

حضرت صوفی صاحب موصوف فریضۂ حج کی ادائیگی سے وسط دسمبر ۱۸۸۵ء میں جب لدھیانہ پہنچے تو آپ بیمار ہو گئے۔ ابھی آپ کی واپسی پر صرف تیرہ دن ہی گزرے تھے کہ آپ ۲۷ دسمبر ۱۸۸۵ء کو وفات پا گئے اور قبرستان گورِ غریباں میں دفن ہوئے۔ حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ کو جو آپ سے گہرا مخلصانہ رابطہ وثیقہ اور غایت درجہ تعلقات مودّت و اخوّت تھے آپ بنفسِ نفیس تعزیت کے لئے لدھیانہ تشریف لے گئے۔

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے "ازالہ اوہام" میں حضرت صوفی صاحب کا تذکرہ اِن الفاظ میں کیا:

"حِبّی فی اللہ منشی احمد جان صاحب مرحوم اِس وقت ایک نہایت غم سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ پُر درد قصّہ مجھے لکھنا پڑا اور اب یہ ہمارا دوست اِس عالم میں موجود نہیں ہے اور خداوند کریم و رحیم نے بہشتِ بریں کی طرف بُلا لیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَ اِنَّا بِفِرَاقِہٖ لَمَحْزُوْنُوْن حاجی صاحب مغفور مرحوم ایک جماعتِ کثیر کے پیشوا تھے اور اُن کے مریدوں میں آثار رُشد و سعادت و اتباعِ سُنّت نمایاں ہیں۔ اگرچہ حضرت موصوف اِس عاجز کے شروع سلسلہ بیعت سے پہلے ہی وفات پا چکے لیکن یہ امر ان کے خوارق میں سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے بَیت اللہ کے قصد سے چند روز پہلے اِس عاجز کو ایک خط ایسے انکسار سے لکھا جس میں انہوں نے درحقیقت اپنے تئیں اپنے دل میں سلسلہ بیعت میں داخل کر لیا۔۔۔۔ مگر افسوس کہ حج بیت اللہ سے واپس آتے وقت پھر اس مخدوم پر بیماری کا ایسا غلبہ طاری ہؤا کہ اِس دُور افتادہ کو ملاقات کا اتفاق نہ ہؤا بلکہ چند روز کے بعد ہی وفات کی خبر سُنی گئی اور خبر سُنتے ہی ایک جماعت کے ساتھ قادیان میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی"۔

(روحانی خزائن جلد سوم۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۸، ۵۲۹)

حضرت صوفی احمد جان صاحب کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب اور دوسرے حضرت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسّرنا القرآن۔

مسیحِ موعود

تجھ سے باقی علم و عرفاں کی فراوانی ہنوز
ہو رہی ہے بارشِ افضالِ ربّانی ہنوز

عقلِ انسانی بھی اِس بحرِ معانی میں ہے گم
کھل رہی ہیں نو بنو آیاتِ قرآنی ہنوز

حق تو یہ ہے دینے والا دے رہا ہے بے حساب
پر نہیں جاتی دِلوں کی تنگ دامانی ہنوز

وہ جنہیں آتش نوائی نے تری روشن کیا
گرمیٔ محفل ہے اُن شعلوں کی تابانی ہنوز

کر دیا تھا جن کو تیرے جذبِ دل نے بے حجاب
ہر طرف بکھری ہے اُن جلووں کی ارزانی ہنوز

اہلِ دانش ایک مرکز پر سمٹ کر آ گئے
پُر فشاں ہے دیدۂ حیراں کی حیرانی ہنوز

پا گئی پل بھر میں داناؤں کی دانائی تجھے
سرگراں ہے پھر بھی نادانوں کی نادانی ہنوز

گو بہت تسبیح کے دانے پروئے بھی گئے
ہے عیاں اجزائے ملّت کی پریشانی ہنوز

جو مسلماں رزم آرا و رجز خواں تھے کبھی
جانشیں ان کے ہیں محوِ مرثیہ خوانی ہنوز

دعوٰی دارانِ محبت ہیں وفا نا آشنا
کار فرما ہے خلوصِ آلِ سلمانی ہنوز

عبدالمنان ناہید



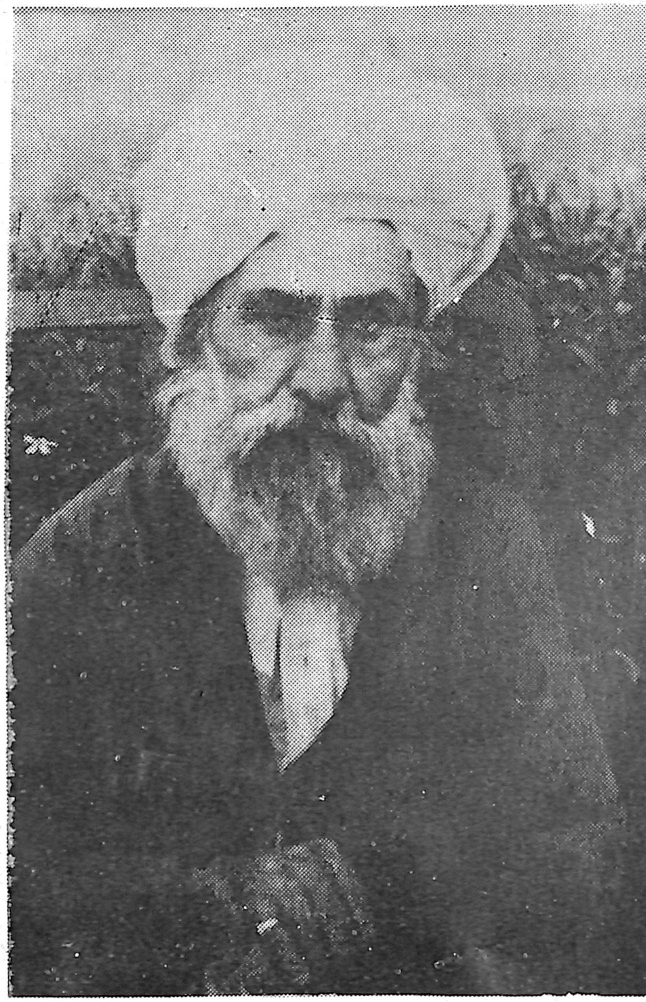
قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ رابع پیغامِ احمدیت لئے
دُنیا کے کنارے پر



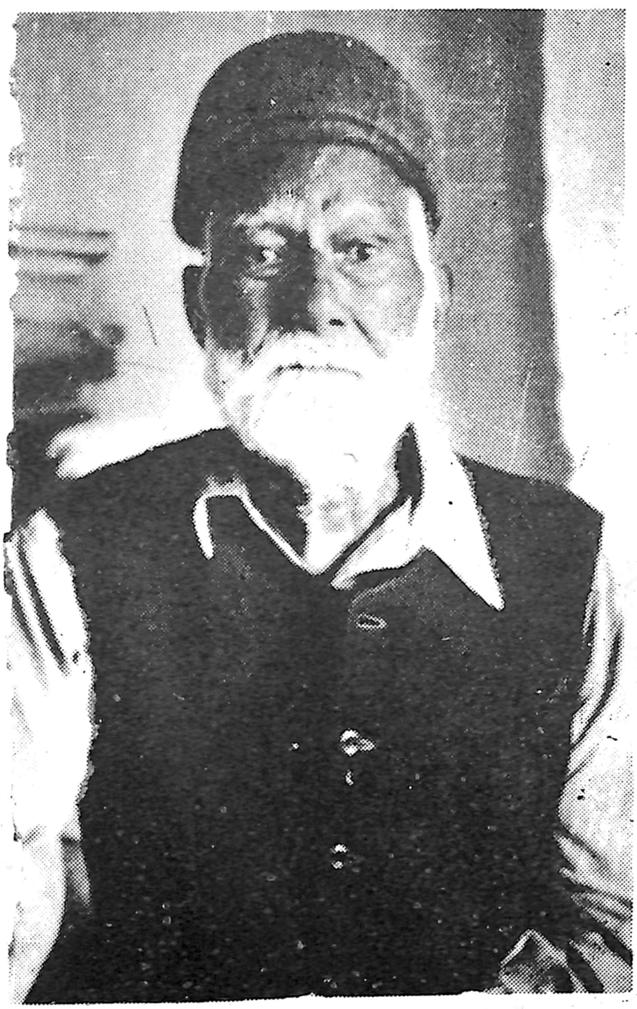
حضور ایدہ اللہ تعالیٰ وزیرِ معدنیات تنزانیہ کے ساتھ



جماعتِ احمدیہ کے کسی امام کا پہلی دفعہ
مشرقی افریقہ میں ورودِ مسعود
حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ریجنل کمشنر موروگورو (تنزانیہ) کے ساتھ



حضرت سید سرور شاہ صاحب



حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی

یہ بُوئے ہے اِس وقتِ خزاں میں　　لگے ہیں پھُول میرے بوستاں میں

"مَیں تیرے دِلی محبّوں کے گروہ کو بڑھاؤں گا"

سِیرۃ و سَوانح

- حضرت سیّد سرور شاہ صاحب
- حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبّت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دُنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچّائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اِس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔"

(تجلّیاتِ الٰہیہ صٓ ۲۲)

حضرت سیّد سرور شاہ صاحب

(مکرم نصراللہ خان صاحب ناصر ایم۔اے، شاہد)

حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب کو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفقاء میں بلند مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ اپنے علم، زہد و اتقاء، عشق و محبت اور قربانیوں کے لحاظ سے آپ ایک بے مثال وجود تھے۔ آپ علم و معرفت کے بحرِ موّاج تھے جس نے علمی دنیا میں ایک لمبے عرصہ تک تلاطم برپا کئے رکھا۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جب ۱۹۰۲ء میں حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب کو معہ چند ساتھیوں کے موضع مُدّ ضلع امرتسر میں ایک مباحثہ کے لئے بھیجا اور پھر اسی مباحثہ کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت سے رسالہ اعجاز احمدی شائع فرمایا تو اس رسالہ میں آپ نے فرمایا ؎

فَکَانَ ثَنَاءَ اللّٰہِ مَقْبُولَ قَومِہٖ　　وَ مِنَّا تَصَدّٰی لِلتَّخَاصُمِ سَرورٗ

کان مقام العب کان کاجمۃ　　بہ الذئب یعوی والغضنفر یزءرٗ

ثناءاللہ اس قوم کی طرف سے مقبول تھا اور ہماری طرف سے مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب پیش ہوئے گویا مقامِ بحث ایک ایسے بن کی طرح تھا جس میں ایک بھیڑیا چیختا تھا اور ایک طرف شیر غرّاتا تھا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اِن اشعار سے جو خراجِ تحسین حضرت سیّد محمد سرور شاہ صاحب کو پیش کیا گیا ہے اس سے آپ کا مقام و مرتبہ واضح ہے۔ آپکی طویل علمی زندگی تاریخِ احمدیت کا قیمتی سرمایہ ہے۔ یہ مضمون ان تفصیلات کا متحمل نہیں ہوسکتا اس کے بعض پہلوؤں کو ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

خاندانی پس منظر

آپ کا خاندانِ سادات سے تعلق ہے۔ آپ کے ایک جدِّ امجد سیّد حسن پشاوریؒ ہیں جو حضرت سیّد شاہ محمد غوث لاہوری کے والد تھے۔ آپ کا شجرہ چوبیسویں پُشت پر حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ آپ کے ننھیال علاقہ مظفر آباد کشمیر کے موضع گھنڈی کے رئیس سلطان قطب الدین خان ہیں۔ آپ کے والد ماجد سیّد محمد حسن شاہ صاحب کی چار شادیاں تھیں تیسری شادی رئیس سلطان قطب الدین خاں کی بیٹی سے ہوئی جس سے چار بیٹے تھے سیّد محمد صادق صاحب، حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب اور سیّد غلام حسین شاہ صاحب۔

حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب ایک عالم باپ کے بیٹے تھے۔ آپ کے والد ماجد نے متعدد علماء سے تحصیلِ علم کیا۔ انہیں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب (قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل) سے تحصیلِ علم کا شرف حاصل ہوُا۔ آپ کے والد ماجد بھی احمدیت میں داخل ہوئے اور انہیں بھی حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی رفاقت کا شرف حاصل تھا۔

آپ کی ولادت اور تعلیم

حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب کا بیان ہے کہ اندازاً انیسویں صدی کے وسط یعنی ۱۸۴۵ء کے لگ بھگ آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ موضع گھنڈی ضلع مظفر آباد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ قریباً ساڑھے چار سال کی عمر میں آپ کو پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا۔ بغدادی قاعدہ کے بعد آپ نے دس ماہ میں قرآنِ مجید ناظرہ ختم کر لیا جو آپ کی غیر معمولی ذہانت اور محنت کا نتیجہ ہے۔ آپ کے استاد مختار الدولہ وزیر کابل کے پوتے عبداللہ خاں نامی تھے جو آپ کے والد ماجد کے بھی شاگرد تھے۔

حصولِ تعلیم کے لئے آپ نے اپنے گھر کو خیرباد کہا جبکہ آپ کی عمر ۱۳ سال کے لگ بھگ تھی۔ آپ نے اپنے خاندانی طریق کے مطابق ایک ملازم میاں لنگا کو اپنا ہمراز بنایا اسے راضی کر لیا اور تین دن تک واپس آجانے کے بعد گھر سے نکل گئے۔ آپ نے حصولِ علم کے لئے جگہ جگہ کی خاک چھانی، کوئی موزوں اور مناسب استاد میسّر نہ آیا۔ تحصیلِ علم کے لئے آپ نے دانہ (ہزارہ)، پشاور، لاہور اور بالآخر دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ دیوبند دارالعلوم میں آپ نے مشکوٰۃ کا دَور کیا۔ آپ نے تفسیر میں بیضاوی، اصول میں توضیح و تلویح اور مسلم الثبوت اور بعض کتب پڑھیں۔ اِسی طرح طِبّ کی تعلیم بھی حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ نے جو امتحان پاس کیا اس میں مولوی محمود حسن اوّل مدرّس نے سند میں تحریر کیا کہ مَیں تئیس سال سے اِس مدرسہ میں پڑھاتا رہا ہوں اس عرصہ میں تین بے مثل طالب علم میرے پاس آئے۔ مولوی محمد بنگالی کہ اسے اعتراض پیدا کرنے میں بہت کمال حاصل تھا۔ دوسرے ایک پنجابی مولوی کہ مشکل اور پیچیدہ عبارت کو بھی صحیح طور پر حل کر لیتے تھے اور تیسرے سرور شاہ صاحب کہ ان کا ذہن کبھی غلط بات کی طرف جاتا ہی نہیں۔ جو نئی بات کہتے ہیں وہ نہایت معقول ہوتی ہے۔

حضرت سیّد سرور شاہ صاحب کا قبولِ احمدیت

حضرت سیّد محمد سرور شاہ صاحب ایک پاک طینت اور نیک فطرت انسان تھے جنہیں اللہ تعالےٰ

ضائع نہیں کیا کرتا۔ اور ایسے لوگوں کو رحمت اور فضل سے ہدایت کے چشمہ سے سیراب فرما دیتا ہے۔ آپ نے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا ذکر سُنا تھا۔ جُستجو بھی تھی کہ احمدیت کیا چیز ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سچے ہیں یا نہیں۔ مگر مخالفین سے مخالفت کی وجہ سے حقیقتِ حال معلوم نہ ہو سکی۔ ایک دفعہ حضور لاہور تشریف لائے مگر آپ کو جائے رہائش کا علم نہ ہو سکا اور آپ ملاقات نہ کر سکے۔

حضرت حافظ حکیم مولانا نورالدین صاحب نوراللہ مرقدہٗ جب حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پاس جاتے ہوئے لاہور تشریف لاتے تو حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحب اپنے والد کی ہدایت کے مطابق ان کے ساتھ ضرور ملاقات کرتے۔

اِسی اثناء میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کا لاہور میں مباحثہ ہوُا اور یہی مباحثہ محرّک ثابت ہوُا مباحثہ لدھیانہ کا جہاں حضرت سیّد سرور شاہ صاحب کو بھی لدھیانہ جانے کا اتفاق ہوُا اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ بھی تین گھنٹے تک صحبت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد آپ کو بعض خواب آئے جس سے آپ کی طبیعت پر خاصا اثر تھا اور آپ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی طرف مائل ہو چکے تھے۔

حضرت مولوی سیّد سرور شاہ صاحب کے اعلانِ بیعت سے کچھ عرصہ قبل جب آپ زیادہ بیمار ہوئے اور ہری پور کے ہسپتال میں آپ کو علاج کروانا پڑا تو اس بیماری میں ہی آپ نے بعض خوابیں دیکھیں جن سے آپ کے دل پر صداقت کُھل گئی اور آپ نے اپنی بیعت کا خط لکھ دیا۔ بعض مصلحتوں کی بناء پر آپ کو مشورہ دیا جاتا رہا کہ آپ اپنی بیعت کا اعلان نہ کریں مگر حضرت اقدس نے اِس مشورہ کو ناپسند کیا چنانچہ جُونہی آپ کو حضرت اقدس کا خط ملا کہ فوراً اعلانِ بیعت کر دو آپ نے پُورا خط پڑھے بغیر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ میری بیعت کی قبولیت کا خط قادیان سے آگیا ہے اور آج سے مَیں احمدی ہو گیا ہوں۔

آپ کی مخالفت اور ہجرت قادیان

قبولِ حق کے بعد آپ کی سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ آپ اڑھائی سال تک مشن ہائی سکول پشاور میں عربی فارسی کے استاد کے طور پر کام کرتے رہے۔ آپ پہلی دفعہ موسم گرما کی تعطیلات میں قادیان آئے آپ نے خواب میں قادیان کا جو نقشہ دیکھا ہُو بہو اس کے مطابق پایا اور خواب میں جہاں اسٹیشن دیکھا وہاں پر دسمبر ۱۹۲۸ء میں گاڑی آئی اور باوجود سکھ ہندو اور دیگر غیر از جماعت کی مخالفت کے خواب کے مطابق وہیں اسٹیشن بنا۔ قادیان میں چند دن قیام کے بعد آپ واپس چلے گئے۔ دوبارہ حضرت اقدس

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی اجازت سے ۱۹۰۱ء میں مستقل قادیان میں سکونت اختیار کرلی۔ اسی اثناء میں آپ نے سفرِ کشمیر اختیار کیا اور چھ ماہ کے بعد پھر قادیان تشریف لے آئے۔

آپ کی شادیاں اور اولاد

حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب کی پہلی شادی سیّد محمد اشرف شاہ صاحب سکنہ داتہ ضلع ہزارہ کی بیٹی سے ہوئی جو آپ کے دادا کے چچازاد بھتیجے کی بیٹی تھیں۔ آپ کے خسر احمدیت سے قبل وفات پا گئے تھے جبکہ خوشدامن زندہ تھیں۔ آپ کے برادرِ نسبتی سیّد سرور شاہ صاحب مرحوم حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفیق تھے۔ آپ کی پہلی بیوی نے وفات سے قبل بیعت کرلی۔ اِس شادی سے ایک بچّی پیدا ہوئی جس کی شادی میاں عبدالحی صاحب ابن حضرت حکیم نورالدین صاحب (قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل) سے اور ان کی وفات کے بعد محترم سیّد محمود اللہ شاہ صاحب (ولد حضرت سیّد عبدالستار شاہ صاحب) کے ساتھ عقد ہوا۔ سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب انہی کے بیٹے ہیں۔ اِس بیوی کی وفات کے بعد آپ نے حضرت حکیم نورالدین صاحب کی تحریک پر میاں جیون بٹ صاحب آف امرتسر کی بیٹی کے ساتھ شادی کی جس سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے نرینہ اولاد عطا فرمائی۔ آپ کے پہلے بیٹے کا نام سلطان محمد ناصر ہے اور دوسرے بیٹے کا نام صلاح الدین مبارک احمد ہے۔

آپ کی دینی خدمات اور مختصر کوائف وحالات

حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب کو ۱۹۰۰ء میں قادیان کی پہلی بار زیارت کا موقع ملا چنانچہ الحکم میں ہے:-

> "دارالامان میں آکر فیض اُٹھانے والے مسافروں کا سلسلہ اپنے زور پر ہے۔ اللّٰھمّ زد فزد۔ مشہور و معروف آنے والوں میں سیّد سرور شاہ صاحب کا نام بھی درج ہے۔"
>
> (الحکم مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۰ء)

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے فیض سے مستفیض ہونے والا یہ وجود پھر ہمیشہ کے لئے اسی کا ہوگیا چنانچہ تادمِ آخر بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔

عہدِ مبارک حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ میں خدمات

۱۔ سفروں میں معیّت : ۱۔ ایک دفعہ حضرت اقدس موسمِ گرما میں گورداسپور تشریف

لے گئے۔ اِس سفر میں مولوی سرور شاہ صاحب بھی ہمراہ تھے۔

۲۔ ۱۶، فروری ۱۹۰۲ء کو بسلسلہ مقدمہ کرم دین بھیں حضرت مولانا سرور شاہ صاحب کو بغرض حوالہ جات گورداسپور بھیجا گیا۔

۳۔ مقدمہ مذکورہ میں جب جہلم کا سفر اختیار کیا گیا تو اس میں حضرت سیّد سرور شاہ صاحب اور سید عبد اللطیف شہید بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ (البدر ۲۲/۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

ب۔ مدرسہ میں خدمات: ۱۔ ۱۹۰۱ء میں حضرت اقدس نے طلباء میں تقاریر کا سلسلہ شروع کرایا تا انہیں مذہبی واقفیت پیدا ہو اور یہ سلسلہ ایک سال تک جاری رہا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی سیّد سرور شاہ صاحب کی تقاریر ہوئیں"۔
(الحکم ۲۸ جنوری ۱۹۰۲ء)

۲۔ آپ مدرسہ میں مستقل متعیّن ہوئے۔

۳۔ بورڈنگ کا انتظام بھی مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب کے سپرد ہؤا۔

ج۔ امامت بیتِ مبارک قادیان کے فرائض: حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے زمانہ میں اگر حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب موجود نہ ہوتے تو نمازہائے پنجگانہ اور امامت نمازِ جمعہ آپ کراتے نیز درس قرآن مجید بھی دیتے۔

د۔ تفسیر القرآن: جولائی ۱۹۰۶ء میں رسالہ تعلیم الاسلام جاری کیا گیا تو اس میں حضرت مولوی صاحب کی تفسیر شائع ہوتی رہی۔ آپ کی تفسیر ستمبر ۱۹۱۲ء تک قریباً دو ہزار یک صد صفحات میں آٹھویں پارے کے پانچویں رکوع تک شائع ہوئی۔

بعد ازاں مارچ ۱۹۰۸ء میں ایک رسالہ تفسیر القرآن آپ کی ایڈیٹری میں محض تفسیر کی خاطر جاری کیا گیا جس میں ستمبر ۱۹۱۲ء تک تفسیر شائع ہوئی۔

ہ۔ قلمی خدمات: آپ کی قلمی خدمات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) تفسیر القرآن (۲) خلافت کی تائید میں تصانیف اور مضامین (۳) فتاویٰ (۴) مضامین۔ آپکے مضامین بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ مسائلِ شرعیہ کے زیرِ عنوان آپ کا مضمون تشحیذ الاذہان کے سات پرچوں میں درج ہؤا۔ آپ کے مضامین عالمانہ اور محقّقانہ رنگ رکھتے۔

س۔ تعلیمی خدمات: حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب ایک متبحّر عالم تھے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے بعد آپ کی علمی قدر و منزلت کا بڑا احترام کیا گیا۔ آپ کے علم، زُہد و

تقویٰ کے باعث ۳۲ سال کی کم عمر میں حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نظر میں امام الصلوٰۃ اور خطیب جمعہ کے اہل قرار پائے۔ آپ کی تفسیر مستند قرار پائی اور اس کی اشاعت کے لئے خاص اہتمام کیا جاتا رہا۔ قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تعلیم کا بھی آپ کو شرف حاصل ہوا۔

مدرسہ احمدیہ کے قیام پر اوّلین مدرسین میں شامل ہوئے۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کی وفات کے بعد بھی مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر اور پھر مینیجر اور جامعہ احمدیہ کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ کے قیام سے ۱۹۳۹ء تک مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء مربیان اور اس کے بعد تقسیم ملک تک واقفین زندگی آپ سے فیض یاب ہوتے رہے۔

آپ کے تلامذہ:

تقریباً نصف صدی کی تدریسی خدمات آپ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے جس کے دوران آپ نے نہایت باکمال اور جید علماء اور سلسلہ کے لئے ایک نہایت مفید ٹیم تیار کر دی جو اپنی نظیر آپ ہے۔ آپ کے اِن شاگردوں کی ایک فہرست مؤلف اصحاب احمد نے اپنی کتاب اصحابِ احمد حصّہ پنجم جلد دوم میں درج کی ہے جو ۱۷۲ جیّد اور نامور علماء پر مشتمل ہے۔ یہ علماء اکتسابِ علم کے بعد دعوت الی اللہ، تدریسی اور انتظامی ذمّہ داریوں پر مقرر ہوئے اور آج چند خال خال علماء آپ کی یادگار کے طور پر نظر آتے ہیں جن پر آپ کے علمی نقوش ثبت ہیں تاہم یہ تلامذہ دُنیا کے کناروں تک پیغامِ حق پہنچا کر حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی کے مصداق بنے۔

خدماتِ سلسلہ پر ایک طائرانہ نظر

آپ کو ہر سہ زمانوں میں خدماتِ سلسلہ کی توفیق ملی۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کے عہد کی خدمات کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے بعد والے دو عہدوں پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو انتظامی، علمی، تدریسی شعبوں میں نمایاں خدمات ادا کرنے کی توفیق ملی اور خدماتِ جلیلہ کے پیشِ نظر آپ کو تاریخِ احمدیت میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔

عہدِ مبارک خلافتِ اولیٰ:

بطور مدرّس اور پروفیسر اعلیٰ۔ ہندوستان کی درسگاہوں کے معائنہ اور مطالعہ کے لئے جانے والے وفود میں شرکت۔ امام الصلوٰۃ اور خطیب جمعہ۔ رُکن مجلس تجویز نصاب جامعہ احمدیہ۔ رسالہ تفسیر القرآن اور ریویو آف ریلیجنز میں آپ کی تفسیر ۱۵۴۸ صفحات پر شائع ہوئی۔

عہدِ مبارک خلافتِ ثانیہ :

رکن مجلس معتمدین ۔ بطور نائب افسر اور افسر دپروفیسر اعلیٰ مدرسہ احمدیہ سیکرٹری بہشتی مقبرہ ۔ افسر صیغہ مساکین یتامٰی وزکوٰۃ ۔ جنرل سیکرٹری ۔ ناظر تعلیم وتربیت ۔ آپ سمیت تین علماء کے سپرد افتاء کا کام بھی ہؤا ۔ سیکرٹری مجلس منتظمہ جلسہ سالانہ ۔ ناظم جلسہ سالانہ اندرون ۔ افسر بیت المال ۔ قائم مقام اسب مہتمم برائے انسداد انفلوئنزا ۔ رکن شوریٰ ۔ افسر بیوت الذکر مرکزیہ ۔ رکن مجلس افتاء ۔ مفتی سلسلہ ۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ پرنسپل جامعۃ الواقفین ۔ اسی طرح آپ کو قرآن وحدیث کے درس کی توفیق بھی ملی ۔ دو کتب خلافتِ حقّہ اور تائیدِ خلافت کے بارہ میں تصنیف فرمائیں ۔ گورنروں اور وائسرائے نیز شہزادہ ویلز سے ملاقات کرنے والے وفود میں رُکن کی حیثیت سے کام کی توفیق ملی ۔ ۱۹۱۸ء میں قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ کے نظامِ نَو میں بطور ناظر تعلیم و تربیت مقرر فرمایا ۔ کئی بار آپ کو امیر مقامی بھی مقرر کیا گیا ۔ پہلی مرتبہ جب حضور ڈلہوزی تشریف لے گئے تو ۲۱ ۔ جون ۱۹۱۸ء کو آپ کو قادیان کا امیرِ مقامی مقرر فرمایا ۔ (اصحابِ احمد جلد دوم صفحہ ۴۹ تا ۵۹)

غرض حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحب کو دینی ، ملّی ، انتظامی اور تدریسی اور دیگر مختلف محاذوں پر ایک عظیم مجاہد کی حیثیت سے بے مثال قربانی اور خدمت کی توفیق ملی ۔ آپ کی خدمات تاریخِ احمدیت کا ایک عظیم سرمایہ ہیں اور آپ کو آنے والی نسلیں ادب واحترام سے یاد رکھیں گی اور یہ کارنامے سُنہری حروف سے رقم کئے جائینگے ۔

آپ کی وفات

وفات کے قریب آپ کو کوئی مرض لاحق نہیں ہؤا البتہ پیرانہ سالی کے باعث آپ کو ضعف اور نقاہت تھی عجیب عاشقانہ رنگ تھا ۔ ۱۸ ، فروری ۱۹۴۷ء کو نقاہت شروع ہوئی اور آپ یکم جون تک یعنی تین ماہ بارہ دن تک سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی مجلسِ عرفان میں شریک ہوتے رہے اور مجلس میں ہی آپ کو بے ہوشی شروع ہوگئی اور پھر ہسپتال میں داخل ہونا پڑا ۔ آپ کی وفات بروز جمعہ ۳ ۔ جون ۱۹۴۷ء کو ہوئی ۔ روزنامہ الفضل نے آپ کی وفات پر " آسمانِ احمدیت کا ایک درخشندہ ستارہ غروب ہوگیا " کے زیرِ عنوان خبر شائع کی ۔

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثانی کی نظر میں آپ کا مقام

کہا جاتا ہے کہ " قدرِ زر زرگر بداند " وہی کسی کی قدر و منزلت سمجھتا ہے جو مقام شناس ہو ۔ حضرت مرزا

بشیر الدین محمود احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے ساتھ ایک لمبے عرصہ کی رفاقت کے اَن مِٹ نقوش کچھ یُوں نظر آتے ہیں :۔

۱۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اراضی سندھ کے معائنہ کے موقع پر کریم نگر کی ایک گوٹھ کا نام سرور آباد تجویز فرمایا۔

۲۔ ایک تصنیف میں ذکر۔ مولوی محمد علی صاحب کی تصنیف SPLIT کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا :۔

"مَیں اس امر کے تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ مولوی سیّد محمد احسن صاحب جماعت کے سب سے بڑے عالم آدمی ہیں علم کا اِس رنگ میں فیصلہ کرنا ہر شخص کے لئے آسان نہیں۔ میرے نزدیک مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب اور قاضی سیّد امیر حسین صاحب کسی صورت میں مولوی سیّد محمد احسن صاحب سے کم نہیں"۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۱۰۶)

اِسی طرح آپ نے بعض خطبات میں بھی حضرت سیّد محمد سرور شاہ صاحب کے علم و فضل اور زُہد و تقویٰ کا ذکر فرمایا۔

الغرض آپ سچے عاشقِ سلسلہ احمدیہ تھے۔ آپ کے رُوئیں رُوئیں سے عشق و فدائیت کا رنگ نظر آتا تھا۔ آپ عالم باعمل تھے۔ زُہد و تقویٰ اور للّٰہیت کا کچھ انداز ہی نرالا تھا۔ تاریخ ایسے وجود بہت کم پیدا کرتی ہے اور جب ایسے وجود جاتے ہیں تو اپنے حسین نقوش چھوڑ جاتے ہیں جو انہیں ہمیشہ کی زندگی عطا کر کے انہیں زندۂ جاوید بنا دیتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نوّر اللہ مرقدہٗ آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"حضرت مولوی صاحب کے علم کی گہرائی اور وسعت کا میرے دل پر بڑا گہرا اثر ہے میرے خیال میں حضرت خلیفہ اوّل ..... کے بعد اِس زمانہ میں علم میں حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کا مقام ہی تھا۔ ان کی نظر بڑی وسیع تھی اور مطالعہ بھی بڑا وسیع تھا اور رائے بھی بڑی صائب تھی۔ باوجود اس کے وہ مزید علم کے بڑے شائق رہتے تھے چنانچہ مَیں نے بارہا دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی جلسہ سالانہ کی تقریروں میں وہ کاغذ اور قلم دوات لیکر نوٹ لکھا کرتے تھے۔ انکی تفسیر قرآن مجید بھی انکے وسعتِ علم پر شاہد ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں جب انہوں نے ..... مبارک میں جمعہ پڑھایا تو حضور نے جمعہ کے بعد گھر میں آکر حضرت (امّاں جان۔ ناقل) سے فرمایا کہ آج مولوی سرور شاہ صاحب نے بہت اچھا خطبہ دیا ہے"۔

(اصحابِ احمد جلد پنجم حصّہ دوم صفحہ ۱۹۶)

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب (سابق جگت سنگھ)

قبولِ احمدیت کی کہانی خود آپ کی زبانی ———

(مکرم ملک صلاح الدین صاحب درویش قادیان مؤلف اصحابِ احمد)

میری عمر قریباً اکیس ۲۱ سال کی ہوگی جب سردار سُندر سنگھ صاحب ساکن دھرم کوٹ بگّہ ضلع گورداسپور نے رسالہ (فوج) کے ایامِ ملازمت میں مجھے قبولِ احمدیت کی ترغیب دی۔ وہ سکّھوں کی قوم میں سے ہونے کے باوجود توحید پرستی کے شیدائی تھے۔ مَیں انہی دنوں رسالہ نمبر ۲ ملتان سے سیالکوٹ تبدیل ہوکر آیا تھا۔ ہمارے اجتماع کا باعث بنا تھا۔ وقتاً فوقتاً سرگرم مذہبی مذاکرہ بھی قوی سبب بنا۔

چونکہ سردار سُندر سنگھ صاحب نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اکثر کتب کا مطالعہ کیا ہوُا تھا اس لئے وہ ہمیشہ گفتگو میں غالب رہتے۔ ایک دن تنگ آکر مَیں نے اُن سے یُوں عرض کی۔ سردار صاحب! کہانیاں تو آپ ایک طرف رکھیں وہ ہر مذہب میں موجود ہیں آپ فی زمانہ اپنے دین میں کسی ایسے بزرگ کا نام لیں جو مقبولِ ایزدی ہو۔ اس کی دعائیں سُنی جاتی ہوں۔ وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ رکھتا ہو۔ جواب پاتا ہو۔ اسکے کچھ معجزات ہوں۔ تب تو اس دین کو ترجیح دینا قابلِ قبول اور اس بزرگ کی پیروی کرنا نفع مند اور خدا نما بن سکتی ہے ورنہ روز بروز کی گفتگو میں کسی مذہب کی سچائی اچھی طرح واضح نہیں ہوسکتی۔ سردار سُندر سنگھ صاحب نے بلا تامّل حضرت مرزا صاحب کا نام لیا اور آپ کے چند معجزوں کا ذکر کیا اور آپ کے مقبولِ خدا ہونے کی حقیقت بیان کی۔ مَیں نے آپ کی کتابوں کا کھوج لگایا اور کچھ پڑھیں اور رسالہ سے پہلی رخصت پر ہی جو گھر جانے کے لئے ملی مَیں نے قادیان کا رُخ کیا اور کم وبیش ایک ہفتہ قادیان میں ٹھہرا۔

ایک روز الحاح اور دردمندانہ دعا کے بعد مَیں نے حضرت مولوی نورالدین صاحب سے عرض کی کہ کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مَیں بالفعل حضرت صاحب کی بیعت کرلوں اور رہوں سِکھ مذہب میں ہی۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں حضرت صاحب سے دریافت کرکے بتا سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ذکر کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ ہاں۔ ہم اُن کی بیعت لے لیں گے۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ نے میری بیعت لی اور دعا کی۔ یہ ۱۸۹۴ء کی بات ہے۔ دو ماہ کی رخصت میں مَیں نے اپنے گاؤں میں نماز بھی سیکھی اور ورد و وظائف بھی پڑھتا رہا۔ رسالہ میں واپس آکر مَیں نے کچھ دن حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی

کا درسِ قرآنِ مجید بھی سُنا۔

ایک دن دوپہر کے وقت وضوء کر کے مَیں کچھ پڑھتا پڑھتا سو گیا تو خواب میں اپنے آپ کو اندھا پایا۔ گھبرا کر اُٹھا۔ ظاہری آنکھیں بخیریت تھیں۔ کچھ تسلّی ہوئی۔ خواب کی تعبیر کے لئے تشویش بھرے دِل سے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں کارڈ تحریر کیا۔ جواب آیا کہ استغفار بہت کرو اور دعا کرو۔ دین کی کمزوری پر دلالت کرنے والا خواب ہے۔ چند دن بعد ایسا ہی ہؤا۔ میرے بھائیوں کی مہربانی سے درسِ قرآن سے مجھے روک دیا گیا جو میری روحانی اصلاح کا بہترین ذریعہ تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب پر اللہ تعالیٰ رحمت وفضل کی سدا بارش رکھے۔ اُن کے درسِ قرآن کا یہ حصّہ اب تک مجھے خوب یاد ہے کہ کسی انسان کے خوف سے جو شخص نماز کو ٹالتا ہے وہ بھی مُشرک ہے۔ اِس فقرہ نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے احمدیت میں بکُلّی داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی تو آپ ہی نے مجھے سبقاً سبقاً باترجمہ قرآن کریم ختم کروایا تھا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت صاحب کی دعا اور توجّہ نے روز بروز احمدیت کی طرف میرے قدم میں تیزی پیدا کی اور رسالہ کی بڑھتی ہوئی دُنیاوی ترقی کو میرے دل میں کوئی بڑی حیثیت پیدا کرنے کی گنجائش نہ دی۔ میری عُمر جوانی کی تھی۔ سوا تین سال کی ملازمت کے اندر اندر لیس دفعدار ہو جانا اور چند ہی مہینوں میں دفعداری کی اُمّیدیں بڑھنا۔ شادی شدہ ہونا۔ فوجی کرتبوں میں بڑھے رہنا۔ انعام حاصل کرنا اور افسران کی نظرِ عنایت کے دھوکے۔ یہ سب مِل ملا کر اکثر مجھے پریشان کرتے تھے کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔

بفضلِ ایزدی آخر ایک دفعہ مَیں نے فیصلہ کی ٹھانی اور حضرت صاحب کو خط لکھا کہ مَیں اِسی موجودہ صورت میں اسلامی شعار کو پورا کرتا رہوں تو میری یہ طرز کیا موجبِ نجات بن سکے گی یا نہیں؟ جواب آیا کہ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ جواب بالکل درست تھا اور آئے دن کی پریشانی کے رفع کرنے کے لئے حکمِ اکسیر رکھتا تھا۔ چُھپ چُھپ کر نماز پڑھنا، جھٹکہ کا گوشت نہ کھانا، رمضان کے روزے بھی چُھپ چُھپ کے رکھے لیکن پھر بھی ساتھیوں کو علم ہو گیا۔

ہمارے سکواڈرن اور ٹروپ کے سردار بڑے دانا تھے۔ انہوں نے ایک رات مجھے سمجھایا یہ بھی کہا کہ لکشمی دیوی کو لات مت مارو۔ ملازمت میں جلدی ترقی کرو گے اور پکے ہوئے جھٹکے کے گوشت کا نذرانہ پیش کیا اور کہا کہ اگر آج تم نے یہ کھا لیا تو پھر ہم کسی کی شکایت بھی تمہارے خلاف نہیں سُنیں گے۔ سِکھ ہونے پر یہی شہادت کافی ہے۔ سردار سُندر سنگھ صاحب نے تو یہ گوشت ذرا سا کھا لیا اور مَیں وہاں سے رفوچکّر ہو گیا۔ پس صبح کو تو مجھ پر غضب کی آندھی اُمڈ آئی اور کمانڈنگ

آفیسر کے کان خوب ہی بھرے گئے جو بے چارہ پہلے ہی مسلمانوں کا بہت دشمن تھا اب فوج میں مذہبی چرچا اور سکھوں کی فریادنے تو اس کو میرے بارے میں خوب ہی تیز کر دیا۔ بالآخر مَیں نے استعفیٰ دیا اور بستر باندھ کر سیدھا قادیان پہنچا۔ تمام پریشانیاں دُور ہو گئیں اور خدا تعالیٰ کی ڈھارس نے دل کو ازحد استواری بخشی۔

میرے بھائی نے سُنا تو وہ بھی قادیان میں تشریف لے آئے اور دوسرے بزرگوں نے بھی جن میں میرے تایا صاحب، خسر صاحب اور چند دیگر رفقاء تھے، قادیان سے لے جانے میں ازحد ہمدردی کا اظہار کیا لیکن وہ نا امید ہو کر خالی واپس تشریف لے گئے۔ یہ ۱۸۹۵ء کا واقعہ ہے۔

قادیان میں میری خوش قسمتی سے حضرت صاحب، استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب، استاذی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب میرے بہترین خیرخواہ اور معلّم تھے۔ تعلیم و تربیت کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے سپرد کرتے ہوئے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے سامنے کھڑے ہو کر تاکیداً ارشاد کیا اور حضرت مولوی نورالدین صاحب نے بڑی ہی ہمدردی سے ــــ جس کے بیان کرنے سے مَیں بالکل ہی قاصر ہوں ــــ میرا تعلیمی پہلو باوجود میری بڑی بے اعتنائی کے جتنا بھی اُن کے بس میں تھا پورا کیا اور جتنی کمی رہی وہ میری طرف سے رہی نہ کہ اُن کی طرف سے۔ آپ نے قرآنی درس کے علاوہ روزانہ بڑی محنت سے حدیث بھی ختم کروائی اور صرف، نحو، معانی وغیرہ سے بھی اچھی استعداد بہم پہنچا دی۔

ہائی سکول قادیان میں مَیں نے قریباً انتیس ۲۹ سال ٹیچر کے طور پر کام کیا۔ مَیں نے اپنی ملازمت، آئندہ دُنیاوی ترقی، جائیداد اور عزیز و اقارب چھوڑے تو خدا خود میرا کفیل ہو گیا اور اُس نے مجھے کبھی محتاج نہیں کیا۔

ایک دفعہ ملازمت کی بڑھتی ہوئی خواہش کو پورا کرنے کے لئے قریباً اٹھارہ سال کی عمر میں جبکہ مَیں مڈل پاس کر چکا تھا سجدہ میں گر کر آبائی رسم کے مطابق گورو گرنتھ صاحب کے آگے استمداد کے لئے دیر تک پڑا رہا اور دعا کرتا رہا۔ پھر اِس عمر تک اپنی اُس نازیبا حرکت کا خیال آنے پر اب بھی مَیں ویسا ہی کھسیانہ سا ہو کر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مَیں خدا تعالیٰ کے اِس انعام کا کس طرح شکر ادا کروں کہ اُس نے مجھے جرائم پیشہ لوگوں کی زندگی سے نجات بخشی۔ ہاں مزید برآں ایسے بُرے ماحول سے مخلصی بھی ہوا اور پھر وہ قدّوس ہستی اپنے فضل سے اپنے ناچیز بندے کی دعائیں بھی سُنے، اس کو ہر غلطی سے بچائے بھی رکھے اور اپنی ایمان افروز آوازوں،

رؤیائے صالحہ اور کُھلے کُھلے مکاشفات سے اسے بہرہ اندوز بھی رکھے اور مجھے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایسا ہی یقین ہو گیا گویا کہ مَیں اس کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے پاتا ہوں جس سے مجھے تہذیبِ اخلاق کے اکتساب میں ہر وقت ہی مدد ملتی رہتی ہے۔

(ریویو آف ریلیجنز (اردو) جلد ۳۹ نمبر ۳ بابت مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۷ تا ۱۶)

آپ کی شادی سِکھ ہونے کی حالت میں ہوئی تھی اس سے تو لا تعلقی ہو گئی۔ احمدی ہونے کے بعد حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادِ گرامی کی تعمیل میں مکرم مرزا افضل بیگ صاحب کی بیوہ بہن سے دوسری شادی ہوئی اور ان کا بیان ہے:۔

"خدا کے فضل سے مَیں نے اِس شادی سے ایسا سُکھ پایا کہ شاید ہی کسی نے پایا ہوگا"۔

(سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۷۶۲)

آپ کے اکلوتے فرزند مکرم ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب مرحوم فوج میں میجر کے عہدے پر پہنچے اور تین داماد ہیں (۱) حضرت مولوی فضل دین صاحب نائب مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ رہے (۲) حضرت مولوی فرزند علی صاحب جو ناظر امور عامہ و خارجہ اور ناظر بیت المال رہے۔ (۳) محترم چوہدری محمد اسحٰق صاحب ابن حضرت مولوی فخر الدین صاحب۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے زمانہ میں آپ نے ارشاد کی تعمیل میں حضرت مولوی محمد دین صاحب کی تیمار داری کمال ایثار و قربانی سے کی حضرت اقدس ان کے لئے خود دوائی بنا کر بھجوایا کرتے۔

ایک شدید خطرہ پیدا ہونے پر حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے گھروں کا راتوں کو پہرہ دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ سفرِ جہلم (۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء) میں آپ کو حضور کی مشایعت کا شرف حاصل ہُوا۔ آخری سفرِ دہلی (۲۲ اکتوبر ۱۹۰۵ء) میں امرتسر کے مقام پر حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب کا بیان ہے کہ جب حضور پر خشت باری ہوئی تو عین اُس وقت کسی شخص نے حضور کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوُا تحفہ "السّلام علیکم" بھی پہنچایا۔

آپ کی قلمی و دیگر خدمات

آپ کی تحریر میں تاثیر۔ جاذبیت اور تصوّف کی چاشنی ہے۔ الفضل میں آپ کے بیشمار مضامین شائع ہوئے ۔۔ دُنیا کا سب سے بڑا محسن، وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ، اوّل وقت نماز ادا کرنے میں برکت، صراطِ مستقیم کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلّمِ خیر کی حیثیت میں، مومنانہ

اخوت وغیرہ۔ آپ ایک عرصہ تک مدرسہ قادیان میں بطور مدرس فرائض سرانجام دیتے رہے اسی طرح بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔

شُدھی کی تحریک میں آپ شامل ہوئے اور دورانِ سفر آگرہ تک امیر مقرر کئے گئے اور بعد ازاں آپ کو ضلع متھرا میں مقرر کیا گیا۔ ۳۱ جولائی ۱۹۲۳ء کو حضرت مصلح موعود نے تعریفی کلمات میں آپ کی خدمات کو سراہا اور مبارکباد دی۔

انتقال

ربوہ میں ۹ جولائی ۱۹۵۷ء کو عید کے روز ساڑھے نو بجے چوراسی سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوُا۔ بعد نمازِ عصر حضرت مصلح موعود نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں دفن کئے گئے۔

صاحبِ کشف و الہام تھے۔ ایک لمبا عرصہ تک حضورِ اقدس کا قُرب نصیب ہوُا اور دعاؤں اور عبادت میں خاص شغف رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب فرمائے۔ آمین

متفرق خدمات

۱۔ جب کنور دلیپ سنگھ جج لاہور ہائی کورٹ نے ایک غیر مسلم کو بری کر دیا جس نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے نہایت دلآزار اور ہتک آمیز کتابچہ لکھا تھا اور حضرت سیّد دلاور شاہ صاحب ایڈیٹر "مسلم آؤٹ لُک" لاہور کو سزا دے دی گئی تھی کہ آپ نے اِس فیصلہ کے خلاف احتجاج کیا تھا تب حضرت مصلح موعود کی تحریک پر ہندوستان بھر میں احتجاجی جلسے ہوئے اور حکومت کو جُھکنا اور قانون میں ترمیم کرنا پڑی۔ قادیان کے جلسے میں" بھائی عبدالرحیم صاحب مدرّسِ اعلیٰ تعلیم الاسلام ہائی سکول" نے ایک قرارداد پیش کی تھی۔ (الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۲۷ء ص کالم ۱)

۲۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب مظہرِ اوّل قدرتِ ثانیہ کے وصال، حضرت مصلح موعود کے انتخاب آپ کی بیعت اور نمازِ جنازہ اور تدفین کے بارے سرکردہ احباب جماعت کی طرف سے اعلان مورخہ ۱۵ ۳/۱۴ میں آپ کا نام نامی "(یعنی مولوی) شیخ عبدالرحیم صاحب" بھی درج تھا۔ (یہ اعلان ۷۵ سرکردہ احباب کی طرف سے الفضل ۱۲ مارچ ۱۹۱۴ء میں شائع ہوُا)

۳۔ حضرت مصلح موعود کے بعض سفروں میں حضرت بھائی جی کی معیّت کا بھی علم ہوتا ہے مثلاً ۱۹۲۴ء

کے ایک سفر میں لاہور میں دو روز حضور کے ساتھ سیر کے لئے جانے والوں میں آپ بھی شامل تھے جبکہ حضور طبّی مشورہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ (الفضل ۲۲۔ فروری ۱۹۲۴ء صہ۲ کالم ۱)

حضور کے نزدیک آپ کا روحانی مقام ایسا اعلیٰ تھا کہ غالباً ۱۹۵۲ء میں جب پاکستان میں مخالفِ احمدیت ایک فتنہ زوروں پر تھا تو حضور نے حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب اور حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب کو اپنے قلم سے ایک مکتوب قادیان بھجوایا خاص طور پر دعا کے لئے اور یہ کہ اگر کوئی انکشاف ہو تو اس سے اطلاع دیں۔ (فتنہ اتنا بڑھا کہ بالآخر حضور پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا تھا)۔

۴۔ سکول کے فریضۂ تدریس کے علاوہ حضرت ملک غلام فرید صاحب ایڈیٹر تفسیر القرآن انگریزی کو ان کے طالبِ علمی کے زمانہ میں دینی تعلیم دیتے رہے جس کے لئے ملک صاحب بے حد ممنون تھے۔ ۱۹۱۷ء کے ماہِ رمضان میں حضرت مصلح موعود روزانہ بیتِ اقصیٰ میں درسِ قرآن دیتے تھے اور قادیان میں مختلف مقامات پر علماءِ سلسلہ بھی۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ

"دارالعلوم میں نمازِ ظہر سے قبل جناب مولوی شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم سابق سردار جگت سنگھ بخاری کا درس دیتے ہیں۔" (الفضل ۷۔ جولائی ۱۹۱۷ء)

۵۔ انفاق فی سبیل اللہ میں آپ السابقون میں سے تھے۔ ایک چوتھائی کے موصی ہونے کے علاوہ آپ نے الٰہی تحریک چندہ تحریک جدید کے ابتدائی انیس سالوں میں قریباً دو ہزار روپے دینے کی توفیق پائی تھی۔

۶۔ مجالسِ مشاورت میں بھی آپ کو شرکت کا موقع بعض دفعہ ملا۔ حضرت مصلح موعود نے اسے اتنا بڑا اعزاز قرار دیا ہے کہ اگر کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو ملتا تو وہ بھی اس پر فخر کرتا اور وہ وقت آئے گا جب بادشاہ اس پر فخر کریں گے۔ (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۸ء صہ۱۵)

حضرت مصلح موعود نے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا تھا:

"ہندوؤں میں سے بعض ایسے لوگ اس سلسلہ میں آئے ہیں کہ ان کی خدمات اور غیرت .... پر رشک آتا ہے۔ .... بھائی عبدالرحمٰن قادیانی اور بھائی عبدالرحیم قادیانی کا نام لیا۔ میں اپنے ان دونوں مخلص بھائیوں کو جن کیساتھ مجھے خصوصیت سے ہمیشہ سے محبت ہے مبارکباد دیتا ہوں۔ وہ خدا کے رحم اور فضل سے اپنی اس ایمانی قوت میں اتنی ترقی کریں کہ دس ہزار نہیں دس لاکھ کے برابر ہو جائیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ خدا تعالیٰ ہمیں بھی ایسی ہی توفیق دے۔ آمین"

(الحکم جلد ۲۵ نمبر ۳۰، ۷ اگست ۱۹۲۳ء صہ۲)

زمین جب بھی ہوئی کربلا ہمارے لئے — تو آسمان سے اُترا خدا ہمارے لئے

انہیں غرور کہ رکھتے ہیں طاقت و کثرت — ہمیں یہ ناز بہت ہے خدا ہمارے لئے

تمہارے نام پہ جس آگ میں جلائے گئے — وہ آگ پھول ہے وہ کیمیا ہمارے لئے

بس ایک لَو میں اُسی لَو کے گرد گھومتے ہیں — جلا رکھا ہے جو اُس نے دِیا ہمارے لئے

وہ جس پہ رات ستارے لئے اُترتی ہے — وہ ایک شخص دعا ہی دعا ہمارے لئے

وہ نور نور دمکتا ہؤا سا اِک چہرہ — وہ آئینوں میں حیا ہی حیا ہمارے لئے

درود پڑھتے ہوئے اُس کی دید کو نکلیں — تو صبح پھول بچھائے صبا ہمارے لئے

عجیب کیفیتِ جذب و حال رکھتی ہے — تمہارے شہر کی آب و ہوا ہمارے لئے

دِیے جلائے ہوئے ساتھ ساتھ رہتی ہے — تمہاری یاد تمہاری دعا ہمارے لئے

زمین ہے نہ زماں نیند ہے نہ بیداری — وہ چھاؤں چھاؤں سا اِک سلسلہ ہمارے لئے

سخن وروں میں کہیں ایک ہم بھی تھے لیکن — سخن کا اَور ہی تھا ذائقہ ہمارے لئے

عبید اللہ علیم

از "ویران سرائے کا دِیا"

خونِ شہیدانِ اُمت کا اے کم نظر رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا ۔ ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے پھول پھل لائے گی پھول پھل جائے گی

شہدائے احمدیّت

مکرّم یوسف سُہیل صاحب شوقؔ

کسی شاعر نے کہا ہے

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گذر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

زندگی میں سب سے اہم اور سب سے پیاری چیز انسان کی جان ہے۔ سب سے اعلیٰ قربانی جان ہی کی قربانی ہے۔ رہِ یار میں عشق و وفا کے سنگِ میل نصب کرنے والے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ چاہے وہ مال ہو۔ آبرو ہو وقت ہو یا زندگی ہو۔ وہ تاریخ کے صفحات کو اپنی جانی قربانی سے لہو رنگ کرتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کا حقیقی مقصد تو اپنے یار کا پیار اور اس کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس محبوبِ حقیقی کی راہ پر چلتے ہوئے جان سے گذر گئے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی طرح زبان پر یہی الفاظ آتے ہیں کہ میں اپنی مراد کو پہنچ گیا جب میں خدا کی راہ میں جان دے رہا ہوں تو مجھے اس سے کیا غرض کہ میں دائیں طرف گرتا ہوں یا بائیں طرف۔ اگر میرا مولا چاہے تو میرے جسم کے ایک ایک ٹکڑے پر اپنی رحمت نازل کر سکتا ہے۔

احمدیّت کی تاریخ جہاں ہر قسم کی قربانیوں سے بھرپور ہے وہاں پر اپنی جان کی قربانی دینے والوں کی بھی کمی نہیں سو سالہ تاریخ میں شہیدانِ راہِ خدا کی بھی لگ بھگ سو افراد پر مشتمل ہے اس لحاظ سے یوں سمجھیں کہ ہر سال ایک احمدی نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ان میں سے ہر شہید کی داستان لطف و مسرت کا ایک انمول باب ہے ہر شہید کے مزار سے دعا اور قربانی کی جو لازوال داستانیں وابستہ ہیں آج ہم اسی تاریخی داستان کے بعض اوراق پیش کرتے ہیں اور ابتداء اس دُعا سے کرتے ہیں کہ

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

کہ اے راہِ حق کے شہیدو! کہ تم نے خاک و خون میں غلطان ہو کر جو حسین رسم جاری کی ہے اس کے اعتراف میں ہم بڑے عجز سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے مولیٰ کریم ان پاک باز عشاق کی روحوں کو اپنی رحمت و محبّت کی چادر میں لپیٹ لے۔ ہمارے لئے یہ ارشاد خداوندی حرزِ جان ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔ آلِ عمران : ۱۷۰

اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کو مُردہ نہ کہو۔ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو رزق دیا جاتا ہے۔

اس مضمون میں جن زندہ جاوید ہستیوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے ان شہداء کی ایک فہرست ملاحظہ ہو

۱۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب ۔ کابل ۔ تاریخ شہادت وسط ۱۹۰۱ء
۲۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب " " ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء
۳۔ صاحبزادہ محمد سعید جان ابن حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید تاریخ شہادت ۱۹۱۸ء
۴۔ صاحبزادہ محمد عمر جان ابن حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید " ۱۹۱۸ء
۵۔ حضرت سید سُلطان ۔ کابل ۔ تاریخ شہادت ۱۹۱۸ء
۶۔ سید حکیم مظلوم " ۱۹۱۸ء
۷۔ مولوی نعمت اللہ خان " ۳۱ اگست ۱۹۲۴ء
۸۔ شیخ احمد فرقانی عراق " جنوری ۱۹۲۵ء
۹۔ مولوی عبدالحلیم صاحب کابل " ۶ فروری ۱۹۲۵ء
۱۰۔ قاری نور علی صاحب " " ۶ " ۱۹۲۵ء
۱۱۔ قاضی محمد علی صاحب نوشہروی ۔ قادیان " ۱۶ مئی ۱۹۳۱ء
۱۲۔ ولی داد خان " خوست " ۱۵ فروری ۱۹۳۹ء
۱۳۔ فضل داد خان عمر ڈیڑھ ماہ پسر ولی داد خان صاحب تاریخ شہادت ۱۱ فروری ۱۹۳۹ء
۱۴۔ عدالت خان صاحب خوشاب تاریخ شہادت تقریباً ۱۹۳۹ء
۱۵۔ حاجی میراں بخش " انبالہ " ۱۴/۱۳ اگست کی درمیانی شب ۱۹۴۰ء
۱۶۔ اہلیہ محترمہ حاجی میراں بخش صاحب " " "
۱۷۔ صوبیدار خوشحال خان صاحب " ۱۵ فروری ۱۹۴۲ء

۱۸۔ شریف دونسا صاحب۔ البانیہ۔ تاریخ شہادت ۱۹۴۶ء

۱۹۔ مصری شہید ان کا نام معلوم نہیں۔

۲۰۔ ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کوئٹہ " ۱۹ اگست ۱۹۴۸ء

تاریخ شہادت اندازاً ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء

۲۱۔ جاید JAID صاحب۔ جماعت چوکنا ونگ CUKANGKAWUNG مغربی جاوا انڈونیشیا

۲۲۔ سورا SURA صاحب " "

۲۳۔ سائری SAERI " " "

۲۴۔ حاجی حسن HJ. HASAN صاحب " "

۲۵۔ راڈین صالح R.SALEH " " "

۲۶۔ دہلان DAHLAN " " "

۲۷۔ سانوسی SANUSI " " "

۲۸۔ اومو OMO " " "

۲۹۔ تحیان TAHYAN " " "

۳۰۔ شہرومی SAHROMI " " "

۳۱۔ سوما SOMA " جماعت چیانڈام CIANDAM "

۳۲۔ جملی JUMLI " " "

۳۳۔ سرمان SARMAN " " "

۳۴۔ اوسون USON " " "

۳۵۔ ایڈوٹ IDOT صاحبہ " "

۳۶۔ اونیہ UNIAH " " "

۳۷۔ صاحبزادہ محمد اکرم خان دُرّانی۔ چارسدہ۔ تاریخ شہادت ۱۰ جنوری ۱۹۵۰ء

۳۸۔ ماسٹر غلام محمد صاحب۔ اوکاڑہ " یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء

۳۹۔ چوہدری بدرالدین " لدھیانوی راولپنڈی " ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۰ء

۴۰۔ چوہدری عبدالغفور " مانسہرہ " ۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ء

۴۱۔ عبداللطیف عمر ۷ سال ابن چوہدری عبدالغفور صاحب تاریخ شہادت ۲۱ ستمبر ۱۹۵۰ء

۴۲۔ چوہدری محمد حسین صاحب گمبٹ۔ خیرپور تاریخ شہادت ۲۲ فروری ۱۹۵۲ء

۴۳۔ ماسٹر منظور احمد 〃 مدرس باغبانپورہ لاہور 〃 ۵ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۴۔ محمد شفیع 〃 مغلپورہ 〃 ۶ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۵۔ جمال احمد 〃 بھاٹی گیٹ 〃 ۶ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۶۔ مرزا کریم بیگ 〃 فلیمنگ روڈ 〃 ۶ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۷۔ ایک احمدی عطار 〃 گندہ انجن 〃 ۸ مارچ ۱۹۵۳ء

۴۸۔ حوالدار عبدالغفور 〃 ولد الٰہی بخش صاحب 〃 〃

۴۹۔ داؤد جان 〃 افغانستان 〃 فروری ۱۹۵۶ء

۵۰۔ حاجی فضل محمد خان 〃 گاؤں نزد پیواڑ کوتل افغانستان 〃 ۱۹۵۷ء

۵۱۔ محمد احمد 〃 رہ سبز کابل 〃 ۲۹ جون ۱۹۵۷ء

۵۲۔ مولوی عبدالحق 〃 نور کرونڈی خیرپور سندھ 〃 ۱۲ ستمبر ۱۹۶۶ء

۵۳۔ رشید احمد 〃 بٹ تھرپارکر 〃 ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء

۵۴۔ چوہدری شوکت حیات صاحب حافظ آباد 〃 یکم جون ۱۹۷۴ء

۵۵۔ محمد افضل کھوکھر 〃 دہلی کلاتھ ہاؤس گوجرانوالہ 〃 〃

۵۶۔ محمد اشرف کھوکھر صاحب ولد محمد افضل کھوکھر 〃 〃 〃

۵۷۔ سعید احمد خان 〃 〃 〃 〃

۵۸۔ منظور احمد خان خسر محترم سعید احمد خان 〃 〃 〃

۵۹۔ محمود احمد خان ابن منظور احمد خان 〃 〃 〃 〃

۶۰۔ قریشی احمد علی صاحب 〃 〃 〃

۶۱۔ بشیر احمد صاحب ابن مہردین 〃 〃 〃

۶۲۔ منیر احمد 〃 کنگنی والا 〃 〃 ۲ جون ۱۹۷۴ء

۶۳۔ غلام قادر 〃 〃 〃 〃 〃

۶۴۔ عنایت اللہ 〃 〃 〃 〃 〃

۶۵۔ محمد رمضان 〃 کوہلووال 〃 ۴ جون ۱۹۷۴ء

۶۶۔ محمد اقبال صاحب کوہلاوالا گوجرانوالہ تاریخ شہادت ۴؍جون ۱۹۷۴ء
۶۷۔ محمد الیاس صاحب عارف " واہ کینٹ " ۴؍جون ۱۹۷۴ء
۶۸۔ سید آفتاب " پشاور " ۸؍جون ۱۹۷۴ء
۶۹ سید مولود احمد " ابن سید محمود احمد صاحب کوئٹہ " ۹؍جون ۱۹۷۴ء
۷۰۔ صوبیدار غلام سرور خان صاحب ٹوپی۔ صوبہ سرحد " "
۷۱۔ اسرار احمد خان صاحب " "
۷۲۔ فخر الدین " ایبٹ آباد " ۱۱؍جون ۱۹۷۴ء
۷۳۔ محمد زمان خان " پوڑی۔ بالاکوٹ " "
۷۴۔ سیٹھی مقبول احمد " ابن محمد اسحاق صاحب جہلم " ۲؍جولائی ۱۹۷۴ء
۷۵۔ ماسٹر ضیاء الدین ارشد " ربوہ " ۱۶؍جولائی ۱۹۷۴ء
۷۶۔ پروفیسر عباس ابن عبدالقادر صاحب حیدرآباد " ۴؍ستمبر ۱۹۷۴ء
۷۷۔ عبدالحمید خان صاحب کنری۔ سندھ " ۳؍اکتوبر ۱۹۷۴ء
۷۸۔ بشارت احمد " تہال ضلع گجرات " ۷؍اکتوبر ۱۹۷۴ء
۷۹۔ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم قاری عاشق حسین صاحب سانگلہ ہل " ۹؍اگست ۱۹۷۸ء
۸۰۔ ماسٹر نور احمد صاحب مولوی فاضل کوریل تحصیل کوٹلی کشمیر " ۱۳؍اپریل ۱۹۷۹ء
۸۱۔ منشی علم دین " عرائض نویس کوٹلی آزاد کشمیر " ۱۳؍اگست ۱۹۷۹ء
۸۲۔ چوہدری مقبول احمد صاحب پنوں عاقل سکھر۔ سندھ " ۱۹؍فروری ۱۹۸۲ء
۸۳۔ چوہدری عبدالحمید " صدر جماعت محراب پور ضلع سندھ " ۱۰؍اپریل ۱۹۸۳ء
۸۴۔ ماسٹر عبدالحکیم ابڑو " وارہ ضلع لاڑکانہ " ۱۶؍اپریل ۱۹۸۳ء
۸۵۔ ڈاکٹر مظفر احمد " ڈیٹرائٹ، امریکہ " ۸؍اگست ۱۹۸۳ء
۸۶۔ شیخ ناصر احمد " اوکاڑہ " ۱۸؍ستمبر ۱۹۸۳ء
۸۷۔ قریشی عبدالرحمٰن " امیر جماعت سکھر " یکم مئی ۱۹۸۴ء
۸۸۔ ڈاکٹر عبدالقادر " چینی۔ فیصل آباد " ۱۵؍جون ۱۹۸۴ء
۸۹۔ انعام الرحمٰن " سکھر " ۱۵؍مارچ ۱۹۸۵ء
۹۰ چوہدری عبدالرزاق " امیر ضلع نواب شاہ " ۷؍اپریل ۱۹۸۵ء

۹۱۔ ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب حیدرآباد تاریخ شہادت ۹ جون ۱۹۸۵ء
۹۲۔ چوہدری محمود احمد صاحب اٹھوال نیوں عاقل سکھر سندھ " ۲۹ جولائی ۱۹۸۵ء
۹۳۔ قریشی محمد اسلم " مربی سلسلہ۔ٹرینی ڈاڈ (جنوبی امریکہ) " ۱۰ اگست ۱۹۸۵ء
۹۴۔ سید قمر الحق " سکھر " ۱۱ مئی ۱۹۸۶ء
۹۵۔ خالد سلیمان " " " "
۹۶۔ رخسانہ صاحبہ اہلیہ طارق صاحب مردان " ۲۰ جون ۱۹۸۶ء
۹۷۔ بابو عبدالغفار صاحب حیدرآباد " ۹ جولائی ۱۹۸۶ء
۹۸۔ ظہیر احمد " سوہاوہ ضلع جہلم " فروری ۱۹۸۷ء
۹۹۔ عثمان غنی " شہید بنگلہ دیش
۱۰۰۔ عبدالرحیم " "
۱۰۱۔ شہید سری لنکا نام معلوم نہیں
۱۰۲۔ محمد سراج صاحب
۱۰۳۔ رستم خان " جلوزئی چارسدہ۔ضلع پشاور
۱۰۴۔ مولوی عبدالعلی " کابل افغانستان
۱۰۵۔ انوار احمد " ۴۵ مرڑ تحصیل سانگلہ ہل

مندرجہ بالا شہداء وہ ہیں جن کو احمدیت قبول کرنے کے جرم میں درجۂ شہادت ملا۔

شہداء کے بارے میں قابل ذکر کوائف

شہداء کی فہرست کے مطابق جو سو کے لگ بھگ احمدی خدا کی راہ میں شہید ہوئے ان کا تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پہلے سو سال کے عرصہ میں نو ممالک کو شہداء پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا ان میں پاکستان۔ انڈونیشیا۔افغانستان۔بنگلہ دیش۔عراق۔سری لنکا۔امریکہ۔ٹرینیڈاڈ۔البانیہ

ملکوں کے اعتبار سے پاکستان کے بعد سب سے زیادہ شہداء پیش کرنے کا شرف انڈونیشیا کو حاصل ہوا۔ جہاں ۱۶ شہداء نے اپنی جانیں فدا کرنے کا اعزاز پایا۔اس کے بعد افغانستان نے ۱۵ شہداء پیش کئے۔بنگلہ دیش نے ۲۔اور امریکہ۔ٹرینیڈاڈ۔سری لنکا اور البانیہ کو ایک ایک شہید پیش کرنے کی سعادت ملی۔

ملکوں کے بعد اگر شہروں کا ذکر کیا جائے تو شہیدوں کے اعتبار سے نمایاں ترین گوجرانوالہ ہے۔ اس اکیلے شہر و ضلع کو مجموعی طور پر ۱۲ شہید پیش کرنے کا شرف ملا۔ دوسرا نمبر لاہور اور سکھر کا ہے جنہوں نے ۶۔۶ شہداء کو پیش کرنے کی سعادت پائی۔ سن کے اعتبار سے ۱۹۷۴ء کا سن اس لحاظ سے غیر معمولی ہے۔ اس سال نے احمدیت کے دامن میں ۲۷ شہداء کو پیش کرنے کی سعادت پائی جبکہ ۱۹۵۳ء میں ۶۔ افراد شہید ہوئے اس کے علاوہ ۱۹۵۰ء میں ۵۔ احباب نے جام شہادت نوش فرمایا۔

ایک ہی دن شہادت پانے کے اعتبار سے بھی گوجرانوالہ کو خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ ایک ہی دن میں ۸ فرزندانِ احمدیت نے مولیٰ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ یہ یکم جون کا دن گوجرانوالہ کا شہر اور ۱۹۷۴ء کا سن تھا۔ اس روز ۸۔ احمدیوں کو مشتعل ہجوموں نے شہادت سے ہمکنار کر دیا۔

فہرست ہٰذا میں پانچ خواتین شہداء کا بھی ذکر ہے۔ یہ ہیں اہلیہ محترمہ حاجی میراں بخش صاحب نبالہ، رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم قاری عاشق حسین صاحب سانگلہ ہل، رخسانہ صاحبہ اہلیہ طارق صاحب مردان اور انڈونیشیا کے دو شہید خواتین ایڈوٹ صاحبہ اور اونیسہ صاحبہ۔

اسی طرح سے اس فہرست میں دو معصوم شہید بچوں کا بھی ذکر ہے۔ ان میں سے ایک کی عمر صرف ڈیڑھ ماہ تھی۔ یہ معصوم تھے فضل داد خان صاحب پسر ولی داد خان صاحب خوست اور دوسرے معصوم بچے کی عمر سات سال تھی یہ تھے عبداللطیف پسر چوہدری عبدالغفور صاحب مانسہرہ اس طرح سے شہداء کی فہرست میں اپنا نام لکھوانے میں معصوم احمدی بچے بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

شہدائے احمدیت کی عمروں کا تو صحیح اندازہ نہیں ہے لیکن غالباً سب سے زیادہ عمر میں شہادت پانے والے حضرت منشی علم دین صاحب کوٹلی آزاد کشمیر تھے، جن کی عمر ۹۰ سال کے قریب تھی۔ ایک اندازے کے مطابق بیشتر شہداء عمروں کے اعتبار سے جواں لوگ تھے یعنی جماعتی اصطلاح میں خدام میں شامل تھے۔

جماعتی مناصب کے اعتبار سے ذمہ داری کے بلند مناصب میں شامل ہونے والے شہداء کے اعتبار سے دو امراء اضلاع کو بھی شہادت نصیب ہوئی۔ یہ ہیں حضرت قریشی عبدالرحمٰن صاحب امیر ضلع سکھر اور محترم عبدالرزاق صاحب امیر ضلع نواب شاہ۔

۱۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب۔ کابل (افغانستان)

احمدیت کی تاریخ میں جس شخص کو سب سے پہلے احمدیت قبول کرنے کے جرم میں درجۂ شہادت پر فائز ہونے کا موقع ملا۔ وہ تھے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور۔ آپ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید

کے سفر کے طور پر قادیان آتے جاتے تھے اور ہر مرتبہ کئی کئی ماہ تک حضرت مسیح موعود کے دامن سے فیض پاتے تھے۔ ان دنوں میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جہاد کے بارے میں اپنا مسلک واضح فرمایا تھا جس میں یہ درج تھا کہ جو حکومت مذہبی آزادی میں مداخلت نہ کرے اس کے خلاف تلوار اُٹھانا جائز نہیں۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایک بار کابل گئے تو آپ نے احمدیت کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ کابل کے مولویوں کو پتہ لگا کہ آپ جہاد کے مسئلہ پر ان کے مخالف ہیں اور انگریز کا قتل جہاد میں شامل نہیں سمجھتے تو انہوں نے والیٔ کابل امیر عبدالرحمٰن خان (۱۸۴۴ء۔ ۱۹۰۱ء) کو شکایت کی۔ امیر عبدالرحمٰن سخت برافروختہ ہوا اور حضرت مولوی صاحب کی نظر بندی کا حکم دے دیا۔ جہاں قید کی حالت میں آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم گھونٹ کر نہایت بے دردی سے آپ کو شہید کر دیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ

حضرت مسیح موعود کو اس سے قبل الہام ہو چکا تھا۔ شَاتَانِ تُذْبَحَانِ (دو بکرے ذبح کئے جائیں گے) چنانچہ اس الہام کے مطابق حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جو مُلّا عبدالرحمٰن کے نام سے بھی معروف تھے پہلے شہید ہوئے۔ یہ حادثہ وسط ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ قادیان میں اس کی خبر نومبر میں حضرت مولوی عبدالستار صاحب کے ذریعہ پہنچی جو اپنے تین رفقاء سمیت علاقہ خوست غزنی سے حضور کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۸۵۔۱۸۴)

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے والد محترم کا نام ظہیرالدین صاحب تھا۔ آپ دھوبیاں ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی (اللہ کی سلامتی آپ پر ہو) نے آپ کے بارے میں تحریر فرمایا:۔

> "مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے تخمیناً دو برس پہلے ان کے ایماء اور ہدایت سے میاں عبدالرحمٰن شاگرد رشید ان کے قادیان میں آئے۔ شاید دو یا تین دفعہ آئے اور ہر ایک مرتبہ کئی کئی مہینہ تک رہے اور متواتر صحبت اور تعلیم اور دلائل سننے سے ان کا ایمان شہداء کا رنگ پکڑ گیا اور آخری دفعہ جب کابل واپس گئے تو وہ میری تعلیم سے پورا حصّہ لے چکے تھے ...."

حضور فرماتے ہیں:۔

> "کہتے ہیں کہ اس کی شہادت کے وقت بعض آسمانی نشان ظاہر ہوئے۔"

ان میں سے بڑا نشان یہ تھا کہ امیر عبدالرحمٰن جس کے حکم سے آپ کو ناحق قتل کیا گیا اس پر اس ظلم کی

پاداش میں ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء کو فالج گرا۔ ہندوستان اور افغانستان کے حاذق طبیبوں اور ماہر ڈاکٹروں نے بڑا علاج کیا مگر بیماری یہاں تک بڑھ گئی کہ اُٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور ہو گئے۔ اور بالآخر ایک ماہ تک اس مرض میں مبتلا رہ کر ۳ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو چل بسے۔ (تاریخ افاغنہ حصہ اول صد ۹۹ مؤلفہ شہاب الدین ثاقب بحوالہ عاقبتہ المکذبین و بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صد ۱۸۵)

۲۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید

تاریخ شہادت ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء

شیخ العجم حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب جماعت احمدیہ کی تاریخ کی ان نادر روزگار شخصیتوں میں سے ایک ہیں جن کا نام قیامت تک دمکتا رہے گا۔ آپ نے احمدیت کی خاطر قربانی کا وہ بے نظیر مظاہرہ کیا کہ اگرچہ آج سو کے لگ بھگ شہداء احمدیت آپ کے نقشِ قدم پر چلنے والے پیدا ہو چکے ہیں۔ لیکن جو ہمت۔ استقامت اور پہاڑوں کی سی عظمت۔ آپ نے احمدیت کے ساتھ دکھائی وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ آپ کو سنگسار کر کے شہید کر دیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف ۱۸۴۰ء میں افغانستان کے ایک صُوبے خوست کے گاؤں سیّدگاہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی سیّد محمد شریف صاحب تھا۔ آپ کے تمام آباؤ اجداد ملک میں صاحبِ عزّت و عظمت تھے۔ آپ کے مہمان خانہ میں ہر وقت ۴۰/۳۰ افراد موجود رہتے تھے خوست اور ضلع بنوں میں آپ کی وسیع جائیداد تھی جس کی مالیت لاکھوں روپے سے متجاوز تھی۔ آپ حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ (شہید کابل صد ۱۴۴ از مولوی عبدالرحمٰن مبشر صاحب)

آپ نہایت بُلند علمی اور روحانی منصب و مرتبہ کے حامل تھے۔ آپ کو کئی ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ آپ کے شاگردوں میں امیر افغانستان کا لڑکا بھی تھا۔ آپ کی عزّت و وجاہت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ امیر حبیب اللہ خان کی رسمِ تاجپوشی ہوئی تو آپ کو اس مقصد کے لئے بُلایا گیا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے سر پہ تاج رکھا۔ امیر کابل کے دربار میں دائیں طرف پہلی کرسی آپ کے لئے مخصوص ہوتی۔ چنانچہ جب ہندوستان اور افغانستان کے درمیان سرحد حدبندی کا موقع آیا تو آپ کو افغان وفد میں شامل کیا گیا۔ اس موقع کی حدبندی لائن آج بھی ڈیورنڈ لائن کے نام سے پاکستان اور افغانستان کی حدِ فاصل ہے۔

آپ صاحب کشف و الہام تھے۔

احمدیت سے تعارف

ڈیورنڈ لائن کی حدبندی کے موقع پہ آپ کی ملاقات پشاور کے ایک

احمدی دوست مکرم سیّد چن بادشاہ سے ہوئی جن سے آپ کو حضرت مسیح موعود کی بعثت کا پتہ چلا اور حضور کی تصنیف "آئینہ کمالاتِ اسلام" آپ کے مطالعہ میں آئی (شہداء الحق صـ۴۴) آپ نے اپنے شاگرد رشید حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو قادیان بھیجا اور ساتھ ہی اپنی بیعت کا خط بھی روانہ کیا۔

اکتوبر ۱۹۰۲ء میں آپ حج کے خیال سے لاہور آئے معلوم ہوا کہ طاعون کی وجہ سے حجاج کی روانگی پر متعدد قیود عائد کر دی گئی ہیں اور حج پر جانا قریباً محال ہے۔ آپ نے حج کو کسی آئندہ سال پر ملتوی کیا اور حضرت مسیح موعود کے شوقِ ملاقات میں قادیان تشریف لے آئے۔ ملاقات کی وارفتگی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ بٹالہ سے پیدل ہی قادیان تشریف لائے حضرت مسیح موعود سے ملاقات ہوئی اور قرب و محبّت کی منازل جو دوسرے برسوں میں طے کرتے تھے آپ نے چند دنوں میں طے کرلیں۔ اور جنوری ۱۹۰۳ء میں واپس ہوتے تو آپ کی حالت یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا:-

"میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبّت میں بھرا ہوا پایا۔ اور جیسا کہ ان کا چہرہ نُورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نُورانی معلوم ہوتا تھا...... اس کی ایمانی حالت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہہ ناقص نہ ہو۔"

(تذکرۃ الشہادتین صـ۷)

حضرت صاحبزادہ صاحب کی مراجعت اور واقعۂ شہادت کے بارے میں حضرت بانی سِلسلہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ حضور ہی کے الفاظ میں یہ دردناک داستانِ عشق و وفا کی تفاصیل ملاحظہ ہوں، حضور فرماتے ہیں:-

"مولوی صاحب خوست علاقہ کابل سے قادیان میں آکر کئی مہینہ میرے پاس اور میری صُحبت میں رہے۔ پھر بعد اس کے جب آسمان پر یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پا چکا کہ وہ درجہ شہادت پاویں تو اس کے لئے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ وہ مجھ سے رُخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف واپس تشریف لے گئے......

امیر صاحب کے رُوبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی اُن کے مزاج کو بہت کچھ متغیّر کر رکھا تھا اس لئے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بُو آتی ہے اُن کو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں حبس میں خود

امیر صاحب رہتے ہیں قید کردو اور زنجیر غراغراب لگادو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے۔گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے..... پھر یکدفعہ وہ ایسی سنگین قید میں ڈالا گیا جو موت سے بدتر تھی اور جس کے تصوّر سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان وہ اس روح کے گداز کرنے والی قید میں صبر کر سکے اور جان کو ایمان پر فدا کرے۔ بالخصوص جس حالت میں امیر کابل کی طرف سے بار بار اُن کو پیغام پہنچتا تھا کہ اس قادیانی شخص کے تصدیق دعویٰ سے انکار کر دو تو تم ابھی عزّت سے رہا کئے جاؤ گے مگر اس قوی الایمان بزرگ نے اس بار بار کے وعدہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ اُمیّد مت رکھو کہ میں ایمان پر دُنیا کو مقدم رکھ لوں.....

ہائے !! وہ معصُوم اس کی نظر کے سامنے ایک بکرے کی طرح ذبح کیا گیا اور باوجود صادق ہونے کے اور باوجود پُورا ثبوت دینے کے اور باوجود ایسی استقامت کے کہ صرف اولیاء کو دی جاتی ہے پھر بھی اس کا پاک جسم پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور اس کی بیوی اور اس کے یتیم بچّوں کو خوست سے گرفتار کر کے بڑی ذِلّت اور عذاب کے ساتھ کسی اور جگہ حراست میں بھیجا گیا۔ اے نادان! کیا مُسلمانوں میں اختلاف مذہب اور رائے کی یہی سزا ہُوا کرتی ہے ؟ تُو نے کیا سوچ کر یہ خُون کر دیا.......

شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے۔ اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔ خدا سب کو وہ ایمان سکھا دے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے یہ دُنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے۔ اور اس سِلسلہ میں بہت داخل ہوں گے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے.......

اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصِل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدقِ دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

اے عبداللّطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تُو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمُونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

([illegible])

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

([illegible]) [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ....
[illegible] ([illegible] ...)

متصل چہار معصوم شور بازار میں کرایہ پر لے رکھا تھا۔ اور گذارہ کے واسطے معمولی رقم اور غلّہ مقرر تھا جو ایک زمین سے حاصل ہوتی۔ جو ان کو سرکاری طور پر دی گئی تھی۔

ترکستان سے امیر حبیب اللہ خان کے حکم سے واپس ہوئے اور کچھ عرصہ خوست میں رہے۔ مگر جلد ہی ان کو حکومت نے کابل میں بلا لیا۔ کابل میں قیام قیدی کی مانند تھا۔ کابل سے کہیں باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ روزمرّہ کوتوالی شہر میں حاضری دی جاتی تھی۔

۱۹۱۷ء میں صاحبزادگان حضرت شہید مرحوم و دیگر احمدیوں کو حکومت نے گرفتار کر لیا اور شیرپور کے جیل خانہ میں مقید ہوئے۔ ان کے پاؤں میں موٹی بیڑیاں ڈال دی گئیں اور ابتلاء کا یہ سلسلہ آٹھ نو ماہ تک جاری رہا۔ یہ بڑی سخت تکالیف تھیں۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے دو جوان صاحبزادے حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان اور حضرت صاحبزادہ محمد عمر جان جیل فیور JAIL FEVER کی موذی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ زنداں میں علاج معالجے کا کوئی ٹھوس بندوبست نہ تھا۔ ایک سال سخت تکالیف اٹھانے کے بعد یہ دونوں بھائی ۱۹۱۸ء میں اسی بخار سے جان ہار گئے۔ اس طرح سے اپنے بزرگ اور خدا رسیدہ باپ کی سُنّتِ شہادت کو پورا کرنے والے بنے۔

بالآخر یہ ستم رسیدہ خاندان ۲ فروری ۱۹۲۶ء کو بنّوں آگیا جہاں پر ان کی اپنی جاگیر تھی۔

حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان شہید کے ایک فرزند سیّد محمد ہاشم جان اس وقت موجود تھے۔ صاحبزادہ ہاشم جان پاکستانی فوج میں ڈاکٹر رہے۔ (شہداء الحق صفحات ۶۰ تا ۶۲۔ تاریخ احمدیت جلد سوم ۳۵۰-۳۴۹)

۵۔ حضرت سیّد سُلطان صاحب احمدی۔ کابل۔ تاریخ شہادت ۱۹۱۸ء

۶۔ حضرت سیّد حکیم صاحب احمدی۔ کابل۔ تاریخ شہادت ۱۹۱۸ء

سردار محمد عمر خان معروف بہ سُور جرنیل جو ۱۹۱۸ء میں علاقہ حاجی کا حاکم تھا اور اس کے حکم سے سیّد سُلطان صاحب احمدی کو گرفتار کیا گیا۔ یہ ایک عالم دین تھے اور سیّد خاندان سے تھے۔ ان کو کابل کے جیل خانہ میں ڈلوایا۔ جہاں ان کو نانِ نمک کھلا کھلا کر شہید کر دیا گیا۔

ان کے بھائی سیّد حکیم صاحب کو بھی گرفتار کیا گیا۔ اور قید خانے میں ہی ان کی وفات قید کی تکالیف سے ہو گئی۔ (شہداء الحق ص۱۳۴ مُصنّفہ قاضی محمد یوسف صاحب)

○

موت ہے نہ حیات ہے یارو ایک مولیٰ کی ذات ہے یارو
ہاتھ میں جس کے ہاتھ ہے یارو وہ بڑا خوش صفات ہے یارو

جا رہی ہے جو شہرِ جاناں کو یہی راہِ نجات ہے یارو
آج بھی دشت کے مسافر پر بند نہرِ فرات ہے یارو

چُن لیا اُس نے ہم فقیروں کو اپنی اپنی برات ہے یارو
پھر وہی دن ہیں اور وہی راتیں "پھر وہی اِلتفات ہے یارو"

آج کا دِن ہے وصلِ یار کا دِن آج کی رات رات ہے یارو
چھٹنے والے ہیں ظلم کے بادل ایک دو دن کی بات ہے یارو

ہر قدم احتیاط سے رکھنا ہر قدم پُل صراط ہے یارو
کِس لئے موت سے ڈراتے ہو موت بھی تو حیات ہے یارو

اپنے بیگانے سب خلاف سہی یار تو اپنے ساتھ ہے یارو
عِشق کی جیت ہونے والی ہے عقل کی بازی مات ہے یارو

عقل کیا زیست کا پتہ دے گی یہ تو خود بے ثبات ہے یارو
آؤ مضطرؔ کا ذکرِ خیر کریں مر کے بھی جو حیات ہے پیارو

(چوھدری محمد علی)

"خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس تقریب کی وجہ سے ہندوستان اور پنجاب کے رہنے والے جوہر قابل بن رہے ہیں"

(حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ملفوظات جلد اوّل جدید صفحہ ۱۵۱

تاریخ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان

بعد از تقسیم ۱۹۴۷ء

محترم الحاج بشیر احمد صاحب دھلوی
مربّی سلسلہ عالیہ احمدیہ ۔ دہلی

"میں ملکِ ہند میں آؤں گا کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل ونحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے اور نیز آدم علیہ السلام اسی جگہ نازل ہوا تھا پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے اسی ملک میں اس کو آنا چاہیئے تا آخر اور اوّل کا ایک ہی جگہ اجتماع ہو کر دائرہ پورا ہو جائے۔"

(روحانی خزائن (تحفہ گولڑویہ) جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۳)

برِّصغیر پاک وہند وہ خوش قسمت سرزمین ہے جس میں امامِ آخر زماں حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی نے روحانیّت کا بیج بویا۔ احمدیت کی کشت زار نے جنم لیا جس سے نہ صرف برِّصغیر پاک وہند بلکہ دیگر ممالک بھی سرسبز و شاداب ہونے لگے۔ بادِ سموم کے جھونکوں نے کئی موڑوں پر اس کی رونق اور تازگی کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اس کی افزائش میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

اسی طرح کا ایک اہم موڑ تقسیم پاک وہند بھی تھا۔ ایک بنا بنایا مرکزِ احمدیت قادیان جغرافیائی لحاظ سے ملکِ ہندوستان کا حصّہ بنا اور اِس طرح جماعتِ احمدیہ کی اکثریت اپنے تہذیب و تمدّن کے لحاظ سے پاکستان میں منتقل ہو گئی اور یہاں ایک نئے مرکز ربوہ کا قیام عمل میں آیا۔ ایک معدودے چند آبادی درویشانِ قادیان کی صورت میں قادیان میں آباد رہی اور اس لَو کی حفاظت کرتی رہی جس کو ہمارے پیارے امام و مطاع نے جلایا تھا۔

سطورِ درج ذیل میں شمعِ احمدیت کے ان پروانوں کی فدائیّت کا تذکرہ کرنا مقصود ہے جنہوں نے تقسیم برِّصغیر پاک وہند ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان میں احمدیت کے نور کو فزوں تر کیا اور باوجود نامساعد حالات کے اِس لَو کو سینہ بہ سینہ منتقل کرتے چلے گئے

۱۹۴۷ء کے سال کی ابتداء آزادی کے سلسلہ میں جلسے اور جلوسوں سے ہوئی۔ یہ جلسے اور جلوس ہنگاموں کی صورت میں تبدیل ہونے شروع ہوئے۔ پنجاب میں تو یہ ہنگامے فروری، مارچ سے ہی فسادات کی صورت اختیار کرنے لگے اور ماہِ اگست میں جب ہندوستان کی تقسیم اور آزادی کا اعلان ہوُا اور مغربی پنجاب سے پناہ گزینوں کا ریلا مشرقی پنجاب اور دہلی آنے لگا تو مشرقی پنجاب کے ساتھ دہلی کی فضاء بھی خراب ہو گئی اور فسادات خطرناک صورت اختیار کر گئے۔ مسلمانوں کے کثیر حصّہ کو پُرانا قلعہ، مقبرہ ہمایوں اور بستی حضرت نظام الدین اَولیاءؒ میں پناہ لینی پڑی اور گورنمنٹ کے انتظام کے مطابق حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے اسٹیشن سے ہی ٹرینوں کے ذریعہ قافلے پاکستان کو روانہ ہونے لگے۔ اِس طرح سال کے آخر تک نقلِ مکانی اور کہیں کہیں فسادات کا سلسلہ چلتا رہا۔ یہ ماحول تعمیری انداز کے پنپنے میں روک تھا۔ اتنی گھٹن اور غیر یقینی کی کیفیت تھی کہ ۱۹۴۷ء کا جلسہ سالانہ درویشانِ قادیان نے بیتِ اقصیٰ میں ہی منایا جس میں کوئی دوست باہر سے شریک نہ ہو سکے۔ ۱۹۴۸ء کے جلسہ سالانہ کا جب وقت قریب آیا تو خاکسار اور سیّد برکات احمد صاحب نے حضور کی خدمت میں شمولیّت کی اجازت کے لئے لکھا۔ حضور کی طرف سے اطلاع ملی کہ جلسہ سالانہ میں ضرور شرکت کریں اور ہند سرکار کو کہیں کہ وہ جلسے میں شریک ہونے والوں کو بحفاظت قادیان پہنچانے کا انتظام کریں۔ یہ عجیب اتفاق ہوُا کہ ادھر ہم نے دہلی سے حضور کی خدمت میں جلسہ سالانہ میں شرکت کے سِلسلہ میں

عریضہ تحریر کیا اور اُدھر اخبار اسٹیٹسمین دہلی کے نمائندہ خصوصی مسٹر وہرہ ماہِ نومبر میں پنجاب کا دورہ کرتے ہوئے قادیان بھی پہنچے تو درویشانِ قادیان کے نمائندگان نے مسٹر وہرہ کو اپنے حالات بتاتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ہمارا جلسہ سالانہ جو دسمبر کے آخری ہفتے میں منعقد ہوتا ہے قریب آرہا ہے۔ ہندوستان کے احمدیوں کو اِس جلسے میں شرکت کی اجازت ملنی چاہیئے اور وہرہ صاحب کو دی گئی رپورٹ حضرت امام جماعتِ احمدیہ کو بھی ارسال کی۔ وہرہ صاحب کی قادیان میں درویشوں سے ملاقات اور ان کے بارہ میں رپورٹ ۱۷ر نومبر ۱۹۴۸ء کے اخبار اسٹیٹسمین میں شائع ہوئی۔ اس میں وہرہ صاحب نے لکھا کہ قادیان میں جو ۳۱۳ احمدی رُکے ہوئے ہیں انہیں قادیان سے بے حد محبت ہے۔ جملہ مذاہب کے ساتھ ان کی تعلیم رواداری کی ہے۔ اگرچہ ان کی جماعتی کارروائیاں بہت حد تک کم ہو گئی ہیں تاہم وہ منظّم رنگ میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی اظہار کیا ہے کہ دسمبر کے آخری ہفتہ میں ان کا جلسہ سالانہ منعقد ہوتا ہے اس میں شمولیت کے لئے ہندوستان کے احمدیوں کو بھی موقع دیا جائے۔

چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت آنے پر وزارتِ داخلہ میں درخواست دی گئی اور جلد ہی وہاں سے یہ جواب ملا کہ اِس بارہ میں وزیرِ داخلہ سے دفتری اوقات میں ملاقات کی جائے۔ سردار راجہ بھائی پٹیل ان دنوں وزیرِ داخلہ تھے۔ ملاقات کا فائدہ یہ ہوا کہ ۱۰۰ احمدی احباب کے قادیان جانے کی منظوری دی گئی اور مرکزی سرکار نیز پنجاب سرکار کی طرف سے حفاظت کا پورا انتظام کیا گیا اور ۷۶ احباب اس جلسہ میں شریک ہوئے اور قادیان کی برکات سے حصّہ وافر لے کر لوٹے۔

اگلے سال یعنی ۱۹۴۹ء میں پھر گورنمنٹ سے رجوع کیا گیا اور مرکزی سرکار اور پنجاب سرکار کی حفاظت میں دوسری مرتبہ ۱۳۷ احباب نے جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کی اور ۱۹۵۰ء سے قادیان آمدورفت کا رستہ باحفاظت کھل گیا اور پھر باقاعدگی سے جلسہ سالانہ کا انعقاد ہونے لگا۔

۱۹۴۸ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت امام جماعتِ احمدیہ کا پیغام بہت اہمیت رکھتا تھا۔ اِس پیغام میں حضور نے جلسہ سالانہ قادیان میں شریک ہونے والے خوش نصیب احباب کو مبارکباد دی اور درویشان کو توجّہ دلائی کہ اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھتے ہوئے نئے سرے سے اپنے دفاتر کی تنظیم کریں اور ہندوستان کی جماعتوں کو دوبارہ زندہ کرنے اور پھر زندہ رکھنے کی کوشش کریں۔ حضور نے مندرجہ ذیل امور کی طرف خصوصیت سے توجّہ دلائی :-

۱۔ ہندوستان یونین کی تمام جماعتوں کی لسٹیں جمع کریں۔

۲۔ پریس کو دوبارہ جاری کریں۔ جب تک پریس جاری نہیں ہوتا دہلی سے اشتہارات چھپوانے کا انتظام کریں۔

۳۔ گذشتہ صدمہ کی وجہ سے بعض جماعتوں میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے اس کو دُور کرنے کے لئے مختلف

علاقوں میں مربّی مقرر کریں تاکہ وہ پھر پھر کر جماعتوں کی تنظیم کریں۔

۴۔ اِس وقت قادیان میں قریباً دو درجن دیہاتی مربّی ہیں ان لوگوں کو کوشش کرکے دہلی پہنچایا جائے اور وہاں سے آگے احمدیہ جماعتوں میں پھیلا دیا جائے .... سرِدست اگر جلسہ میں کچھ احمدی باہر سے آکر شامل ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ پانچ دیہاتی (مربیان) بھجوا دئے جائیں جو مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی کی نگرانی میں یوپی کے مختلف علاقوں میں کام کریں۔

۵۔ چونکہ ملک میں ہندی کا زور ہوگا اس لئے آپ لوگ بھی دیوناگری رسم الخط سیکھنے کی کوشش کریں۔

حضور کے اِس پیغام کی روشنی میں جلسہ سالانہ کے بعد ہمارے ہمراہ پانچ دیہاتی مربیان بھی بھجوا دئے گئے اور انہیں یوپی کی مختلف جماعتوں میں متعیّن کر دیا گیا۔ اور خاکسار نے یوپی کی جماعتوں کا دَورہ کرکے انکی پھر سے تنظیم کی اور آہستہ آہستہ یہ جماعتیں خدا کے فضل سے بیدار ہوئیں اور انہوں نے اپنا رابطہ قادیان کے ساتھ قائم کیا۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ جناب ڈاکٹر شنکر داس مہرہ ایم بی بی ایس لاہور سے دہلی تشریف لائے اور بازار بلّی ماراں میں ہی انہوں نے اپنا کلینک کھولا۔ خاکسار کا ان کے ساتھ تعارف ہوُا تو پتہ چلا کہ لاہور میں جماعت کے ساتھ ان کے اچھے تعلقات تھے اور بالخصوص امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔

قادیان کے جلسہ سے واپسی پر جب پانچ مربّیانِ کرام دہلی پہنچے تو بازار بلّی ماراں سے ایک موقع پر یہ پانچوں مربیان گذر رہے تھے۔ جب ڈاکٹر صاحب کے کلینک کے پاس سے گذرے تو ڈاکٹر صاحب نے انہیں اپنے کلینک میں بُلایا اور یہ علم ہونے پر کہ یہ احباب قادیان سے آئے ہیں بہت خوش ہوئے اور کافی دیر تک ان سے بات چیت کرتے رہے۔ رات کے کھانے پر انہیں مدعو کیا اور مجھے کہلوا بھیجا کہ مَیں ان کے ہمراہ ان کے ہاں پہنچوں۔ کھانے پر جماعتِ احمدیہ اور قادیان کے حالات پر کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ ازاں بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے تاثرات اخبار اسٹیٹسمین دہلی کو ارسال کئے جو ۱۲ جنوری ۱۹۴۹ء کے اخبار میں شائع ہوئے۔ آپ نے اپنے اِس خط میں لکھا:۔

"قادیان کے مقدس شہر میں ایک نبی پیدا ہوُا جس نے اپنے گردوپیش کو نیکی اور بلند اخلاق سے بھر دیا۔ یہ اچھی صفات اس کے ماننے والوں کی زندگی میں بھی منعکس ہیں۔

احمدیہ جماعت کا نقطہ نظر تعمیری اور اس کا رویّہ پابندِ قانون ہے۔ یہی ایک واحد جماعت ہے جو عدالتی ریکارڈ کی رُو سے جُرم سے پاک ثابت ہوتی ہے۔ گذشتہ فرقہ وارانہ فسادات

(۱۹۴۷ء کے فسادات) میں بھی اپنے ہاتھ قتل و غارت اور لُوٹ کھسوٹ سے صاف رکھے۔
یہ سب کچھ ان کے روحانی پیشوا کی تعلیم کے بغیر وقوع میں نہیں آسکتا تھا۔ قادیان کے موجودہ خلیفہ (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی محبت و خلوص کا مجسمہ ہیں۔"

نظارت دعوت و تبلیغ نے پمفلٹ، اشتہارات اور بعض کتب کی طباعت بھی دہلی سے شروع کرائی۔ اور اس بارہ میں بھی نظارت کے ساتھ پورا تعاون کیا گیا اور قادیان میں پریس کے قیام تک یہ سلسلہ دہلی سے جاری رہا۔

درویشانِ کرام کی فیمیلیوں کی پاکستان سے آمد کے سلسلہ میں سنٹرل گورنمنٹ سے کارروائی کی گئی۔ چنانچہ ایک قافلہ ۱۹۵۱ء میں درویشانِ قادیان کی فیمیلیز کا قادیان پہنچا اور دوسرا قافلہ جو بڑا قافلہ تھا اور جس میں قریباً سب فیملیاں آگئی تھیں ۱۹۵۳ء میں آیا۔ دونوں قافلوں کی آمد کی آخری کارروائی دہلی سے ہوئی۔ دوسرے قافلہ کی کارروائی جب آخری مرحلہ پر تھی تو اس وقت محترم شیخ عبدالحمید عاجز بھی مرکز سے دہلی آئے ہوئے تھے۔ اُس وقت مرکز میں وہ ناظر بیت المال کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔

حکیم عبدالحمید صاحب متولّی ہمدرد دواخانہ دہلی اپنے کاروباری سلسلہ میں ہر سال کسی باہر کے ملک کا دَورہ کیا کرتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں انڈونیشیا کے دَورہ پر جانے کا فیصلہ کیا۔ سیّد برکات احمد صاحب سے ان کے کافی گہرے تعلقات تھے اِس دَورہ پر حکیم صاحب نے سیّد صاحب کو ہمراہ لے جانے کا فیصلہ کیا۔ سیّد صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ اِس دَورہ میں محترم حکیم صاحب کو انڈونیشیا کے مشنز میں بھی لے جاؤں تاکہ انہیں ہمارے دعوتِ اِلی اللہ کے کام کا اندازہ ہو سکے۔ انڈونیشیا کے مشنری انچارج صاحب کو حکیم صاحب کے دَورہ کی بابت اطلاع دے کر کہا اور انڈونیشیا کے مختلف مشنوں کے پتہ جات بھی مجھ سے حاصل کئے۔ چنانچہ حکیم صاحب کے انڈونیشیا جانے پر مختلف مشنوں میں ان کو خوش آمدید کہا گیا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے جماعت کے دعوت اِلی اللہ کے کام کو دیکھا اور بے حد متاثر ہوئے اور انڈونیشیا سے واپسی پر جب ایک دعوت میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے کہ مَیں آج تک یہی کہتا تھا کہ آپ لوگ اخباری پراپیگنڈہ اپنی تبلیغ کے بارہ میں زیادہ کرتے ہیں لیکن انڈونیشیا کے مشنوں کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ حقیقتاً اشاعتِ دینِ حق کی بہت بڑی خدمت جماعتِ احمدیہ کر رہی ہے۔

مرکزِ احمدیت قادیان کے ایک فعّال صورت اختیار کر جانے پر حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی ہدایت کے مطابق ہندوستان کے مرکزی مربّیان کو باقاعدہ مختلف علاقہ جات تقسیم کر کے ان علاقوں کی جماعتوں کے دَورہ کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی اور ہر سال ایک مرکزی تبلیغی وفد بھی کسی ایک علاقہ کے تبلیغی و تربیتی

دورہ پر بھیجا جانے لگا اور اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے دعوتِ اِلی اللہ کے کام کی وسعت کے ساتھ ساتھ جماعتوں میں بیداری بھی شروع ہوگئی۔

چنانچہ خاکسار کے سپرد دہلی، یوپی، راجستھان اور مدھیہ پردیش (سی۔پی) کا علاقہ کیا گیا۔ خاکسار کا ہیڈ کوارٹر دہلی تھا۔

مکرم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل کے سپرد مغربی بنگال، بہار اور صوبہ اڑیسہ کا علاقہ کیا گیا۔ ان کا ہیڈ کوارٹر کلکتہ تھا۔

مکرم مولانا بی محمد عبداللہ صاحب کے سپرد صوبہ کیرالا، تامل ناڈو، کرناٹک کا علاقہ تھا۔ ان کا ہیڈ کوارٹر پینگاڈی تھا اور سری لنکا کا علاقہ بھی ان کے ہی سپرد تھا اور حسبِ ضرورت وہ وہاں تشریف لے جاتے تھے۔

مکرم حکیم محمد دین صاحب کے سپرد مہاراشٹرا اور گجرات کا علاقہ تھا۔ ان کا ہیڈ کوارٹر بمبئی تھا۔ کچھ عرصہ بعد محترم حکیم صاحب کے سپرد کرناٹک کا علاقہ بھی کیا گیا۔

حیدر آباد (آندھرا پردیش) میں محترم مولانا عبدالمالک صاحب کام کر رہے تھے لیکن بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے موصوف کو وہاں سے مجبوراً جانا پڑا اس لئے ۱۹۵۱ء کے بعد وہاں مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی کو بھجوایا گیا۔

صوبہ کشمیر میں مکرم حکیم محمد سعید صاحب بطور دیہاتی مربی کام کر رہے تھے۔ وہاں کے حالات ایک عرصہ تک خراب رہنے کی وجہ سے کسی اور مربی کو نہیں بھجوایا جا سکا۔ مکرم مولانا عبدالواحد صاحب نے کشمیر میں بہت عرصہ تک کام کیا۔ بعد میں دماغی عارضہ کی وجہ سے مجبور ہو گئے۔

جیسا کہ میں اُوپر ذکر کر چکا ہوں دہلی کی جماعت تقسیمِ ہندوستان پر سب سے زیادہ متاثر ہوئی اور اس کے بعد صوبہ یوپی و راجستھان کی جماعتیں متاثر ہوئیں۔ تقسیم سے قبل لکھنؤ، کانپور، شاہجہان پور کی اچھی فعّال جماعتیں تھیں لیکن تقسیم کے بعد کانپور کی جماعت اوّل نمبر پر فعّال رہی۔ اس جماعت میں ۱۹۵۲ء سے بیداری شروع ہوئی جب شمسی برادری کے دو نوجوان بھائی بعد تحقیق جماعت میں شامل ہوئے۔ شمسی برادری کی طرف سے بہت مخالفت ہوئی لیکن آہستہ آہستہ یہ پوری فیملی بہنیں اور بھائی جماعت میں داخل ہوتے گئے۔ سب سے چھوٹے بھائی مکرم محمد زاہد صاحب سلوجہ کے بیعت کرنے پر تو برادری نے پہلے سے بھی بڑھ کر مخالفت کی۔ بحمداللہ کہ اس شدید مخالفت کے باوجود محترم محمد زاہد صاحب سلوجہ ثابت قدم رہے۔ ان کے والد صاحب بہت نیک اور نمازی بزرگ تھے اور سیّدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر باقاعدگی سے درود بھیجتے تھے۔ انہوں نے اگرچہ

جماعت میں شمولیت اختیار نہیں کی لیکن مخالفت بھی نہیں کی۔ اور اس خاندان کے افراد کا یہ یقین ہے کہ انہیں جو احمدیت کی نعمت ملی تو اس درود کی وجہ سے ملی جو ان کے والد بزرگوار سیدنا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا کرتے تھے۔

جماعتِ احمدیہ کانپور کے مشورہ سے ہی یوپی کی جماعتوں میں مزید بیداری پیدا کرنے کے لئے صوبائی کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کیا گیا اور ۱۹۶۵ء میں پہلی کانفرنس جماعتِ احمدیہ کانپور نے اپنے خرچہ سے کانپور میں منعقد کی جو نہایت ہی کامیاب رہی اور اب ہر سال کسی نہ کسی شہر اور جماعت میں یہ کانفرنس منعقد ہوتی ہے کانپور کے بعد یہ کانفرنسیں حسبِ ذیل جگہوں پر منعقد ہو چکی ہیں:-

بنارس، لکھنؤ، شاہجہانپور، راٹھ، آگرہ، فتح پور، رڑکی، بھوا، امروہہ، ساندھن۔

کئی مقامات پر دو تین دفعہ کانفرنسوں کا نمبر آچکا ہے۔ اور ان کانفرنسوں کے نتیجہ میں بعض نئی جماعتیں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم ہو چکی ہیں۔

راجستھان میں حضرت امام جماعتِ احمدیہ نے ارتداد کی وجہ سے خاص طور پر کام کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اور وہاں کئی ایک مربیان و معلمین مکرم ڈاکٹر سید سعید احمد صاحب کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔ بیاور شہر میں ڈاکٹر صاحب کا ہیڈ کوارٹر ہے اور ۱۹۸۸ء میں ماہِ ستمبر میں وہاں پر ہی صوبائی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جو گوناگوں مشکلات، روکوں اور مخالفت کے باوجود نہایت ہی کامیاب ہوئی۔ بیاور کے علاوہ جے پور، کشن گڑھ، اودے پور اور کامٹہ میں جماعتیں قائم ہیں۔

مدھیہ پردیش میں پہلے بسنہ میں ہی جماعت تھی اب اٹاری میں بھی جماعت قائم ہو چکی ہے۔ دہلی، یوپی، راجستھان اور مدھیہ پردیش میں اس وقت تیس ۳۰ جماعتیں بفضلہ تعالیٰ قائم ہیں۔ ریاست بھوپال کو مدھیہ پردیش میں شامل کر کے اس کا دارالخلافہ بنا دیا گیا۔

دہلی میں تغلق آباد کے علاقہ میں D.D.A سے دو ہزار مربع میٹر کا پلاٹ خرید کیا گیا جہاں ایک شاندار بیت الذکر تعمیر کی جا رہی ہے۔ اس کا نقشہ حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی زیرِ ہدایت مکرم چوہدری رشید احمد صاحب آرکیٹیکٹ لندن نے تعمیر کیا ہے اور اس کی تعمیر کے اخراجات بھی حضور کی ہدایت کے مطابق ہندوستان کی جماعتوں کے علاوہ باہر کی جماعتوں نے بھی برداشت کئے ہیں۔

ساندھن جو زمانۂ ارتداد میں آگرہ کے بعد علاقہ ملکانہ کا دوسرا ہیڈ کوارٹر تھا اور ۱۹۲۴ء میں یہاں مشن قائم کیا گیا تھا اس کی عمارت خام تھی لیکن اب قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر کے زمانہ میں یہاں پختہ مشن ہاؤس اور بیت الذکر احمدیہ تعمیر کی گئی ہے اور انسدادِ ارتداد کی کارروائی کے سلسلہ میں علاقہ ملکانہ کیلئے

پھر سے اس کو ہیڈ کوارٹر بنا کر تیزی سے کام شروع کر دیا گیا ہے۔

مغربی بنگال، بہار اور اڑیسہ کی جماعتوں کی تنظیم اور بیداری کے سلسلہ میں محترم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل نے بہت اہم کام کیا۔ متحدہ بنگال میں زیادہ جماعتیں مشرقی بنگال میں تھیں۔ برہمن بڑیہ کی جماعت سب سے پہلے قائم ہوئی اس کے بعد ۵۰ جماعتیں بفضلہ تعالیٰ بنگال میں قائم ہوگئیں اور پارٹیشن کے وقت کلکتہ کی جماعت بھی نہایت فعال جماعتوں میں شمار ہوتی تھی اور بنگال کی جماعتوں کا صوبائی ہیڈ کوارٹر بھی کلکتہ تھا۔ اس لئے جب تقسیم ہوئی تو قریباً ۳۵ جماعتیں مشرقی بنگال میں آگئیں اور مغربی بنگال کی جماعتوں اور کلکتہ کے بہت سے احباب بھی مشرقی بنگال میں جاکر آباد ہو گئے اور بہت کم احمدی مغربی بنگال میں رہ گئے۔ محترم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل نے ۱۹۵۹ء تک کلکتہ میں ہیڈ کوارٹر رکھا اور بنگال، بہار و اڑیسہ کے دورے کرکے جماعتوں کو پھر سے منظم کیا۔ اڑیسہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے زمانہ سے جماعت قائم ہو چکی تھی اور سونگھڑہ میں بفضلہ تعالیٰ حضور کے کئی رفیق موجود تھے۔ اس علاقہ میں مولوی محمد اسمٰعیل مونگھیروی نے سخت مخالفت کی۔ مولانا کے کئی مناظرے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے ساتھ ہوئے۔ صوبہ بہار میں ٹاٹا جمشید پور کی جماعت اچھی مضبوط جماعت تھی۔ محترم چوہدری عبداللہ خاں صاحب کافی عرصہ تک اس جماعت کے کامیاب امیر رہے۔ پارٹیشن پر یہ جماعت بھی بہت متاثر ہوئی لیکن آہستہ آہستہ بہار کی جماعتوں کو بھی مولانا صاحب نے منظم کیا۔

۱۹۵۹ء سے محترم مولانا محمد سلیم صاحب کا تبادلہ دہلی کر دیا گیا اور خاکسار کو کلکتہ بھیجا گیا۔ خاکسار نے ۱۹۶۴ء تک بحیثیت انچارج مربّی مغربی بنگال، اڑیسہ و امیر جماعتِ احمدیہ کلکتہ خدمات سرانجام دیں۔ خاکسار کے زمانہ میں بعض اہم کام ہوئے جن میں سے ایک بیت الذکر احمدیہ کلکتہ کی تعمیر تھی۔ کلکتہ میں بیت الذکر کی تعمیر کے لئے پارٹیشن سے قبل ہی زمین خریدی جا چکی تھی لیکن بیت الذکر کی تعمیر نہیں ہو سکی تھی۔ ستمبر ۱۹۶۲ء میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے اس کی بنیاد رکھی اور ۱۹۶۴ء میں اس کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مشن ہاؤس کی تعمیر بھی بفضلہ تعالیٰ مکمل ہو گئی۔

دوسرا اہم معاملہ اڑیسہ میں مورو کے مقام پر مباہلہ کا تھا۔ مورو میں تین نوجوان احمدی ہوئے۔ اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے حسبِ عادت مخالفانہ تقریریں یہاں آکر کیں اور احمدیوں کو بُرا بھلا کہا اور دھمکیاں بھی دیں۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو باجازت حضرت امام جماعتِ احمدیہ مباہلہ کی دعوت دی مولوی صاحب مذکور نے تو گریز کیا اور وہ مورو نہیں پہنچے ان کی جگہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب دھام نگری پہنچے اور مباہلہ کی شرائط طے کرنے کی بجائے اس امر پر مصر ہوئے کہ مباہلہ کیا جائے۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد

مباہلہ کی کارروائی سرانجام دی گئی۔ موروکے باشندوں پر اِس مباہلہ کا بہت اچھا اثر ہؤا اور کئی احباب جماعتِ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اب جماعتِ مورو کی تعداد تین سے تین سَو تک پہنچ چکی ہے اور روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ احبابِ جماعت نے پہلے کچّی بیت الذکر بنائی تھی اب بفضلہٖ تعالیٰ اُسے پختہ تعمیر کر لیا ہے۔

بنگال واڑیسہ میں ہندو طبقہ تک احمدیت کا پیغام پہنچانے کا خاص طور پر موقع ملا۔ کلکتہ میں ہر سال پیشوایانِ مذاہب کا جلسہ منعقد کیا جاتا اور ہندوؤں کی طرف سے "سرو دھرم سمیلن" یعنی اتحادِ مذاہب کے نام سے جلسے منعقد کئے گئے اور خاکسار کو ان میں شریک ہو کر احمدیت کی نمائندگی کرنے کا موقع ملتا رہا۔

۱۹۵۹ء میں جو جلسہ پیشوایانِ مذاہب کلکتہ میں منعقد کیا گیا اس میں صدارت کے فرائض ڈاکٹر کالی داس ناگ پی ایچ ڈی۔ ڈی لٹ سرانجام دے رہے تھے۔ آپ کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ اس میں خاکسار کی تقریر حضرت کرشن جی کی زندگی وسیرت پر ہوئی اور ساتھ ہی میں نے یہ بتایا کہ امن کا قیام مذہب کے اصولوں پر عمل کرنے سے ہو سکتا ہے۔ صاحبِ صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں اعلان کیا کہ ورلڈ فیتھ کانفرنس جو ۲ فروری سے ۸ فروری ۱۹۶۰ء تک منعقد ہو رہی ہے اس میں مولانا بشیر احمد بطور ڈیلی گیٹ شامل ہوں گے اور ان کی تقریر بھی ہوگی۔ ڈاکٹر کالی داس ناگ اِس کانفرنس کے کنوینر تھے۔ چنانچہ خاکسار باقاعدہ اِس کانفرنس میں شرکت کرتا رہا۔ ۵ فروری کے اجلاس میں میری تقریر ہوئی موضوع تھا "مذہب اور قیامِ امن"۔ تقریر کے بعد سٹیج پر ہی بہت سے ڈیلی گیٹز نے خوشی کا اظہار کیا۔ بیرون جات سے اِس کانفرنس میں ۵۰ مذہبی عالم اور نمائندے شریک تھے۔ احبابِ جماعت کلکتہ نے اِس کانفرنس میں جماعت کا کافی لٹریچر تقسیم کیا اور خاکسار نے مذہبی علماء کو تحفۃً جماعت کا لٹریچر پیش کیا۔

جولائی ۱۹۶۴ء میں خاکسار کا تبادلہ پھر دہلی ہو گیا اور میرے بعد انچارج مربّی کے طور پر مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی۔ مولانا حکیم محمد دین صاحب نے کام کیا اور ۱۹۷۵ء سے مکرم مولانا سلطان احمد صاحب ظفر کام کر رہے ہیں اور میرے بعد بطور امیر جماعتِ احمدیہ کلکتہ مہتہ محمد حسین صاحب مرحوم۔ سیّد کریم بخش صاحب اور سیّد نور عالم صاحب نے کام کیا۔ ۱۹۸۸ء سے ماسٹر شرق علی صاحب ایم۔ اے امیر مقرر ہوئے ہیں۔ ماسٹر شرق علی صاحب ۱۹۶۵ء میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے اور جلد ہی اخلاص میں بے حد ترقی کی اور جماعتی کاموں کے لئے بہت زیادہ وقت دینا شروع کیا۔ ۱۹۶۹ء میں البشریٰ رسالہ ماہانہ بنگالی زبان میں شروع کیا گیا جس کو ماسٹر صاحب موصوف ہی مرتّب کرتے ہیں۔ ماسٹر صاحب موسمی تعطیلات وقف کرتے اور مربّی کے ساتھ مختلف علاقوں کا دَورہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی مساعی کے نتیجہ میں متعدد احباب جماعت میں داخل ہوئے۔ ماسٹر شرق علی صاحب تبلیغی جماعت کے سرگرم رکن تھے۔ کبیرہ کی

جماعت ان کی وجہ سے قائم ہوئی۔ ۱۹۷۵ء میں ایک مناظرہ کیبرہ میں ہوا جس میں غیر از جماعت کی طرف سے ۲۵ مولوی شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت بڑی کامیابی عطا فرمائی اور اس علاقہ میں ۲۵ جماعتیں قائم ہوئیں۔

مولانا امینی صاحب کے زمانہ میں ڈائمنڈ ہاربر اور ابراہیم پور میں بیوت الذکر کی تعمیر ہوئی جس کے لئے علی الترتیب مکرم سیٹھ محمد حسین مرحوم اور مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی مرحوم نے اخراجات ادا کئے۔
۱۹۷۶ء سے بنگال میں صوبائی کانفرنس کا سلسلہ شروع کیا گیا اور انگریزی زبان میں سوونیر شائع کیا گیا اس کانفرنس میں ایک دن پیشوایانِ مذاہب کا رکھا جاتا ہے۔
دعوتِ الی اللہ کی مساعی کے نتیجہ میں اب کئی جگہوں پر نئی جماعتیں قائم ہو چکی ہیں جیسے تہاری، گنگارام پور، ماتھرن رام نگر، ہوگلہ، سری رام پور، موہن پور، نسبت پور۔ ایک بستی پولوپاڑا کے نام سے ہے جہاں مسلمان آباد تھے لیکن ان کا پیشہ بُت گری کا ہے۔ ان کی آبادی قریباً دو لاکھ ہے اب رام کرشنا مشن نے ان کی اسی فیصد آبادی کو ہندوؤں میں ملا لیا ہے۔ اس بستی میں بھی دعوت الی اللہ کا کام جاری ہے اور ان لوگوں کو پھر سے احمدیت سے روشناس کیا جا رہا ہے۔
کلکتہ کے زیرِ نگرانی آسام میں بھی دعوتِ الی اللہ شروع ہو چکی ہے۔ ۱۹۷۸ء میں ماسٹر شرق علی صاحب اور مکرم مولوی سلطان احمد صاحب نے آسام کا دورہ کیا وہاں گیارہ بیعتیں ہوئیں اب وہاں ۵ مزید جماعتوں کا قیام ہو چکا ہے۔ ناران پیٹا میں بیت الذکر بھی بن گئی ہے۔ ان دونوں احباب نے میگھالیہ کا بھی دورہ کیا۔ ۱۹۸۶ء میں مکرم مولوی سلطان احمد صاحب اور مکرم ماسٹر شرق علی صاحب نے پہلا دورہ کیا جس کے جملہ اخراجات محترم میاں محمد رفیع صاحب کلکتہ نے برداشت کئے۔ اس دورہ میں منی پور میں احمد حسن صاحب نے بیعت کی اور زندگی وقف کی۔ انہوں نے منی پور زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جسے حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے ارشاد کے مطابق حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ترجمہ کے مطابق ڈھال کر صد سالہ جوبلی پروگرام کے مطابق شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے ارشاد پر مکرم مولوی سلطان احمد صاحب ظفر نے نیپال اور بھوٹان کا بھی سروے کیا اور حضور کی منظوری سے دونوں جگہوں پر مشن قائم کئے گئے۔ بھوٹان میں زمین خرید کر مشن ہاؤس اور بیت الذکر کی تعمیر بھی ہو چکی ہے۔ بیت الذکر کا نام البلال رکھا گیا ہے۔ مغربی بنگال میں مولوی عبد اللطیف صاحب اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب فانی سالہا سال تک بطور دیہاتی مربی کام کرتے رہے۔ ان ہر دو مربیان کی اب وفات ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

اب بنگال میں دو مربیانِ کرام اور ۱۲ معلّمین کام کر رہے ہیں - انچارج مربی مکرم مولوی سلطان احمد صاحب ان کے علاوہ ہیں۔ آسام اور میگھالیہ میں دس معلّم کام کر رہے ہیں۔

اڑیسہ کی جماعتوں میں مرکزی پروگرام کے مطابق دَورے کئے گئے۔ موضع کیرنگ جس کی آبادی چھ ہزار افراد پر مشتمل ہے اور پورا گاؤں احمدی ہے یہاں ہر سال سالانہ جلسہ منعقد کیا جاتا ہے۔ نئے مربیان تیار ہونے پر اڑیسہ کا انچارج مربی علیحدہ مقرر کر دیا گیا اور اب جماعتوں میں کئی ایک معلمین بھی کام کر رہے ہیں۔ بھنبیشور میں جو اڑیسہ کا نیا دار الخلافہ ہے ایک عالیشان بیت الذکر مرکز کی مدد سے تعمیر کی گئی ہے۔ ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جو اڑیہ زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کر رہی ہے۔

صوبہ اڑیسہ میں اِس وقت ۲۵ جماعتیں قائم ہیں۔ بعض جماعتیں بفضلہٖ تعالیٰ بالکل نئی قائم ہوئی ہیں۔

بہار کی جماعتوں کے لئے بھی کچھ عرصہ کے بعد علیحدہ انچارج مربّی دیا گیا۔ مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل کافی عرصہ تک وہاں کام کرتے رہے۔ مرکز کی طرف سے بھی وہاں کی جماعتوں کے تربیتی دَورے کروائے گئے۔ بہار کی جماعتوں میں موسیٰ بنی مائنز کی جماعت بڑی فعّال جماعت ہے جو ہر سال اپنا سالانہ جلسہ منعقد کرتی ہے اِس جماعت کے دوست زیادہ تر کیرنگ اور کرڑاپلی سے تعلق رکھتے ہیں جو یہاں مائنز میں کام کرتے ہیں۔ کافی عرصہ قبل جب مزدوروں نے ہڑتال کی تو احمدیوں نے ہڑتال میں حصّہ نہیں لیا۔ کمپنی نے اِس وجہ سے احمدیوں کو بیت الذکر بنا کر دی۔ اور کمپنی کے افسر احمدیوں کی بہت عزّت کرتے ہیں۔ جلسہ سالانہ کے انعقاد پر کئی سہولتیں کمپنی کی طرف سے دی جاتی ہیں۔

صوبہ بہار میں اِس وقت ۲۱ جماعتیں ہیں جن میں تعداد کے لحاظ سے موسیٰ بنی مائنز کی جماعت بڑی جماعت ہے۔ اس کے بعد جمشید پور، بھاگلپور، خانپور ملکی۔ برّہ پورہ کی جماعتیں ہیں۔ برّہ پورہ کی جماعت میں کئی نئے احباب جماعت میں شامل ہوئے۔ ان میں سیّد عبد الباقی صاحب کی فیملی قابلِ ذکر ہے۔ سیّد عبد الباقی صاحب بطور مجسٹریٹ کام کر رہے ہیں اور داعی اِلی اللہ کے طور پر بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ سیّد محی الدین صاحب ایڈووکیٹ رانچی مرحوم نہایت ہی پُرخلوص وجود تھے۔ انہوں نے قادیان کی جائیدادوں کی واگذاری کے سلسلہ میں بہت ہی تعاون کیا اور متعدد بار اپنے خرچہ پر دہلی و چندی گڑھ کا سفر اختیار کیا۔ اپریل ۱۹۵۸ء میں جو مرکزی وفد پنڈت جواہر لال نہرو وزیرِ اعظم ہند سے ملا اس میں موصوف ہی SPOKES MAN کے طور پر تھے۔ اِسی طرح پٹنہ یونیورسٹی میں شعبہ اُردو کے انچارج پروفیسر سیّد اختر احمد اورینوی مرحوم بھی نہایت ہی مخلص وجود تھے۔ متعدد مواقع پر انہوں نے جماعت کی نمائندگی کی۔ جب تک زندہ رہے کلکتہ میں منعقدہ پیشوایانِ مذاہب کے جلسوں میں شرکت کرتے رہے اور قادیان کے جلسہ سالانہ میں بھی شریک ہو کر

اپنی تقاریر سے محظوظ کرتے رہے اب ان کے چھوٹے بھائی مکرم سیّد فضل احمد صاحب انسپکٹر جنرل پولیس کے عہدہ سے ریٹائر ہونے کے بعد دعوت الی اللہ کا کام نہایت اخلاص سے سرانجام دے رہے ہیں۔ راجستھان جہاں ارتداد کے انسداد کا کام ہو رہا ہے متعدد مرتبہ دَورہ کر چکے ہیں۔ بہار میں صدر صوبائی دعوت الی اللہ کمیٹی کے طور پر کام کر رہے ہیں اور متعدد مربیان و معلمین صوبہ بہار میں ان کی زیرِ نگرانی کام کر رہے ہیں۔

کیرالہ۔ تامل ناڈو کے صوبے ۱۹۴۷ء میں آزادئ ہند کے موقع پر حضرت مولانا بی عبداللہ صاحب کی زیرِ نگرانی رہے۔ مولانا موصوف قادیان کے تعلیم یافتہ تھے۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس کے ہم جماعت تھے اور پنجاب یونیورسٹی سے آنرز ان عربک (مولوی فاضل) کی ڈگری حاصل کی ہوئی تھی۔
مالابار کے علاقہ میں ان کے .H.A کی ڈگری کی بڑی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ملیالم زبان میں نہایت ہی اچھے مقرر اور مناظر تھے۔ بڑی عرق ریزی اور محنت سے انہوں نے کام کیا۔ ان کے کام کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۴۷ء میں مالابار کے علاقہ میں صرف سات جماعتیں تھیں ان کی وفات پر جو ۱۹۶۸ء میں ہوئی بفضلہٖ تعالیٰ جماعتوں کی تعداد ۲۷ تک پہنچ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما دے۔ آمین۔ آپ کی وفات کے بعد سے مولانا ابوالوفاء صاحب بطور انچارج مربّی کام کر رہے ہیں۔ مکرم مولانا ابوالوفاء صاحب مکرم مولانا بی عبداللہ صاحب کے داماد ہیں۔ اور انہوں نے خاص طور پر ان کو دعوتِ الی اللہ کے لحاظ سے ٹریننگ بھی دی۔ اور ان کی زیرِ نگرانی بھی کیرالہ کی جماعتیں ترقی کر رہی ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں جماعتوں کی تعداد ۴۳ ہو گئی ہے۔ بیوت الذکر کی تعداد ۲۸ ہے جبکہ ۱۹۴۷ء میں بیوت الذکر صرف چار تھیں۔ کالی کٹ میں مرکز کے تعاون سے ایک دو منزلہ بیت الذکر کی تعمیر ہوئی ہے جس کا افتتاح ۱۹۸۶ء میں ہوا۔ ایک ماہانہ رسالہ ملیالم زبان میں "ستیہ دوتن" کے نام سے جاری ہے اور انگریزی زبان میں سہ ماہی رسالہ ALMINARAT جاری ہے۔
اس صوبہ میں صوبائی نظام بھی جاری ہے۔ آجکل مکرم صدیق امیر علی صاحب صوبائی امیر ہیں۔ ملیالم زبان میں جماعت کا وسیع لٹریچر شائع کیا گیا ہے۔ ۱۹۵۷ء سے باقاعدگی سے سالانہ صوبائی کانفرنس کا انعقاد کیا جاتا ہے اور اس کے بعد جماعتوں کا تربیتی دَورہ بھی کیا جاتا ہے۔ کالی کٹ میں مستقل طور پر ایک بُک سٹال بھی قائم کیا گیا ہے۔

تامل ناڈو: ۱۹۴۷ء میں مدراس اور ساتان کولم صرف دو مقامات میں جماعت تھی اور جیسا کہ مَیں اُوپر ذکر کر چکا ہوں یہ علاقہ محترم مولانا بی محمد عبداللہ صاحب کی نگرانی میں تھا۔ پارٹیشن کے بعد محترم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان جن کا تعلق جماعتِ لاہور سے تھا بیعت کر کے جماعتِ احمدیہ قادیان میں شامل

ہوئے۔ آہستہ آہستہ ان کے بھائی اور بہنیں بھی جماعت میں شامل ہوئیں۔ محترم نوجوان صاحب اُردو زبان میں آزاد نوجوان کے نام سے ہفت روزہ اخبار نکالتے تھے اس کے ذریعہ اُردو دان حلقہ میں احمدیت کا پیغام پہنچا۔ خود نوجوان صاحب انگریزی زبان کے بہت اچھے مقرر ہیں۔ انہوں نے تامل ناڈو اور کیرالہ میں منعقد ہونے والے جلسوں اور کانفرنسوں میں حصّہ لے کر احمدیت کی بہت خدمت کی اور اب بھی اِس خدمت کو سرانجام دے رہے ہیں۔ مرکز کی طرف سے ۱۹۶۵ء میں مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی کو انچارج مربّی تامل ناڈو کے طور پر بھجوایا گیا۔ انہوں نے آٹھ سال یہاں کام کیا۔ ان کے زمانہ میں کوٹار، میلاپالم اور کالم کوڑی ایروپ میں جماعتیں قائم ہوئیں۔

۱۹۷۰ء سے مکرم مولوی محمد عمر صاحب انچارج مربّی تامل ناڈو کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اگرچہ مولوی صاحب کیرالہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن تامل زبان پر بھی انہوں نے عبور حاصل کیا۔ تامل زبان میں جماعت کا لٹریچر شائع کیا اور گذشتہ سترہ سال سے سمادھنہ رزی (راہِ امن) کے نام سے ایک رسالہ شائع ہو رہا ہے جس کی ادارت شروع میں مکرم محی الدین علی صاحب مرحوم کرتے رہے۔ موصوف اس وقت جماعتِ احمدیہ کے پریذیڈنٹ بھی تھے۔ بعد میں اس کی ادارت مکرم مولوی محمد عمر صاحب کے سپرد ہوئی اور تامل ناڈو کے علاقہ میں اس رسالہ کے ذریعہ وسیع رنگ میں دعوتِ اِلی اللہ کا کام ہو رہا ہے۔

جماعتِ احمدیہ مدراس کے پُرانے بزرگوں میں سے پروفیسر محمد صاحب مرحوم، مکرم علی محی الدین صاحب اور مکرم بھائی محمد رفیق صاحب قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے جماعتِ احمدیہ مدراس کی کئی رنگ میں خدمت کی۔ مکرم علی محی الدین صاحب سالہا سال تک جماعتِ احمدیہ کے صدر کے طور پر خدمت سرانجام دیتے رہے اور مکرم بھائی محمد رفیق صاحب سالہا سال تک جماعتِ مدراس کے سیکرٹری مال رہے اور مشن ہاؤس و بیت الذکر کی تعمیر سے قبل جمعہ وعیدین کی نمازیں انہی کے مکان پر ہوتی رہیں۔ ۱۹۷۸ء میں مدراس میں دو منزلہ مشن ہاؤس کی تعمیر ہوئی۔ نیچے کا حِصّہ مشن ہاؤس کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اُوپر کا حِصّہ بیت الذکر کے طور پر استعمال ہوتا ہے جہاں پانچوں وقت نماز باجماعت کا انتظام ہے۔

اِس وقت علاقہ تامل ناڈو میں بفضلہ تعالیٰ جماعتوں کی تعداد دس تک پہنچ چکی ہے۔ اُوپر ذکر کردہ جماعتوں کے علاوہ چورن گوڑی۔ شنکرن کوئل۔ کوئمٹبور۔ شیواکاشی۔ ٹوٹی کورین میں بھی جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ ساتان کولم اور چورن گوڑی میں بیوت الذکر بھی قائم ہیں۔ میلاپالم اور کوٹار میں مشن ہاؤس قائم ہیں۔

حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے ارشاد کے مطابق سال میں ایک بار مکرم مولوی محمد عمر صاحب مربّی انچارج

سری لنکا کا دورہ بھی کرتے ہیں۔ چند سال قبل حضور بھی سری لنکا کا دورہ فرما چکے ہیں اور اِس جماعت میں بھی کافی بیداری پیدا ہو چکی ہے۔

جزائر انڈیمان و نکوبار: پورٹ بلیئر میں جماعت محترم سردار عبد الرحمٰن صاحب (سابق مہر سنگھ) کے ذریعہ قائم ہوئی۔ یہاں لبنایلی پر جماعتِ احمدیہ کی بیت الذکر بھی ہے۔ ابتداء میں مکرم مولوی ابوالوفاء صاحب انچارج مربّی کیرالہ، مکرم مولوی محمد عمر صاحب انچارج مربّی تامل ناڈو عارضی طور پر وہاں جا کر کام کر چکے ہیں اور اس کے بعد مکرم مولوی عبد السلام صاحب مالا باری اور مکرم مولوی بُرہان احمد صاحب ہردو کا کافی عرصہ تک قیام رہا ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے پورٹ بلیئر کے علاوہ بعض دیگر جزائر میں بھی احمدی پائے جاتے ہیں۔

صوبہ مہاراشٹر، گجرات، کرناٹک، آندھرا: پارٹیشن کے بعد صوبہ مہاراشٹر، گجرات، کرناٹک اور آندھرا کے صوبہ جات بنائے گئے۔ مہاراشٹر کا دار الخلافہ بمبئی، گجرات کا احمد آباد، کرناٹک کا بنگلور اور صوبہ آندھرا کا دار الخلافہ حیدر آباد قرار پایا۔

بمبئی میں جماعت حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے زمانہ میں قائم ہو گئی تھی۔ قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر کے دَور میں ۱۹۱۷ء میں ایک مرکزی وفد بھجوایا گیا جس نے کئی ماہ وہاں قیام کر کے دعوتِ اِلی اللہ کا کام سرانجام دیا۔ ۱۹۴۶ء میں بمبئی مشن کے لئے ایک عمارت خرید کی گئی۔ یہاں محترم الحاج عبد الرحیم صاحب نیّر نے بطور انچارج مربّی کام کیا اور ان کے نائب مکرم حکیم محمد دین صاحب تھے۔ تقسیم ملک کے وقت اِس جماعت پر بھی کافی اثر پڑا تاہم حکیم محمد دین صاحب یہاں مقیم رہے اور انہوں نے اِس مشن کو بہت حد تک سنبھالا۔ کچھ عرصہ بعد ان کا تبادلہ حیدر آباد ہونے پر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی کام کرتے رہے۔ ان کے بعد کئی ایک مربیان مختلف وقتوں میں کام کرتے رہے جن میں مولوی غلام نبی صاحب نیاز اور مولوی محمد حمید صاحب کوثر قابلِ ذکر ہیں۔ اور اب مولوی بُرہان احمد صاحب وہاں کام کر رہے ہیں۔ مولوی غلام نبی صاحب نیاز نے یہاں سالانہ کانفرنسوں کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

علاقہ مہاراشٹر میں عثمان آباد، پونہ، شولاپور، اورنگ آباد اور ساونت واڑی میں جماعتیں قائم ہیں۔ صوبہ گجرات میں بمبئی کے مربّی ہی وقتاً فوقتاً دورہ کرتے ہیں ابھی وہاں علیحدہ مشن قائم نہیں ہے۔

صوبہ کرناٹک میں بنگلور، شموگہ، یادگیر کی اہم جماعتیں شامل ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے موقع پر اِس علاقہ میں کوئی مرکزی مربّی موجود نہیں تھے۔ کچھ عرصہ بعد حکیم محمد دین صاحب کو یہاں بھجوایا گیا۔ ان کے ساتھ مکرم مولوی فیض احمد صاحب نے بطور دیہاتی مربّی کے کام کیا۔ بنگلور کی جماعت میں ایک عرصہ تک جناب موسیٰ رضا صاحب

کے فرزند الحاج عبدالرحیم صاحب جماعت کے صدر رہے اور جماعتی و دعوتِ الی اللہ کے کاموں میں کافی کوشاں رہے۔ مرکزی وفد کے دَورے بھی اس علاقہ میں ہوتے ہیں اور جلسہ ہائے سیرۃ النبی و جلسہ ہائے پیشوایانِ مذاہب کا انعقاد ہوتا ہے۔ الحاج عبدالرحیم صاحب کے بعد ڈاکٹر محمد حسین صاحب صدر جماعت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آجکل محمد شفیع احمد صاحب جماعت کے صدر ہیں۔

شموگہ کی جماعت دعوتِ الی اللہ کے لحاظ سے بڑی فعّال جماعت ہے۔ دعوتِ الی اللہ وفود کی آمد پر یہ جماعت پورا فائدہ اُٹھاتی ہے۔ جنوری ۱۹۷۷ء میں شموگہ کے قریب بسوا پٹنہ میں ہندوؤں کی طرف سے سرو دھرم سم میلن کا انعقاد ہوُا اور ۲۰ جنوری سے ۲۸ جنوری تک یہ اجتماع ہوُا۔ اس اجتماع میں مختلف مٹھوں کے گرو شامل ہوئے۔ مکرم مولوی فیض احمد صاحب اس وقت شموگہ میں کام کر رہے تھے انہوں نے بسوا پٹنہ کے اس گرو سے مل کر جنہوں نے اس مذہبی اجتماع کا انعقاد کیا تھا یہ طے کر لیا کہ روزانہ اس اجتماع میں ہمارے ایک نمائندے کو تقریر کا موقع دیا جائے جسے انہوں نے منظور کر لیا چنانچہ مرکز سے مولوی شریف احمد صاحب امینی، مولوی محمد عمر صاحب اور خاکسار پہنچ گئے۔ مدراس سے محمد کریم اللہ صاحب نوجوان، بنگلور سے ایم پی ابراہیم صاحب پہنچے اور سب کو باری باری اس اجتماع میں تقریر کا موقع ملا۔ خاکسار کی تقریر چونکہ وید منتروں گیتا وغیرہ ہندو دھرم گرنتھوں کے شلوکوں سے مزیّن تھی اس لئے اس اجتماع میں مجھے شاستری کا آنریری اعزاز دیا گیا۔ اب بھی یہ اجتماع بسوا پٹنہ کے گرو صاحب کی طرف سے ہر سال منعقد کیا جاتا ہے۔

محترم میر کلیم اللہ شاہ صاحب اس جماعت کی رُوحِ رواں تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے لمبی عمر عطا فرمائی اور ربڑے اخلاص اور محبّت کے ساتھ انہوں نے اس جماعت کی صدارت کی اور جماعت کی تربیت اور نگرانی کا اہم کام سرانجام دیا۔ یہاں جماعت کی پختہ بیت الذکر قائم ہے۔

کرناٹک میں ہی ہبلی کی جماعت پارٹیشن کے بعد قائم ہوئی۔ یہاں پہلے لاہوری جماعت قائم تھی مکرم حکیم محمد دین صاحب نے کرناٹک کے انچارج مربّی کی حیثیت سے چوہدری مبارک علی صاحب کو وہاں بھجوایا اور یہ جماعت خلافت کے ساتھ وابستہ ہوگئی اور وہاں باقاعدہ مشن ہاؤس قائم ہے۔ چوہدری مبارک علی صاحب کے بعد وہاں باقاعدہ کسی نہ کسی مربّی کا قیام رہتا ہے۔ جماعت کے صدر حضرت منڈاسگر صاحب تن دہی سے کام کر رہے ہیں اور ان کے ذریعہ گوا تک کے علاقہ میں احمدیت کا پیغام پہنچا ہے اور وہاں بھی بعض افراد جماعت میں داخل ہوئے ہیں اور دھارواڑ میں بھی جماعت قائم ہوئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

یادگیر کی جماعت پُرانی جماعت ہے۔ سیٹھ محمد حسن صاحب احمدی نے بہت سے طلباء قادیان میں بسلسلہ تعلیم بھجوائے اور بیڑی کے مختلف علاقوں میں کارخانے قائم کئے اِن کارخانوں کے ذریعہ احمدیت کی دعوتِ اِلی اللہ کو بھی فروغ دیا۔ پارٹیشن کے بعد محترم سیٹھ عبدالحی صاحب کی امارت میں جماعتِ احمدیہ یادگیر نے بہت ترقی کی۔ جماعتِ احمدیہ یادگیر اپنا سالانہ جلسہ باقاعدگی سے منعقد کرتی۔ یہاں کی بیت الذکر میں پانچوں وقت نمازوں کا اہتمام ہوتا۔ رمضان شریف میں پورا مہینہ تراویح اور درس کا انتظام ہوتا ہے اور اِس موقع پر درس و تدریس کے لئے مرکز سے کسی عالم کو مدعو کیا جاتا ہے۔

یادگیر میں ۱۹۶۳ء میں غیراز جماعت کے ساتھ ایک مناظرہ ہوُا۔ یہ مناظرہ ۲۲ نومبر تا ۲۷ نومبر تک ہوُا۔ احمدی مناظر مولانا محمد سلیم صاحب فاضل تھے اور متعدد علماء ان کے معاون تھے۔ غیراز جماعت مناظر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کٹکی تھے اور ان کے ساتھ بھی متعدد علماء ان کے معاون تھے۔ مناظرہ کے تین اہم موضوع تھے ۱۔ وفات وحیاتِ مسیح علیہ السلام ۲۔ ختمِ نبوّت و اجرائے نبوّت ۳۔ صدق و کذب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی۔ پہلے یہ مناظرہ تحریری طور پر ہوُا اور پھر پبلک میں سنایا گیا۔ یہ مناظرہ "مناظرہ یادگیر" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ یہ مناظرہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اِس کو پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دلائل کے میدان میں غیراز جماعت مناظر کس قدر کمزور تھے اور قرآن مجید و احادیثِ صحیحہ احمدیت کے عقائد کی تائید میں ہیں۔ اور تیماپور کی جماعت بھی آجکل جماعتِ احمدیہ یادگیر کے امیر کی نگرانی میں ہے۔ سیّد عبدالحی صاحب کے بعد محترم سیٹھ محمد الیاس صاحب سالہا سال تک امیر جماعتِ احمدیہ یادگیر کے طور پر کام کرتے رہے ہیں۔ آجکل محترم سیٹھ نعمت اللہ صاحب جماعتِ یادگیر کے امیر ہیں۔

صوبہ کرناٹک میں مذکورہ جماعتوں کے علاوہ ہسور، ساگر، لونڈا، بیلگام، بلاری، دیودرگ، شاہ آباد اور گلبرگہ میں بھی جماعتیں قائم ہیں۔ اِس صوبہ میں مکرم حکیم محمد دین صاحب، مکرم مولوی فیض احمد صاحب، مولوی بشارت احمد بشیر صاحب، مولوی محمد ایّوب صاحب کام کر چکے ہیں۔ ان دنوں شموگہ میں مولوی محمد عمر صاحب تیماپوری اور یادگیر میں مولوی محمد ایّوب صاحب بطور مربّی کام کر رہے ہیں۔

آندھرا پردیش: پارٹیشن کے بعد نظام حیدر آباد کی مسلم اسٹیٹ میں حالات کافی خراب رہے یہاں تک کہ دیگر ریاستوں کے ساتھ یہ ریاست بھی ہندوستان میں شامل کر لی گئی۔ پارٹیشن کے وقت محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب حیدر آباد میں بحیثیت انچارج مربّی خدمت سرانجام دے رہے تھے لیکن انہیں مجبوراً یہاں سے جانا پڑا اور حیدر آباد و سکندر آباد کی جماعتیں بھی کافی متاثر ہوئیں۔ جماعتِ سکندر آباد میں محترم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کا وجود موجود تھا اور ان کے ساتھ ہی حضرت بانیٔ سلسلہ

احمدیہ کے رفیق جنابِ عرفانی کبیر بھی وہیں مقیم تھے۔ حیدر آباد میں نواب اکبر یار جنگ صاحب جیسا مخلص وجود موجود تھا۔ سیّد بشارت احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعتِ احمدیہ کے عہدہ پر فائز تھے۔ سیّد صاحب نے حیدر آباد اور ارد گرد کی جماعتوں کو پھر سے منظم کیا اور مرکز سے مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی کو بھجوایا گیا۔ ان کے بعد محترم حکیم محمد دین صاحب کا بمبئی سے تبادلہ حیدر آباد کیا گیا۔ اِن ہر دو مربیان نے اِس علاقہ میں تندہی سے کام کیا۔ ان کے بعد کچھ عرصہ مولوی محمد عمر صاحب مالاباری بھی بطور مربّی کام کرتے رہے۔ ان کے قیام کے دَوران احمدیہ جوبلی ہال کے گرنے کا حادثہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور انکی فیملی کو مُعجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔ احمدیہ جوبلی ہال کی دوبارہ تعمیر کی گئی۔ چوہدری مبارک علی صاحب نے بھی کچھ عرصہ بطور مربّی کام کیا۔ آجکل محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعتِ احمدیہ حیدر آباد کے عہدہ پر کام کر رہے ہیں اور مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس بطور انچارج مربّی کے کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۸۱ء سے علاقہ وارنگل میں خاص طور پر دعوتِ الی اللہ کا کام شروع کیا گیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ کئی نئی جماعتیں قائم ہو گئی ہیں۔ ضلع وارنگل کے بعد نلگنڈہ اور کے اضلاع میں بھی کام شروع کیا گیا اور بفضلہ تعالیٰ جماعتیں بہت تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ مخالفت بھی بہت ہو رہی ہے۔ گذشتہ سال کلکنور کے مقام پر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کٹکی سے مناظرہ بھی ہوا ہے جس میں سخت شکستِ فاش سے انہیں دوچار ہونا پڑا۔ ۱۹۸۱ء سے اب تک ۲۵ نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ بیعت کرنے والوں کی تعداد تقریباً اڑھائی ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ جماعتوں کی تربیت کے لئے ہر جماعت میں مربّی یا معلّم کا تقرر کر دیا جائے۔ محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعتِ احمدیہ حیدر آباد انچارج مربّی کو ہمراہ لے کر دَورہ کرتے ہیں۔ بعض مواضعات میں بیوت الذکر بھی موجود ہیں اور یہ بیوت الذکر بھی جماعت کو مل گئی ہیں۔ جہاں بیوت الذکر نہیں وہاں ان کی تعمیر کا انتظام ہو رہا ہے اور محترم سیٹھ صاحب خود اور جماعت کے دیگر مخیّر احباب اس میں حصّہ لے رہے ہیں اور حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی ہدایات کی روشنی میں مرکز بھی ہر طرح تعاون کر رہا ہے۔ قارئین سے اِس علاقہ میں احمدیت کی ترقی کے لئے خاص طور پر دعا کی درخواست ہے۔ اِن نئی جماعتوں کے علاوہ پہلے سے قائم شدہ جماعتیں بھی ترقی پذیر ہیں۔ چنتہ کنتہ میں محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب نے اپنے خرچہ سے عالیشان بیت الذکر تعمیر کی ہے ونربان میں سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب نے بیت الذکر کی تعمیر کے اخراجات دئے ہیں۔ چندہ پور، چرچرلہ، محبوب نگر، عادل آباد، ظہیر آباد اور کرنول کی جماعتیں بھی بفضلہ تعالیٰ ترقی کر رہی ہیں۔ اِس علاقہ کی زبان تلگو ہے اِس لئے نئی جماعتوں کے لئے تلگو میں لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے اور قرآن مجید کا بھی تلگو زبان

میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

وادیٔ کشمیر: یہ علاقہ ایک عرصہ تک متنازعہ رہنے کی وجہ سے اس میں آزادانہ آمد و رفت کی سہولتیں نہ تھیں۔ ہندوستان میں رہنے والے باشندے بھی پرمٹ حاصل کئے بغیر نہیں آسکتے تھے ۱۹۵۸ء تک یہی صورتِ حال رہی۔ ۱۹۵۸ء میں جب آمد و رفت کے رستے کھل گئے تو محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجزؔ ناظر مال اور مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے وادیٔ کشمیر کا تربیتی دورہ کیا اور ۱۹۵۹ء سے باقاعدہ مرکزی وفود نے ہر سال جموں، پونچھ اور کشمیر کے دورے کئے اور جماعتوں کو منظم کیا۔ وفود کے علاوہ مکرم حکیم محمد سعید صاحب وہاں دعوتِ الی اللہ و تربیتی کام سرانجام دیتے رہے۔ سرینگر کی جماعت پر پارٹیشن کے موقع پر بہت اثر پڑا۔ کافی احباب پاکستان چلے گئے۔ ہفت روزہ اصلاح اخبار جو بڑی باقاعدگی سے سرینگر سے شائع ہوتا تھا وہ بند ہو گیا۔

۱۹۶۷ء میں خاکسار کو عرصہ چھ ماہ دہلی میں کام کرنے اور عرصہ چھ ماہ کشمیر میں کام کرنے کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ تین سال تک خاکسار مئی تا اکتوبر سرینگر میں قیام کرکے دعوتِ الی اللہ و تربیتی کام وادی میں سرانجام دیتا تھا اور نومبر تا اپریل دہلی میں قیام کرکے یو پی وغیرہ جماعتوں میں دعوتِ الی اللہ و تربیتی کام سرانجام دیتا تھا۔ اور حضور نے یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ وادیٔ کشمیر کی جماعتوں میں ایک مرکزی وفد دو ماہ کے لئے مختلف جماعتوں میں قیام کرکے دعوتِ الی اللہ و تربیتی کام سرانجام دیا کرے۔ اس کام کے لئے علیحدہ بجٹ حضور نے منظور فرمایا۔ چنانچہ ایسا پہلا مرکزی وفد جولائی ۱۹۶۷ء میں کشمیر میں بھیجا گیا۔ اس وفد کے ارکان حسبِ ذیل تھے۔ مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل، مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب، مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب، مکرم مولوی بشیر احمد صاحب خادمؔ اور خاکسار بشیر احمد امیرِ وفد۔ وفد کے اراکین کو مختلف جماعتوں میں متعین کر دیا گیا اور تربیتی و دعوتِ الی اللہ کا کام ایک تنظیم کے ماتحت سرانجام دیا گیا۔ اور وفد کے قیام کے آخری دنوں میں مختلف جماعتوں میں جلسوں کا انتظام کیا گیا جہاں قریب کی جماعتیں پیدل شامل ہوتی تھیں اور سارا رستہ بلند آواز سے دُرود شریف پڑھتے ہوئے اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے احباب جلسہ گاہ میں پہنچتے تھے۔ یہ ایک نہایت ہی مؤثر نظارہ ہوتا تھا۔ ان جلسوں میں غیر از جماعت احباب بھی کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ تین سال تک یہ مرکزی وفد خاکسار کی زیرِ امارت وادیٔ کشمیر کی جماعتوں کا دو ماہی دورہ کرتا رہا اور ان جماعتوں میں بڑی بیداری پیدا ہوئی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ پہلی دفعہ جب وفد کے ارکان موضع شورت میں بذریعہ بس روانگی کے لئے جمع ہوئے تو مختلف جماعتوں کے کثیر احباب وہاں الوداع کرنے کے لئے جمع تھے جن میں کئی احباب محبت کے آنسو بہا رہے تھے۔

اور یہ کہہ رہے تھے کہ آپ لوگ پھر آئیں۔

۱۹۷۰ء میں مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل کی امارت میں یہ وفد کشمیر آیا اور اس وقت سرینگر میں صوبائی کانفرنس کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی شریک ہوئے اور یہ پروگرام ہر سال جاری رہا اور ترقی کرتا گیا۔

نئے مربیان کے تیار ہوتے پر سرینگر میں انچارج مربی اور دیگر بڑی بڑی جماعتوں میں مربیان کرام کا تقرر کیا گیا۔ ناصر آباد (کنی پورہ) شورت، یاڑی پورہ۔ چک ایمرچھ۔ کوریل۔ آسنور۔ رشی نگر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی بڑی اور فعال جماعتیں ہیں۔ مولوی غلام نبی صاحب نیاز۔ مولوی محمد حمید صاحب کوثر بطور انچارج مربی کام کر چکے ہیں۔ مولوی محمد حمید صاحب کوثر کے تبادلہ کے بعد آجکل پھر مکرم مولوی غلام نبی صاحب نیاز کام کر رہے ہیں اور کئی ایک مربیان و معلمین جماعتوں میں کام کر رہے ہیں اور وادی میں بفضلہٖ تعالیٰ ۲۲ کے قریب جماعتیں ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماوے) کی توجہ خاص سے سرینگر میں نہایت عالیشان بیت الذکر تعمیر ہوئی اور اسکے ساتھ مشن ہاؤس اور مربی کی رہائش کے لئے کوارٹر بھی تعمیر کیا گیا۔ بیت الذکر اور مشن ہاؤس اس وسیع پلاٹ پر تعمیر کئے گئے جو مہاراجہ کشمیر کی طرف سے جماعتِ احمدیہ کو دیا گیا تھا۔

اپریل ۱۹۷۹ء میں وادی میں فسادات ہوئے۔ موضع رشی نگر جہاں بیشتر آبادی احمدی افراد پر مشتمل تھی قریباً پورا نذرِ آتش کر دیا گیا۔ ازاں بعد خاکسار اور مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب اس علاقہ کے دورہ پر آئے اور صدر انجمن احمدیہ کے فیصلہ کے مطابق فسادات سے متاثر لوگوں کی مالی امداد کی اور گورنمنٹ کے عہدہ داران سے مل کر انہیں اپنے گھروں کو پھر سے تعمیر کرنے کے لئے لکڑی اور لوہے کی چادریں وغیرہ قرضہ پر مہیا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور واپسی پر سرینگر میں شیخ محمد عبد اللہ صاحب سے مل کر تفصیلی طور پر احمدیوں کے نقصانات سے آگاہ کیا۔ الحمد للہ کہ کچھ عرصہ بعد کچھ گورنمنٹ کی امداد اور کچھ اپنی ذاتی محنت سے رشی نگر کا گاؤں دوبارہ بہت عمدہ رنگ میں تعمیر ہو گیا۔ اسی طرح ترک پورہ اونہ گام کا دورہ کیا۔ وہاں بھی احمدیوں کا نقصان ہوا اور عمارتوں کو جلایا گیا۔

شیخ صاحب نے اپنے زمانہ میں تعلیم کی طرف کافی توجہ دی ہے اور جگہ بجگہ سکول جاری کئے ہیں جس سے احمدی طلباء و طالبات نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ اب حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی توجہ سے صدر انجمن احمدیہ نے بھی وادی میں سکول کھولے ہیں۔

سرینگر کے علاوہ ناصر آباد۔ یاڑی پورہ۔ چک ایمرچھ۔ رشی نگر۔ آسنور۔ کوریل۔ ماندوجن۔

ترک پورہ (بانڈی پورہ) میں بھی بیوت الذکر موجود ہیں۔

کشمیری زبان میں قرآنِ مجید کا ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے جسے یاڑی پورہ کے مکرم غلام نبی صاحب ناظر سرانجام دے رہے ہیں۔

وادی سے نکل کر جموں اور علاقہ پونچھ میں بھی اب پھر سے کئی جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ بھدرواہ جو ایک دوسری وادی کے نام سے موسوم ہے وہاں بھی بفضلہ تعالیٰ اچھی فعال جماعت قائم ہے اور وہاں بھی بیت الذکر کے علاوہ مشن ہاؤس کی تعمیر بھی ہو چکی ہے۔ مرکز کی طرف سے وہاں باقاعدہ مربی متعین ہیں اور گاہ بگاہ مرکز کے زیرِ اہتمام دعوتِ اِلی اللہ اور تربیتی دَورے بھی ہوتے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ جموں ۱۹۴۷ء کی تقسیم کے موقع پر بہت زیادہ متاثر ہوئی البتہ بابو محمد یوسف صاحب مع اہل و عیال بڑے استقلال سے یہاں مقیم رہے اور بیت الذکر احمدیہ کو آباد رکھا۔ اب حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی منظوری سے وقفِ جدید کے ماتحت بیت الذکر اور اس کے ساتھ مشن ہاؤس کو پھر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے یہاں مربی بھی متعین ہے۔ کچھ عرصہ مکرم مولوی محمد ایوّب صاحب یہاں کام کرتے رہے ہیں اور آجکل مکرم مولوی عبد الرشید صاحب ضیاء کام کر رہے ہیں اور اچھا کام کر رہے ہیں۔ قرآنِ مجید کی منتخب آیات، احادیث اور ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ڈوگری زبان میں بھی ترجمہ صد سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر شائع کیا جا رہا ہے۔

پونچھ میں جماعت ۱۸۹۴ء میں قائم ہوئی تھی اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کا بھی اس علاقہ میں قیام رہا ہے جب آپ مہاراجہ جموں و کشمیر کے شاہی حکیم تھے۔ پونچھ شہر میں کافی مقتدر ہستیاں تھیں۔ جیسے محترم محمد شفیع صاحب یوسف زئی، ڈاکٹر محمد بشیر صاحب صدر جماعتِ احمدیہ پونچھ، بابو عبد الکریم صاحب پوسٹ ماسٹر جنہوں نے ۱۹۴۱ء میں پونچھ میں تین منزلہ عالیشان بیت الذکر اور مشن ہاؤس تعمیر کیا۔ ۱۹۴۷ء میں اِسی مشن ہاؤس میں اپنی فیملی کے ساتھ جاں بحق کر دئے گئے۔ اسی مشن ہاؤس میں اب باقاعدہ مرکز کی طرف سے مربّی کا قیام ہے اور بیت الذکر بھی آباد ہے اور پونچھ کے اِرد گرد تقریباً ایک درجن جماعتیں بھی قائم ہو چکی ہیں۔ تھیندررہ، سلواہ، چار کوٹ، کالابن، ہڈھانوں اور توہار کہ میں بھی بیوت الذکر بنائی گئی ہیں۔ مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر آجکل پونچھ میں مربّی ہیں۔

مرکز کی طرف سے مرکزی وفود کا دَورہ ہوتا ہے اور کانفرنسوں کا انعقاد پونچھ شہر میں کئی بار ہو چکا ہے۔ اسی طرح چار کوٹ میں سالانہ جلسوں کا انعقاد ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعتیں ترقی کر رہی ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے بعد سے اب تک ہندوستان کی جماعتوں کی یہ مختصر سی تاریخ ہے۔

لندن میں

صد سالہ جَشنِ تشکّر

کی مبارک تقریبات



۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو لندن کے ہوٹل
میں استقبالیہ سے حضور پُرنور کا خطاب



اِسلام آباد (لندن) میں عَلمِ احمدیّت لہرانے کے بعد



نئی صدی کا پہلا پھل ـــ محترم محمد صمد لون صاحب بعد نماز جمعہ پہلی دستی بیعت کے بعد

ایں سعادت بزور بازو نیست

نئی صدی میں اوّلیّت کا اعزاز

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :-

—— "آج کے خطبہ میں بعض پہلی باتیں میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں"۔

—— "آج جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اگلی صدی کا میرا یہ پہلا خطبہ ہے"۔

—— "اِس صدی کا پہلا خطبہ نکاح مکرم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب مرحوم کی بچی نیرہ باہری حمید کا پڑھا گیا۔ باہری حمید ہالینڈ کی ایک مخلص احمدی خاتون ہیں جن کا نکاح ثانی ڈاکٹر عبدالحمید صاحب سے ہوا تھا ..... انہوں نے مجھے خط لکھا کہ میری بیٹی کا نکاح ہونا ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ اگلی صدی کا پہلا نکاح یہ ہو۔ چنانچہ اِس پہلو سے مجھے ان کی بات بہت پسند آئی واقعی یہ تاریخی سعادت ہے کہ اگلی صدی کا پہلا خطبہ نکاح جو خلیفۂ وقت پڑھے وہ جس کا بھی ہو جماعت میں ہمیشہ ایک خاص اعزاز کے ساتھ یاد کیا جائے گا"۔

—— "اِس صدی کا پہلا جنازہ مکرم عبدالسّلام خان صاحب مرحوم کا پڑھا گیا جو آج ہی ایک بجے یعنی جمعہ سے پہلے پڑھا گیا۔ عبدالسّلام خان صاحب مرحوم صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے ایک معزز پٹھان خاندان کے فرد تھے۔ آپ کے والد نے جب ۱۹۰۸ء میں بیعت کی تو صوبے کے گورنر نے حکم دیکر آپ کے خاندان کو صوبہ بدر کر دیا۔

۱۹۱۸ء میں خان صاحب بطور احمدی پیدا ہوئے اور ہمیشہ بڑے ہی اخلاص اور وفا کے ساتھ جماعت سے وابستہ رہے۔ بڑے دعا گو بزرگ تھے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ میں اگلی صدی تک پہنچوں اللہ تعالیٰ نے اِس خواہش کو اِس طرح بھی پورا فرمایا کہ اِس صدی کی پہلی نماز جنازہ جو خلیفۂ وقت نے ادا کی وہ خان صاحب مرحوم مغفور کی تھی"۔

—— "اِس صدی کا پہلا بچہ جو میرے علم میں آیا اور جسے میں نے اِس صدی کا پہلا احمدی بچہ قرار دیا وہ آپ کے امیر (امیر انگلستان) آفتاب احمد خان صاحب کا نواسہ ہے اور اِس بچے کے والد


MUSLIM ASSOCIATION U.K



لطیف الرحمٰن ہیں اور دادا رفیق الرحمٰن اور خان صاحب کے والد ثناء اللہ خان صاحب ہؤا کرتے تھے۔ بڑے ہی نیک اور مخلص بزرگ تھے ـــــ تو یہ اِس صدی کا پہلا احمدی بچہ ہے۔" (اِس بچے کا نام عطاء الاوّل ہے)۔

ـــــ "اِس صدی کا پہلا الہام جو مجھے ہؤا جو صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ہؤا وہ تھا السّلام علیکم ....

...... وہ خدا جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس خدا کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس صدی کا پہلا پیغام مجھے یہ دیا ہے" السلام علیکم ورحمۃ اللہ"۔

...... دُنیا خواہ چاہے آپ پر ہزار لعنتیں زبانی ڈالتی پھرے، کروڑ کوششیں کرے آپ کو مٹانے کی مگر اِس صدی کے سر پر خدا کی طرف سے نازل ہونے والا اسلام ہمیشہ آپ کے سروں پر رحمتوں کے سائے کئے رکھے گا اور ان رحمتوں اور سلامتیوں کے سائے تلے آپ آگے بڑھیں گے"۔

...... یہ صرف میرے نام پیغام نہیں ہے بلکہ تمام دُنیا کی جماعت کے لئے پیغام ہے" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،"۔ "وبرکاتہ،" کا لفظ تو مجھے یاد نہیں لیکن السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو بالکل صاف اور روشن آواز میں تھا۔ اِس سے میرا دل حمد سے بھر گیا کہ خدا تعالیٰ کی کیسی شان ہے کہ

اگلی صدی کے آغاز پر ہی ـ وہ وقت جب کہ صدی شروع ہو رہی تھی اُس وقت خدا تعالیٰ نے بڑے پیار اور محبت کی آواز میں السلام علیکم کا تحفہ مجھ پر نازل فرمایا تاکہ میں اسے تمام دُنیا کی جماعتوں کے سامنے پیش کر سکوں"۔

"پس ماریشس کے وہ احمدی جو اِس آواز کو سُن رہے ہیں اُن کو بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ پہنچے اور جرمنی کے وہ مخلصین جو اِس آواز کو سُن رہے ہیں ان کو بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا یہ تحفہ پہنچے اور وہ سب احمدی جو اِس آواز کو نہیں سُن رہے اُن کو بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ پہنچے کیونکہ وقت ایسا ہے جو اِس سلام کو پہنچانے کے لئے چُنا گیا ہے۔ اِس لئے مجھے کامل یقین ہے کہ سلام اُن احمدیوں کو بھی پہنچے گا جو ابھی پیدا نہیں ہوئے، ان احمدیوں کو بھی پہنچے گا جو ابھی احمدی نہیں ہوئے۔ اُن قوموں کو بھی پہنچے گا جن تک ابھی تک احمدیت کا پیغام نہیں پہنچا"۔ (خطبہ جمعہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۹ء)

پہلی بیعت

۲۴ مارچ کو نمازِ جمعہ اور عصر کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک نوجوان کو حضورِ انور کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے اور اِس صدی کا پہلا احمدی ہونے کی سعادت عطا فرمائی۔ یہ نوجوان مکرم محمد صمد لون صاحب ہیں۔

(بحوالہ الفضل ۴ اپریل ۱۹۸۹ء)

خدّامِ احمدیّت

ہیں بادہ مست بادہ آشامِ احمدیت
چلتا ہے دَورِ مینا و جامِ احمدیت

تشنہ لبوں کی خاطر ہر سمت گھومتے ہیں
تھامے ہوئے سبُوئے گلفامِ احمدیت

خدّامِ احمدیّت، خدّامِ احمدیّت

چمکا پھر آسمانِ مشرق پہ نامِ احمد
مغرب میں جگمگایا ماہِ تمامِ احمد

وہم و گماں سے بالا عالی مقامِ احمد
ہم ہیں غلامِ خاکِ پائے غلامِ احمد

مُرغانِ دامِ احمد، خدّامِ احمدیّت

ربوہ میں آجکل ہے جاری نظام اپنا
پر قادیاں رہے گا مرکز مدام اپنا

تبلیغِ احمدیّت دنیا میں کام اپنا
دارالعمل ہے گویا عالم تمام اپنا

پوچھو جو نام اپنا، خدّامِ احمدیّت

پھر دہریّت کے دم سے مسموم ہیں فضائیں
لو چھا گئیں فضا پر تکفیر کی گھٹائیں

آؤ تو ان کی زد سے اسلام کو بچائیں
پھوٹیں ہیں جا بجا پھر الحاد کی وبائیں

زورِ دعا دکھائیں، خدّامِ احمدیّت

سینچا پھر آنسوؤں سے احمد نے اِس چمن کو
پھر باغِ مصطفےٰؐ کا دھیان آیا ذوالمنن کو

اور کھینچ لائے نالے مرغانِ خوش لحن کو
آہوں کا تھا بلاوا پھولوں کی انجمن کو

لوٹ آئے پھر وطن کو، خدّامِ احمدیّت

پسرِ مسیح دیکھو کب سے جگا رہا ہے
اُٹھو کہ ساعت آئی اور وقت جا رہا ہے

وہ تیز گام آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے
گو دیر بعد آیا از راہِ دُور، لیکن

تم کو بلا رہا ہے، خدّامِ احمدیّت

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

شکرِ للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل
کیا ہوا اگر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

(درِّ ثمین)

تجدید عہد ارادت

سیدنا حضرت مصلح موعود نے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ ۱۹۵۹ء کے موقعہ پر ایک جماعتی عہد تجویز فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ مقامی جماعتیں خواہ خدام کی ہوں یا انصار کی یہی عہد دُہرایا کریں نیز فرمایا کہ یہ عہد جو اس وقت آپ لوگوں نے کیا ہے متواتر چار صدیوں بلکہ چار ہزار سال تک جماعت کے نوجوانوں سے لیتے چلے جائیں اور جب تمہاری نئی نسل تیار ہو جائے تو پھر اسے کہیں کہ وہ اِس عہد کو اپنے سامنے رکھے اور ہمیشہ اِسے دُہراتی چلی جائے۔

اے پیارے انصار! آؤ آج نئی صدی کے آغاز پر حضرت مصلح موعود کے اِس ارشاد کی تعمیل میں اپنے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں پھر اِس عہد کو زندہ کریں اور اپنے دِلی جذبات اور حُسنِ عمل سے اس کو تازہ کریں اور اپنے آنسوؤں اور خون کے نذرانہ سے اس کو تابندہ کریں۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اِس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم ..... اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دُنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اِس مقدس فرض کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک ..... کے جھنڈے کو دُنیا کے ہر مُلک میں اُونچا رکھیں گے۔

ہم اِس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدّ و جہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ ..... کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دُنیا کے تمام جھنڈوں سے اُونچا لہرانے لگے، اے خدا تُو ہمیں اِس عہد کو پُورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ اللّٰھم آمین۔ اللّٰھم آمین۔

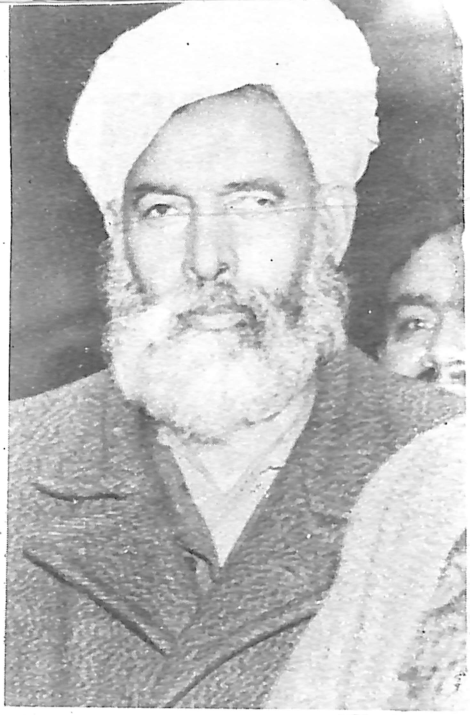
فہرست مجلسِ عاملہ انصار اللہ مرکزیہ

اراکینِ خصوصی

۱۔ مکرم و محترم مرزا عبد الحق صاحب		
۲۔	ر ر چوہدری احمد مختار صاحب	
۳۔	ر ر چوہدری محمد انور حسین صاحب	
۴۔	ر ر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب	
۵۔	ر ر حضرت مولوی محمد حسین صاحب	
۶۔	ر ر شیخ مبارک احمد صاحب	(امریکہ)
۷۔	ر ر سوہن ہینسن صاحب	(ڈنمارک)
۸۔	ر ر عبد الوہاب بن آدم صاحب	(غانا)
۹۔	ر ر چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ	(سوئٹزرلینڈ)
۱۰۔	ر ر چوہدری ہدایت اللہ صاحب بنگوی	(انگلستان)
۱۱۔	ر ر مظفر احمد ظفر صاحب	(امریکہ)
۱۲۔	ر ر مصطفیٰ ثابت صاحب	(کینیڈا)
۱۳۔	ر ر شریف احمد صاحب ٹوبس	(انڈونیشیا)
۱۴۔	ر ر ہبۃ النور فرہاغن صاحب	(ہالینڈ)
۱۵۔	ر ر عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب	(جرمنی)

عہدیداران

۱۔ نائب صدر اوّل		مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
۲۔ ر صف دوم		ر مرزا محمد الدین صاحب ناز



حضرت مولانا شیر علی صاحب ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء



حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ۱۹۴۸ء تا ۱۹۴۹ء

صدرانِ کرام انصار اللہ



حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ۱۹۵۰ء تا اکتوبر ۱۹۵۴ء

صدرانِ کرام انصاراللہ



حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نومبر ۱۹۵۴ء تا ۱۹۶۶ء



حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۲ء



حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۸ء



محترم چوہدری حمید اللہ صاحب ۱۹۸۲ء تا حال

۳۔ نائب صدر مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۴۔ قائد عمومی " میجر عبد القادر صاحب
۵۔ " تعلیم " منوّر شمیم خالد صاحب
۶۔ " تربیت " محمد اسلم شاد منگلا صاحب
۷۔ " تجنید " محمد اسلم صابر صاحب
۸۔ " ایثار " ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی
۹۔ " اصلاح وارشاد " محمد اسمٰعیل صاحب منیر
۱۰۔ " ذہانت، صحتِ جسمانی " صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب
۱۱۔ " مال " عبد الرشید صاحب غنی
۱۲۔ " وقفِ جدید " شیخ مبارک احمد صاحب
۱۳۔ " تحریکِ جدید " ملک منور احمد صاحب جاوید
۱۴۔ " اشاعت " صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب
۱۵۔ " مجالس بیرون وقلمی دوستی " صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
۱۶۔ آڈیٹر " قریشی محمد عبد اللہ صاحب
۱۷۔ زعیم اعلیٰ ربوہ " مولوی محمد صدیق صاحب شاہد

خاکسار
چوہدری حمید اللہ
صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ

پبلشر : ——— چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر : ——— قاضی منیر احمد
مطبع : ——— ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت : ——— دفتر ماہنامہ انصار اللہ ۔ دار الصدر جنوبی ۔ ربوہ

Language	Country	Language	Country
SPANISH	SPAIN	GURMUKHI	INDIA
URDU	PAKISTAN	ORIYA	INDIA
SAMOAN	SAMOA	KANNADA	INDIA
TONGAN	TONGA	MALAYALAM	INDIA
DANISH	DENMARK	FANTI	GHANA
SWEDISH	SWEDEN	GA	GHANA
NORWEGIAN	NORWAY	WALI	GHANA
BALI	INDONESIA	JAVANESE	INDONESIA
MALAI	MALAYSIA	MAORI	AUSTRALIA
YORUBA	NIGERIA	HAUSA	NIGERIA
LUGANDA	UGANDA	EGBO	NIGERIA
CREOLE	MAURITIUS	HEBREW	ISRAEL
YIDDISH	ISRAEL	BATKI	INDONESIA
EMHARIC	ETHIOPIA	ASHANTI	GHANA
DAGHBANI	GHANA	ARMENIAN	ARMENIA
JULA	IVORY COAST	BAOULE	IVORY COAST
BATE	IVORY COAST	THAI	THAILAND
IRISH	IRELAND	WELSH	WALES
CHICHIWA	ZAMBIA	CHIYAO	ZAMBIA
KATLAN	SPAIN	PUSHTU	PAKISTAN
FULANI	GAMBIA	WOLOF	GAMBIA
MANDINKA	GAMBIA	KIRIBATI	KIRIBATI
VIETNAMI	VIETNAM	TIMNI	SIERRA LEONE
MARATHI	INDIA	ASAMI	INDIA
GUJRATI	INDIA	CHINESE	CHINA
NZEMA	GHANA	DUSUN	MALAYSIA
PERSIAN	IRAN	KURDISH	IRAN
SINDHI	PAKISTAN	GREEK	GREECE
PUNJABI	PAKISTAN	VAI	LIBERIA
ITALIAN	ITALY	KPELLE	LIBERIA
AFRIKAANS	S. AFRICA	XOSA	S. AFRICA
BASSA	LIBERIA	YAO	TANZANIA
LINGALA	ZAIRE	KIKONGO	ZAIRE
CHILUBA	ZAIRE	RUSSIAN	RUSSIA
HUNGARIAN	HUNGARY	BULGARIAN	BULGARYA
ROMANIAN	ROMANIA	ESTONIAN	ESTONIAN USSR
LATVIAN	USSR	LITHUNIAN	USSR
GEORGIAN	USSR	CZECH	CZECHOSLOVAKIA
KAZAKH	USSR	POLISH	POLAND
OYUGUR	USSR	UKRAINIAN	USSR
SERBO-CROATIAN	YUGOSLAVIA		

Language	Country	Language	Country
SINDHI	PAKISTAN	ESTONIAN	USSR
PUNJABI	PAKISTAN	LITHUANIAN	USSR
SARAIKI	PAKISTAN	LATVIAN	USSR
VIETNAMESE	VIETNAME	GEORGIAN	USSR
PERSIAN	IRAN	CZECH	CZECHOSLOVAKIA
HUNGARIAN	HUNGARY	KAZAKH	USSR
BULGARIAN	BULGARIA	POLISH	POLAND
RUMANIAN	RUMANIA		

UNDER TRANSLATION

Language	Country
OYUGUR	USSR
UKRAINIAN	USSR
ARMENIAN	ARMENIA
SERBO-CROATIAN	YUGOSLAVIA

SELECTED SAYINGS OF THE HOLY PROPHET

PRINTED

Language	Country	Language	Country
SWAHILI	KENYA	HINDI	INDIA
KIKAMBA	KENYA	SINHALA	SRI LANKA
KIKUYU	KENYA	INDONESIAN	INDONESIA
PORTUGUESE	BRAZIL		

TO BE COMPLETED BEFORE APRIL 1989

Language	Country	Language	Country
ENGLISH	U.K.	FRENCH	FRANCE
TAMIL	INDIA	FIJIAN	FIJI
NEPALI	NEPAL	KASHMIRI	KASHMIR
DOGRI	INDIA	ESPERANTO	HOLLAND
OROMO	KENYA	KOREAN	KOREA
JAPANESE	JAPAN	DUTCH	HOLLAND
GERMAN	GERMANY	TELUGU	INDIA
BEMBA	ZAMBIA	MENDE	SIERRALEONE
EWE	GHANA	TURKISH	TURKY

Language	Country	Language	Country
KIKAMBA	KENYA	TELUGU	INDIA
ESPERANTO	HOLLAND	RUSSIAN	RUSSIA
NEPALI	NEPAL	ORIYA	INDIA
OROMO	KENYA	LUGANDA	UGANDA
EGBO	NIGERIA	SURNAN	SURINAME
ASANTI	GHANA	DANISH	DENMARK
FANTI	GHANA	ITALIAN	ITALY
PORTUGUESE	BRAZIL	HEBREW	ISRAEL
SPANISH	SPAIN	YAO	TANZANIA
FRENCH	FRANCE	CHICHIWA	ZAMBIA
EWE	GHANA	KATLAN	SPAIN

UNDER PRINTING

(TRANSLATION COMPLETED)

TO BE PRINTED BEFORE APRIL 1989

Language	Country	Language	Country
SWEDISH	SWEDEN	CHINESE	CHINA
NORWEGIAN	NORWAY	DUSUN	MALAYSIA
INDONESIAN	INDONESIA	TAGALOG	MALAYSIA
JAVANESE	INDONESIA	LINGALA	ZAIRE
YORUBA	NIGERIA	KIKONGO	ZAIRE
BHOTANI	INDIA	CHILUBA	ZAIRE
KASHMIRI	KASHMIR	XOSA	SOUTH AFRICA
DAGBANI	GHANA	URDU	PAKISTAN
NZEMA	GHANA	PUSHTO	PAKISTAN
JULA	IVORY COAST	FULANI	GAMBIA
BAOULE	IVORY COAST	WOLOF	GAMBIA
BATE	IVORY COAST	MANDINKA	GAMBIA
THAI	THAILAND	TONGA	TONGA
KPELLE	LIBERIA	KIRIBATI	KIRIBATI
CHIYAO	ZAMBIA	BURMESE	BURMA
GREEK	GREECE	MAORI	AUSTRALIA
TURKISH	TURKY	VAI	LIBERIA
BATKI	INDONESIA	BASSA	LIBERIA
AFRIKAANS	SOUTH AFRICA	CREOLE	MAURITIUS
IRISH	IRELAND	BEMBA	ZAMBIA
WELSH	WALES	GA	GHANA
EMHARIC	ETHIOPIA	MARATHI	INDIA
HAUSA	NIGERIA	ASSAMESE	INDIA
TIMNI	SIERRA LEONE	GUJRATI	INDIA

Language	Country	Language	Country
FANTI	GHANA	SINDHI	PAKISTAN
MALAY	MALAYSIA	GUJRATI	INDIA
PERSIAN	IRAN	HAUSA	NIGERIA

TRANSLATIONS COMPLETED TO BE PRINTED IN 1989

Language	Country	Language	Country
ORIYA	INDIA	POLISH	POLAND
KANNADA	INDIA	SARAIKI	PAKISTAN
TUVALU	TUVALU	BULGARIAN	BULGARIA
ALBANIAN	ALBANIA	PUNJABI	PAKISTAN
TURKISH	TURKY	HUNGARIAN	HUNGARY
CZECH	CZECHOSLOVAKIA		
CHINESE	CHINA	PASHTU	PAKISTAN
TEGALOGE	PHILIPPINES		

UNDER TRANSLATION

Language	Country	Language	Country
ASSAMESE	INDIA	NORWEGIAN	NORWAY
VIETNAMESE	VIETNAM	TELUGU	INDIA
MALAYALAM	INDIA	KURDISH	IRAN
TAMIL	INDIA	MARATHI	INDIA
OYUGUR		BURMESE	BURMA
GREEK	GREECE		

SELECTED VERSES OF THE HOLY QURAN

PRINTED

Language	Country	Language	Country
ENGLISH		GERMAN	GERMANY
TUVALU	TUVALU	SINHALA	SRI LANKA
KOREAN	KOREA	MENDE	SIERRA LEONE
KANNADA	INDIA	WALI	GHANA
JAPANESE	JAPAN	BANGALA	BANGLADESH
SWAHILI	KENYA	GURMUKHI	INDIA
BALI	INDONESIA	MALAY	MALAYSIA
TAMIL	INDIA	FIJIAN	FIJI
KIKUYU	KENYA	HINDI	INDIA
DUTCH	HOLLAND	KURDISH	IRAN
DOGRI	INDIA	SAMOAN	SAMOA

TRANSLATION OF THE HOLY QURAN

A hundred years ago, on March 23, 1889, Hazrat Mirza Ghulam Ahmad Qadiani claimed to be the Promised Messiah and founded Jamaat Ahmadiyya. Now that it has completed the hundredth year of its eventful existence, Jamaat Ahmadiyya, in grateful acknowledgement of Allah's bounties, is holding the Centenary Thanksgiving Celebrations this year. Special plans were made beforehand to commemorate the occasion. Under the inspiring and blessed guidance of Hazrat Khalifatul Masih IV, brisk and eager preparations are being made to implement the plans. By God's unlimited grace and through the prayers of our beloved Master, our humble efforts are being crowned with success even beyond our expectations. We propose to publish the translations of the Holy Quran in as many as fifty languages by the end of the year. New Missions all over the world are being founded and extended. Among others, publication of the translations of selections from Holy Quran, the Ahadith and the writings of the Promised Messiah, in one hundred & eighteen languages, is the pivotal part of this Scheme of which the following details are just a glimpse.

PRINTED

Language	Country	Language	Country
ENGLISH		SWAHILI	KENYA
URDU		ESPERANTO	HOLLAND
FRENCH	FRANCE	ITALIAN	ITALY
GERMAN	GERMANY	FIJIAN	FIJI
LUGANDA	UGANDA	HINDI	INDIA
DUTCH	HOLLAND	RUSSIAN	RUSSIA
GURMUKHI	INDIA	SWEDISH	SWEDEN
YORUBA	NIGERIA	KOREAN	KOREA
DANISH	DENMARK	KIKUYU	KENYA
INDONESIAN	INDONESIA	PORTUGUESE	BRAZIL

UNDER PRINTING

Language	Country	Language	Country
JAPANESE	JAPAN	BANGALA	BANGLADESH
SPANISH	SPAIN	MENDE	SIERRA LEONE

"The time is near when I should attain a magnificent victory, because in support of what I state, there is another voice which speaks; and in support of my hand there is another hand which operates. Yet, the world cannot perceive it, but I behold it. There is a heavenly spirit which speaks in me and grants a new life to every word and every letter of mine. A commotion and upsurge has erupted in the heaven which has caused this earthly body to stand up at God's behest. Every such person who has not been denied forgiveness and salvation shall soon see for himself that I do not make these claims on my own. Can they be seeing eyes which fail to recognise a man of truth? Can he be deemed alive who has no awareness of this Heavenly call?

It is likely that many will turn a sceptical ear to what I say, wondering at the certitude and firmness of my faith in the glorious future of Ahmadiyyat. The weak and oppressed proponents of Christianity, at the end of the first century of the Christian era, must have felt somewhat like as I feel today. They were looked down upon, jeered and mocked at by the people of that age. Yet, I have no doubt whatsoever that a day will dawn before the end of the next century when people of that age will look back with no less an amazement at the incertitude and disbelief of the people of today.

In the end, let me invite you once again with all my heart to accept the call of the Promised Reformer. Herein shall you find peace and contentment of heart which can only be acquired by submission to the Will of God.

May Allah bless you all.

MIRZA TAHIR AHMAD
Supreme Head of the Ahmadiyya Community.

"I am with you."

"I shall help you."

"We can what We will do."

Tazkira PP 63, 64.

fellow human beings to study the Ahmadiyya Movement seriously and to join its fold.

I call upon God, Who is All-Knowing and Ever-Present, as my witness, that the message of Ahmadiyyat is nothing but Truth in its pristine purity.

The salvation of mankind depends on accepting this religion of peace. Islam is the religion which does away with all discriminations between man and man, and demolishes all barriers of race, colour and creed which divide humanity.

Islam liberates man from the bondage of sin and strengthens his ties with his Creator. It is a religion so simple, yet so highly organised to meet the demands and challenges of the changing world.

Islam permits no exploitation–be it social, political, economic or religious. The political philosophy of Islam has no room for false or deceptive diplomacy. It, believes in absolute morality and enjoins justice and fairness to friends or foes alike, in every sphere of human interest.

Islam neither permits coercion for the spread of its own message nor gives licence to other religions to do so. Indulgence in terrorism even in the name of the noblest objectives is entirely incompatible with the teachings of Islam.

It is the firm belief of Jama'at Ahmadiyya that Islam is the panacea for all maladies and ailments of suffering humanity today. Islam teaches us that unless man learns to live at peace with himself and his fellow human beings he cannot live at peace with God.

It is to this that I invite mankind.

I am fully aware that in the eyes of many cursory observers, Ahmadiyyat has not as yet emerged as a potent force to bring about a global moral and spiritual revolution.

Yet our trust is in God. Weak and humble though we are, God has graciously chosen us as His instruments to usher in a new era of global peace and unification of mankind.

Listen to what the Promised Messiah proclaimed towards the close of the last century, in the light of divine revelation received by him:

It was revealed to him that all the prophecies regarding the advent of various reformers were no doubt true. They, however, infact implied that only a single claimant would be raised who would combine in his person the qualities, role and spiritual powers of all the great world reformers whose advent had been promised. Indeed, he would be a soldier from God wearing the garb of different prophets. He also proclaimed that the religion chosen by Almighty God for the universal and final manifestation of His Unity was Islam.

Thus, in accordance with the divine command, Mirza Ghulam Ahmad claimed to be that global Reformer who was destined to be raised in Islam in complete subordination to Prophet Muhammad—the last law-bearing prophet—may peace and blessings of Allah be upon him.

This was an astonishing claim. It was even more astonishing that this solitary voice, raised from a small unknown village, insignificant as it seemed to the world at large, was heeded at all. Some responded to this call with complete faith and devotion. There were many others who raised a storm of hostility, the like of which has seldom been witnessed in the history of mankind.

His followers were subjected to extreme persecution. They were deprived of religious freedom and fundamental human rights. Even laws were enacted in some countries to render them liable to severe punishment and persecution for the mere act of professing and practising their faith. Yet all this phenomenal opposition utterly failed to arrest the progress of Ahmadiyyat, which is marching forward even faster today than ever before. All the efforts of hostile fanatics, be they individuals, groups or governments, have totally failed in their purported objective of exterminating Ahmadiyyat from the face of the earth.

God stood by His servant, Mirza Ghulam Ahmad, fulfilled all His promises and, as prophesied in 1898, "caused his message to reach the corners of the earth". Today Ahmadiyyat stands established in 120 countries and the pace of its growth is destined to engulf the whole of mankind. God saved his followers (Ahmadis), protected them from all evil designs and showered His innumerable blessings upon them.

It is, therefore, to extol the name of Allah and sing His praises for His innumerable bounties that Jama'at Ahmadiyya is celebrating the year 1989 as the Thanksgiving Centenary Year.

On this auspicious occasion, I most humbly and sincerely invite all my

A MESSAGE ON AHMADIYYA THANKSGIVING CENTENARY CELEBRATIONS

from

HAZRAT MIRZA TAHIR AHMAD

Head of the Worldwide Ahmadiyya Comunity

One hundred years ago today, an amazing event took place in an obscure and tiny hamlet (Qadian), in the province of the Punjab, India. It was an event which was destined to change the course of history.

There appeared a religious leader specifically commissioned by God to lead mankind as the Promised Reformer of the latter days. His name was Mirza Ghulam Ahmad (1835–1908), the Founder of the world-wide Ahmadiyya Community. He laid the basis for the unification of mankind in a unique manner. He resolved the conflicts and paradoxes prevailing in the religious world regarding the advent of a global Reformer.

The followers of all great religions—Jews, Christians, Muslims, Hindus, Buddhists, Zoroastrians, and the followers of Confucius—all anxiously awaited the advent of a Promised Reformer, as predicted in their holy scriptures.

The Jews expected the Messiah would rejuvenate Judaism; the Christians claimed that the second advent of Jesus would bring nigh the Kingdom of heaven; the Muslims believed that the Messiah and Mahdi would join forces to bring about the final renaissance of Islam; the Hindus awaited the coming of God himself in the form of Krishna; and, the Buddhists were hopefully waiting for the reincarnation of Buddha.

How could God send different Messengers simultaneously—each calling to the same God in his own diverse way, inviting mankind unto divergent paths and conflicting ideologies? That was the perplexing question addressed by Mirza Ghulam Ahmad of Qadian under divine guidance and revelation.

شرائطِ بیعت سِلسلہ عَالیہ احمدیہ

(تحریر فرمودہ)

حضرت مِرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سِلسلہ عَالیہ احمدیہ

اوّل :- بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اِس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہوجائے شِرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم :- یہ کہ جھوٹ اور زِنا اور بدنظری اور ہر ایک فِسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم :- یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حُکمِ خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نمازِ تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دِلی محبّت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اُس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ وِرد بنائے گا۔

چھارم :- یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم :- یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بَلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہرحالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذِلّت اور دُکھ کے قبول کرنے کیلئے اسکی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے مُنہ نہیں پھیریگا بلکہ آگے قدم بڑھائیگا۔

ششم :- یہ کہ اتّباعِ رسم اور متابعتِ ہَوا وہَوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم :- یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خُلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم :- یہ کہ دین اور دین کی عزّت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم :- یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

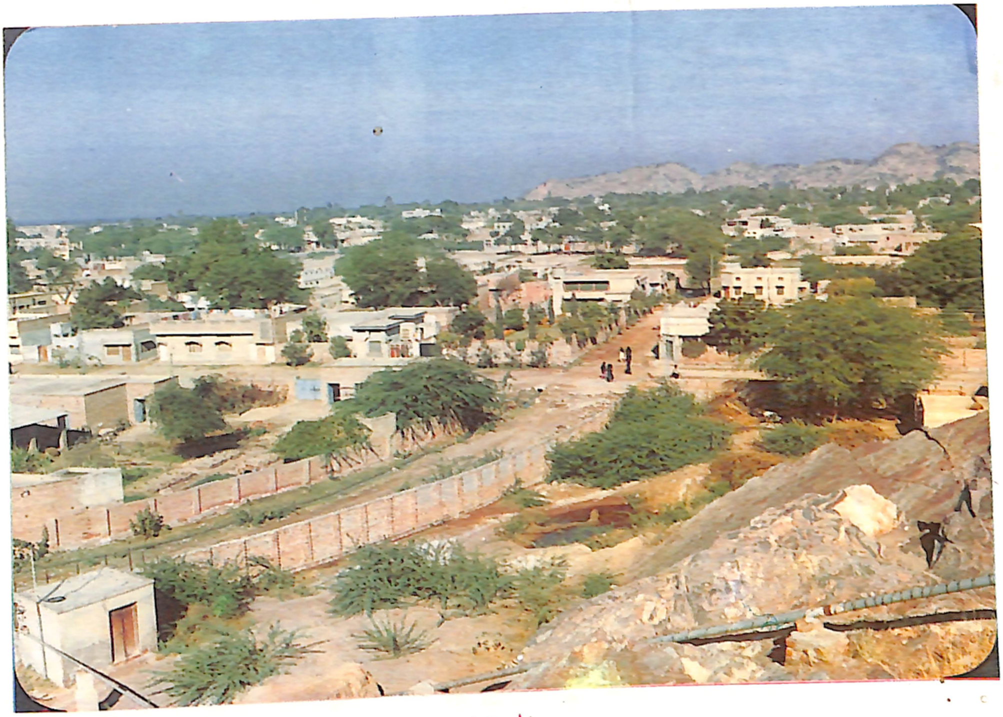
دہم :- یہ کہ اِس عاجز سے عقدِ اخوّت محض للہ باقرارِ طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقدِ اخوّت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دُنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

مراکزِ احمدیت



قادیان



ربوہ